النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ کتاب مفید طلاب جو کہ علم نحو میں لاجواب مشہور و انتخاب ہے اور جس کے پڑھے اور سمجھے بغیر کافیہ کا پڑھنا نہایت دشوار ہے کیونکہ کافیہ میں مجملات سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں مفصلات سے

یعنی

کفایۃ النحو

(مع شرح اردو) عکسی

ھدایۃ النحو

مصنفہ

جناب مجمع البرکات مولانا مولوی محمد حیات صاحب سنبھلی مصنف تالیفات کثیرہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

النحو في الكلام كالملح في الطعام

الحمد للہ علی احسانہ کتاب مفید طلاب جو کہ علم نحو میں لاجواب مشہور و انتخاب ہے اور جس کے پڑھے اور سمجھے بغیر کافیہ کا پڑھنا نہایت دشوار ہے کیونکہ کافیہ میں مجملات سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں مفصلات سے

یعنی

کفایۃ النحو

ہدایۃ النحو

مصنفہ

جناب مجمع البرکات مولانا مولوی محمد حنیف صاحب سنبھلی مصنف تعلیقات کافیہ و صدر مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دیباچہ:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ چونکہ نحو کی کتابوں میں ہدایۃ النحو مبتدیوں کے لئے بہت بہترین کتاب تھی۔ نہ اس قدر سہل کہ اس کو اُستاد سے پڑھنے کی ضرورت نہ ہو اور نہ اس قدر دشوار کہ استاد سے پڑھنے پر بھی سمجھنا مشکل ہو۔ نہ بہت مختصر نہ بہت طویل غرض طلباء عربی کے لئے انتہا درجہ کی مفید تھی۔ اس لئے کمترین یہ قلم اٹھاتا ہے

اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اس شرح کو طلباء علوم دینیہ عربیہ کے لئے مُعین اور مفید بنا کر میرے لئے فلاح دارین کا سبب بنا دے۔ آمین۔ یارب العالمین۔ العاجز محمد حیات عفی عنہ سنبھلی، مدرسہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہ الکریم **سے ا** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (ترجمہ) شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (شرح) بسم اللہ کی با کا متعلق محذوف ہے اور وہ یا اسم فاعل یا فعل فعل محذوف ماننا اکثر نحویوں کا مذہب ہے اور وہ فعل اَشْرَعُ ہے۔ اسی طرح ہر جگہ بسم اللہ کی با کا متعلق اس جگہ کے مناسب محذوف ماننا اولیٰ ہے بشرطِ مسافر ارادۂ سفر کے وقت بسم اللہ کہے تو مراد یہ ہوگا کہ اَرْتَحِلُ بسم اللہ۔ اور ارادہ قرأت کے وقت قاری بسم اللہ کہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اَقْرَءُ بسم اللہ اور ارادہ اکل کے وقت بسم اللہ کہے تو معنی یہ ہونگے کہ آکُلُ بسم اللہ۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب بسم اللہ سے اس لئے شروع کی تاکہ خدائے تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل ہو

اور تاکہ کلام اللہ کی پیروی ہو جائے کیونکہ اس میں بھی پہلے بسم اللہ ہی ہے۔ اور تاکہ حدیث شریف کا اتباع ہو جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ کلُّ امرٍ ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فہو اقطع **سے ۲** لفظ اللہ اسم ذات ہے اور الرحمٰن صیغہ صفت ہے جس طرح الرحیم مگر بنسبت الرحیم کے الرحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے جس طرح الرحیم میں بہ نسبت راحم کے مبالغہ زیادہ ہے اس وجہ سے کہ راحم وہ شخص ہے جو صرف ایک دفعہ رحم کرے۔ اور رحیم وہ جو بکثرت رحم کرے اور رحمٰن وہ جس کے رحم کی انتہا نہ ہو۔ اسی لئے صفت رحمٰن دنیا کے اعتبار سے ہے کیونکہ دنیا میں اس کی رحمت مؤمن اور کافر سب کو شامل ہے اور رحیم آخرت میں ہوگا۔ کیونکہ وہاں رحمت مؤمنوں کے ساتھ خاص ہوگی۔ اس میں لفظ اللہ موصوف اور الرحمٰن والرحیم دونوں صفتیں ہیں۔ اسی لئے مجرور ہیں ۱۲ **سے ۳** قولہ الحمد للہ رب العالمین (ترجمہ) سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے (شرح) بسم اللہ کے بعد الحمد للہ رب العالمین کہنے میں بہت سے فائدے ہیں جو اس مختصر میں بیان نہیں ہو سکتے۔ حمد کے لغوی معنی تعریف کے ہیں اور اصطلاح میں کسی کی اچھی صفت بطور تعظیم بیان کرنے کے۔ لفظ رب صفت مشبہ ہے۔ رَبَّ یَرُبُّ اس کا ماضی و مضارع ہے جس کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ یہ اصل میں رَبِبٌ تھا۔ بروزن نَمِرٌ اور بقول بعض یہ اسم فاعل کا مبالغہ ہے۔ اور تفسیر کشاف میں اس کو مصدر بتایا ہے اس کا حمل اللہ پر بطور مبالغہ ہے جیسے رجلٌ عدلٌ میں عدلٌ کا اطلاق رجل پر مبالغۃً ہے بعض علماء کے نزدیک رب کے معنی خالق کے ہیں جو ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر مخلوق کو بذریعۂ غذا کے بڑھاتا ہے پھر انتہاءً اس کی خطا و قصور معاف کرتا ہے۔ اور بقول بعض رب کے معنی مصلح کے ہیں اور بعض نے کہا دائم کے غیر اللہ پر اس کا اطلاق بلا اضافت نہیں ہوتا جیسے رب الدار۔ رب السلم۔ رب الناقۃ وغیرہ اور العالمین عالم کی جمع ہے عالم وہ شئے ہے جس سے کوئی چیز جانی جائے جیسے خاتم وہ شئے ہے جس سے مہر کی جائے کیونکہ فاعل کا وزن مفعل کے لئے عام ہے بعد میں اس چیز کے لئے خاص ہو گیا جس سے صانع عالم جانا جاتا ہے اس معنی کے اعتبار سے ماسوی اللہ کی ہر شئے کو شامل ہے خواہ جوہر ہو یا عرض اس میں ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دیا ہے اس لئے جمع واو نون کے ساتھ لائی گئی۔ اور بعض نے کہا کہ اس میں صرف جنات اور انسان داخل ہیں۔ اس صورت میں واؤ نون کے ساتھ جمع لانے میں کوئی اشکال ہی نہیں اور جب عالم کے معنی ما یعلم بہ اللہ کے ہوئے تو عالم کی جمع استعمال کرنے میں کوئی پریشانی نہیں کیونکہ ہر ہر جنس اس معنی کے لحاظ سے ایک عالم ہے لہٰذا عالم میں بہت سے ہونے ۱۲ **سے ۴** قولہ والعاقبۃ للمتقین (ترجمہ) اور آخرت کی بہتری تقویٰ والوں کے لئے حاصل ہے (شرح) چونکہ رب العالمین کہنے سے یہ وہم ہوتا تھا کہ جس طرح وہ سارے جہانوں کا رب ہے ایسے ہی شاید آخرت میں بھی سارے عالم کو عطائیں عطا فرما دے تو اس سے اس وہم کو دور کر دیا متقین جمع ہے۔ اور مفرد متقی ہے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا ماضی مضارع اتّقٰی یتّقی ہے۔ اور مجرد وقٰی یقی ہے معتل فا ناقص ہے جب اس کو باب افتعال میں لے گئے تو یہ واؤ قاعدہ بدل کر تا کو تا میں ادغام کر دیا لغت میں تقی کے معنی وقایہ کے معنی نگاہ رکھنے کے ہیں لیکن شریعت میں ہر اس چیز سے بچنے کے ہیں جس کے سبب عذاب کا استحقاق ہو یعنی حرام کام نہ کرنا فرض و واجبات (باقی بر صفحہ آئندہ)

صفحہ ہذا ۱۔ قولہ اما بعد فہذا مختصر مضبوط فی النحو جمعت فیہ مہمات النحو علی ترتیب الکافیۃ (ت) حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ مختصر سا رسالہ ہے جو علم نحو میں ضبط کیا گیا ہے جس میں نے اس کے اندر علم نحو کے مقاصد کافیہ کی ترتیب کے مطابق جمع کئے ہیں (ش) کلمہ اما اصالۃ مبالغہ من شئ تعالیٰ بعد شرط تعلیق کر کے کلمات اس کے تام مقاصد کے ساتھ یا تو جو کلمہ اما شرطیہ کا معنی کو شامل ہے اس لئے جزا پر فا لازم ہے اور چونکہ یہ ابتدا کے معنی کو شامل ہے اس لئے اس کا بعد فعل نہیں آتا بلکہ اس کے بعد ہمیشہ اسم آتا ہے جو مبتدا ہوتا ہے اور کبھی خبر ہوتا ہے کے وقت فاء حذف بھی ہو جاتی ہے اور کبھی اما کے بعد مفعول یا منصوب یا اسم معمول محذوف یا ظرف بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے سب ایک کی مثال وہاں ذکر ہے اور للہ بقیۃ کلام دونوں ہیں تب اس کے تین حال ہیں ایک یہ کہ اس کا مضاف الیہ لفظوں میں ہو دوسرا یہ کہ لفظوں میں بھی نہ ہو اور ارادہ میں بھی نہ ہو تیسرا یہ کہ لفظوں میں نہ ہو مگر ارادہ ہو پہلی اور دوسری صورت میں یہ معرب اور تیسری صورت میں مبنی ہوتا ہے یہاں لفظ بعد کا عامل کلمہ اما ہے کیونکہ اما فعل کا نائب ہو نے کی وجہ سے ظرف میں عامل ہوتا ہے لفظ ہذا میں یا تو کتاب کی طرف اشارہ ہے اگر خطبہ تصنیف کتاب کے بعد لکھا گیا ہو اور اگر تصنیف سے پہلے لکھا گیا ہو تو مشار الیہ وہ مضامین ہیں جو ذہن میں حاضر ہیں جس طرح آیہ کریمہ رب اجعل ہذا بلدا امنا میں اشارہ ما فی الذہن کی طرف ہے مضبوط سے مراد یہ ہے کہ اس میں زائد اور بیکار لفظ نہیں ہے اور علم نحو کے معنی آگے مذکور ہوں گے مہمات جمع ہے اور مہمۃ مفرد ہے۔ یہ جمع مؤنث سالم مہمات میں نصب ہے اس پر کسرہ ہے۔ اور کافیہ ابن حاجب کی تصنیف کی ہوئی کتاب ہے جو علم نحو میں بہترین ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ہدایۃ النحو کے مصنف کا نام علامہ شیخ سراج الدین اودہی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کافیہ کی صفت معنی مراد ہوں اس صورت میں اس کا موصوف محذوف ہوگا یعنی علی ترتیب ابواب الکافیۃ ایسے بابوں کی ترتیب پر جو کفایت کرنے والے ہیں ۱۲

اما بعد فهذا مختصر مضبوط في النحو جمعت فيه
مهمات النحو على ترتيب الكافية مبوبا ومفصلا
بعبارة واضحة مع ايراد الامثلة في جميع مسائلها
من غير تعرض للادلة والعلل لئلا يشوش ذهن

(بقیہ صفحہ ۲) اولاً ذکر ۱۲ ۵ قولہ والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین (ت) اور رحمت کاملہ نازل ہو اس کے رسول پر جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور ان کی اولاد اور اصحاب سب پر (ش) حمد کے بعد صلوٰۃ لانے میں اول تو اللہ تعالیٰ کے اس قول کا اتباع ہے کہ قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ دوسرے یہ کہ حمد کی تکمیل بغیر صلوٰۃ کے نہیں ہوتی علما نے بیان کیا کہ صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو رحمت مراد ہوتی ہے اور فرشتوں کی طرف ہو تو استغفار اور مومنوں کی طرف ہو تو دعا اور وحوش وطیور کی طرف ہو تو تسبیح اور بقول بعض یہاں عام معنی مراد ہیں یعنی کسی کے ساتھ بہتری کرنا لفظ صلوٰۃ کا علیٰ کے ساتھ استعمال کرنا شرکت معنی کا لانا ہے نہیں تو بلکہ کلمہ دعا کا صلہ جب علیٰ آتا ہے تو اس کے معنی بد دعا کے ہوتے ہیں لفظ رسول بمعنی مرسل ہے کیونکہ فعول کا وزن بمعنی مفعول اکثر آتا ہے اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو صاحب معجزہ و کتاب ہو اور نبی وہ ہے جس کی طرف وحی کی گئی ہو خواہ کتاب اسے ملی ہو یا نہیں صلوٰۃ کا استعمال خاص انبیاء پر ہوتا ہے اور رحمت کا اطلاق عام پر اور لفظ محمد عطف بیان ہے اور رسولہ معطوف علیہ محمد کے معنی بہت تعریف کئے ہوئے کے ہیں آل کے معنی ذریت اور اہل بیت کے اور بقول بعض قوم کے ہوتے ہیں جو آل نبی سے مراد ہر ایماندار متقی آدمی ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ آل کل مومن تقی اور صحابہ بھی اسی معنی کے لحاظ سے ہیں اس پر صلوٰۃ کہا اور لفظ آل کا ذکر اس لئے کیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از امتیوں میں ۱۲ آپ پر صلوٰۃ اور آل پر بھی ذکر کرنا ہے اور لفظ اجمعین تاکید ہے اس میں روافض کی تردید ہے کیونکہ وہ بعض صحابہ پر صلوٰۃ نہیں بھیجتے اور بعض پر بھیجتے ہیں اسی طرح خوارج کی بھی تردید ہے کیونکہ وہ آل سے دشمنی رکھتے ہیں اس لئے وہ ان کے لئے دعا نہیں کرتے۔

از درایۃ النحو ۱۲ ۔ سہ ۵ بیہ ذہن ہے ورنہ بعض افراد از ذوی العقول کہ انسان باشند تغلیب آں بر غیر خود ۱۲

قولہ مبوبا ومفصلا بعبارۃ واضحۃ ای حرر من ابہام المسائل (ت) اس حال میں کہ باب وار باب اور فصل وار فصل کر کے میں لایا ہوں کھلی عبارت کے ساتھ باوجود لانے مثالوں کے ان مقاصد کے تمام مسئلوں میں بغیر درپے ہوئے دلیلوں اور علتوں کی طرف تاکہ مبتدی کے ذہن کو مسائل سمجھنے سے تشویش نہ ہو (ش) مبوبا ومفصلا میں واو اور صاد کا زیر پڑھا جائے اور ہر ایک باب تفعیل کا صیغہ اسم فاعل ہو تو اس صورت میں جمعت کی ضمیر متکلم سے دونوں حال ہوں گے اور اگر واو اور صاد کا زبر پڑھا جائے اور ہر ایک باب تفعیل کا صیغہ اسم مفعول ہو تو فیہ کی ضمیر مجرور سے دونوں حال ہوں گے ان سب دونوں صورتوں میں ظاہر ہے اور بعبارۃ کی با جمعت کے متعلق ہے عبارت کے لغوی معنی تفسیر اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کے ہیں اور اصطلاح کو بھی جو معانی پر دلالت کرنے والے ہیں عبارت کہتے ہیں اور واضحۃ صفت ہے عبارۃ کی اور فی جمیع جار مجرور ایراد کے متعلق ہے مسائل سے مراد قواعد ہیں مسائل مسئلۃ کی جمع ہے اس کے بعد ذی حرکت ما قبل کی طرف نقل ۔۔۔ ہیں جیسے ملک اصل میں ملأک تھا اور ملک میں قلب کیونکہ اصل میں مألک تھا جو الوک سے ماخوذ ہے بمعنی رسالت اور مسائلہا میں ضمیر یا مہمات کی طرف راجع ہے اور یا مختصر کی طرف ۔۔۔ مثلا کے مختصر کو مسائل کی تاویل میں لیا اور تمام مسائل (قواعد) کی مثالیں دیتے سے مراد اکثر کی مثالیں دینا ہے ورنہ بعض قواعد کی مثالیں مصنف نے ترک بھی کی ہیں لفظ ادلۃ دلیل کی جمع ہے ۔۔۔ اور دلائل ہیں کیونکہ ادلۃ جمع قلت ہے اور یہاں موضع کثرت ہے اور دلائل جمع کثرت ہے اور ادلہ بول کر دلائل مراد لینا درست ہے جب طرف قلت تردد ہو مراد اقرب ہے اور ادلہ میں ادلا تھا بروزن افعلۃ جس طرح اجنۃ جنین کی جمع ہے بمعنی پوشیدہ اور لفظ علل علت کی جمع ہے جیسے سہم اور ادلہ جمع ہے دلیل اور علت دونوں مترادف (باقی بر صفحہ ۵)

ے۲ قولہ ورتبتہ علےمقدمۃ وثلثۃ اقسام بتوفیق الملک العزیز العلام (ت) اور میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین قسموں پر مرتب کیا ہے اس بادشاہ کی توفیق سے جو نہایت غالب اور بہت جاننے والا ہے (ش) بعض نسخوں میں لفظ اقسام کے بعد و خاتمۃ بھی ہے یعنی اس مختصر میں ایک خاتمہ بھی ہے جس پر محشیوں نے کہا ہے کہ یہ لفظ خاتمۃ کا کاتب کی غلطی سے لکھ گیا ہے کیونکہ کتاب میں اس خاتمہ کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے. ترتیب کے معنی لغت میں ہر چیز کو اس کے مرتبہ میں رکھنے کے ہیں اور اصطلاح میں بہت سی چیزوں کو اس طرح کر دینے کے کہ سب پر ایک لفظ بولا جائے. اور توفیق کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کو اس کے مقصود خیر کے مطابق اسباب دیئے جائیں اور لفظ ملک کے معنی مالک ہے اور عزیز بمعنی غالب اور لفظ علّام عالم کا مبالغہ ہے ۱۲ ے۳ قولہ اما المقدمۃ الی قولہ وفیہا فصول ثلثۃ۔

(۴)

المبتدی عن فہم المسائل وسمّیتہ[۱] بھدایۃ النحو رجاء ان یھدی اللہ تعالیٰ بہ الطالبین ورتبتہ[۲] علیٰ مقدمۃ وثلثۃ اقسام وخاتمۃ بتوفیق الملک (بادشاہ) العزیز (غالب) العلام (دانا) امّا[۳] المقدمۃ ففی المبادی التی یجب تقدیمھا لتوقف المسائل علیھا وفیھا فصول ثلثۃ

علی وجہ البصیرۃ ۱۲

(ت) بہرحال مقدمہ پس ان مبادی کے بیان میں ہے جن کا پہلے ذکر کرنا واجب ہے مسائل کے ان پر موقوف ہونے کی وجہ سے اور اس میں تین فصلیں ہیں۔ (ش) جیسا کہ ہر علم کے لئے تین باتیں جن کو مبادی کہتے ہیں مقاصد سے پہلے جاننا ضروری ہے ایسے ہی اس علم میں بھی ضروری ہیں ایک تعریف دوسری غرض تیسرے موضوع اس لئے مصنف نے ان تینوں چیزوں کے بیان کے لئے مقدمہ کی شرط لگائی تاکہ اس کے تحت میں علم نحو کی تعریف اور اس کی غرض اور اس کا موضوع بیان کرے اور جس شی کے تحت میں یہ تینوں مضمون ذکر کئے جاتے ہیں اس کا نام مقدمہ ہوتا ہے. اور مقدمہ کے لغوی معنی اس جماعت کے ہوتے ہیں جو لشکر کے آگے چلتی ہے. یہ مقدمہ مقدمۃ العلم کہلاتا ہے اور ایک مقدمۃ الکتاب ہوتا ہے یعنی وہ الفاظ مخصوصہ جو مقاصد سے پہلے اس وجہ سے ذکر کئے جاتے ہیں کہ مقاصد کا ان سے ربط اور تعلق ہوتا ہے اور لفظ مبادی مبدأ کی جمع ہے ابتداء میں جو مضامین لائے جائیں ان کو مبادی کہتے ہیں. اور مسائل یعنی مقاصد کے ان پر موقوف ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان کو جان کر مسائل کا علم بہت اچھی طرح ہو سکے گا ایسا نہ ہوگا کہ جیسے انجان آدمی کسی راستہ میں جاتا ہے ۱۲- ع لفظ خاتمہ

(بقیہ صفحہ ۳) مترادف لفظ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اکثر مواقع میں دلیلوں کو ترک کیا ہے پس اگر کسی جگہ دلیل ذکر کر دی ہو تو حرج نہیں لفظ تشاؤش مجہول بھی ہو سکتا ہے اور معروف بھی اگر مجہول پڑھا جائے تو لفظ ذہن مرفوع ہوگا تاکہ نائب فاعل ہو جائے اور اگر معروف پڑھا جائے تو لفظ ذہن منصوب ہوگا تاکہ مفعول بہ ہو جائے کیونکہ اس صورت میں فاعل اس کے اندر ضمیر جس کا مرجع مختصر ہے اور لفظ مبتدی سے طالب علم مراد ہے لفظ مبتدی میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب کا درجہ ابتدائی مرحلہ ہے ۱۲

ع از طرف بینہ بر فہم مقلوب الاضافت ۔ ع۵ ا۔ محفوظ من الحشو والتطویل ۱۲ درایہ (متعلقہ صفحہ ہذا)

ے۱ قولہ وسمیتہ بہدایۃ النحو الی قولہ الطالبین (ت) اور میں نے اس مختصر کا نام ہدایۃ النحو رکھا ہے اس بات کی امید کر کے کہ اللہ تعالیٰ اس سے طالب علموں کو ہدایت بخشے (ش) لفظ رجاء مفعول لہ ہے سمیت کا اور یہی وجہ تسمیہ بھی ہے کہ مسبب کا وہ نام رکھ دیا جو سبب کا تھا کیونکہ کتاب ہدایت کا سبب ہے اور ہدایت کتاب کا مسبب ہے اور لفظ ہدایۃ مفعول اول کی طرف بذات خود متعدی ہوتا ہے اور مفعول دوم کی طرف کبھی بذات خود اور کبھی بذریعہ لام اور کبھی بذریعہ الی سب کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں ہدایۃ کے معنی اس دلالت کے ہیں جو مقصود تک پہنچا دے ۱۲

از قلم ناسخ ست کہ دریں کتاب

اثرے ازاں نیست ۱۲

الہامیہ ۔

فصل[1] النحو علمٌ باصولٍ يُعرف بها احوالُ اواخرِ الكلمِ الثلث من حيث الاعراب والبناء وكيفية تركيب بعضها مع بعضٍ والغرض[2] منه صيانة الذهن عن الخطأ اللفظي في كلام العرب وموضوعه[3] الكلمة والكلام فصل[4] الكلمة لفظ وضع لمعنى

۱ قولہ فصل النحو علم باصول یعرف بہا احوال اواخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضہا مع بعض (ت) یہ پہلی فصل ہے۔ نحو ایسے چند قاعدوں کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ تینوں کلموں کے اخیر کے حالات پہچانے جاتے ہیں باعتبار معرب ہونے اور مبنی ہونے کے اور نام ہے بعض کلموں کو دوسرے بعض کے ساتھ مرکب کرنے کی کیفیت کے جاننے کا۔ (ش) اصول اصل کی جمع ہے جیسے فصول فصل کی لغت میں اصل وہ شئے ہے جس پر دوسری شئے مبنی ہو اور اس کی طرف دوسری شئے کا وجود نسبت کیا جائے۔ اور اصطلاح میں ان کلی قاعدوں کا نام ہے جو اپنے ماتحت جزئیات پر منطبق ہوں۔ اور قاعدہ اور قانون اور ضابطہ بھی اصل کے ہم معنی ہیں۔ لفظ علم باصول بمنزلہ جنس کے ہے اور جب کہا یعرف بہا احوال اواخر الکلم الثلث تو نحو اور صرف کے ماسوا سب علوم نکل گئے اور تینوں کلموں سے مراد اسم، فعل اور حرف ہے۔ اور جب کہا من حیث الاعراب والبناء تو علم صرف نکل گیا۔ اور اعراب وبناء احوال کا بیان ہے اور کیفیۃ ترکیب الخ کا عطف لفظ اصول پر ہے لہذا اس کو مجرور پڑھنا چاہئے اور حالات پہچانے سے تمام حالات کا جاننا مراد ہے اور تمام حالات جاننے سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ جس کے ذریعہ

ے تمام حالات جان سکے ۱۲ قولہ والغرض منہ صیانۃ الذہن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب (ت) علم نحو سے غرض ذہن کو بچانا ہے لفظی خطا سے کلام عرب میں (ش) منہ کی ضمیر علم نحو کی طرف راجع ہے غرض سے وہ سبب مراد ہے جس کے لئے فاعل سے کوئی فعل سرزد ہو صیانۃ الذہن میں صیانت کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور خطا کو لفظی کے ساتھ مقید کرنے سے خطاء معنوی اور خطاء فکری نکل گئی۔ خطاء معنوی سے علم معانی و بیان بچاتا ہے اور خطاء فکری سے علم منطق اسی سے علم نحو کی شرافت ظاہر ہو گئی کیونکہ قرآن کریم اور حدیث نبوی کے معانی اور مطالب صحیحہ کا سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ عبارت غلط نہ ہو اور یہ بات علم نحو ہی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ عبارت صحیح ہے یا غلط علم نحو کو علم نحو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ابو اسود دؤلی نے جب کسی کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا تو حضرت علیؓ سے کہا میں عربی زبان کے لئے ایک میزان تیار کرنا چاہتا ہوں تاکہ عرب میں پڑھی جائے اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انح نحوہ یعنی اس طرف قصد کرنا چاہئے اور ایک نام اس کا علم اعراب بھی ہے ۱۲ قولہ وموضوعہ الکلمۃ والکلام (ت) اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔ (ش) چونکہ نحوی کلمہ اور کلام کے احوال اعراب وبنا اور ان کے متعلقات سے بحث کرتا ہے اور یہ احوال کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ ہیں لہذا یہ دونوں چیزیں یعنی کلمہ اور کلام علم نحو کے موضوع قرار پائے اور جب دو چیزیں کسی ایک امر میں شریک ہوں تو وہ ایک علم کا موضوع بن سکتی ہیں موضوع ہر علم کا وہ شئے ہوتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس میں بحث کی جائے ۱۲ قولہ فصل الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد (ت) کلمہ ایک لفظ ہے جو کسی معنی مفرد کیلئے وضع کیا ہو (ش) چونکہ کلمہ کلام کا جزء ہوتا ہے اس لئے کہ کلام دو کلموں سے بنتا ہے اور جزء کل سے پہلے ہوتا ہے لہذا مصنف نے پہلے کلمہ کی بحث شروع کی الکلمۃ پر الف لام جنس کا ہے نہ عہدی نہ استغراقی اور تاء جو اس میں وحدت کی لگی ہوئی ہے وہ الف لام جنسی ہونے کی منافی نہیں کیونکہ وحدت جنسی اس کثرت کے منافی نہیں جو جنس میں ہوتی ہے البتہ وحدت شخصی کثرت جنسی کے مخالف ہے اور وہ یہاں مراد نہیں اس لئے بولتے ہیں کہ یہ واحد جنسی ہے جس طرح بولتے ہیں کہ یہ واحد نوعی ہے معلوم ہوا کہ واحد نوعی اور واحد جنسی محال نہیں اور لفظ لفظ میں تاء نہ لائے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ یہ لفظ جنس ہے جو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے اگر کوئی کہے کہ مبتدا خبر میں مطابقت نہیں ہوئی کیونکہ الکلمۃ مونث ہے اور لفظ مذکر تو جواب یہ ہے کہ لفظ مصدر ہے اس میں مذکر اور تانیث سب برابر ہے پھر لفظ بہ نسبت لفظۃ کے مختصر ہے اور لفظ کے لغوی معنی پھینکنے کے ہیں جیسے لفظت الرحیٰ الدقیق چکی نے آٹا پھینکا اور اصطلاح میں اس آواز کو کہتے ہیں جو حروف کے مخارج پر اعتماد کرتی ہے اور بقول بعض ما یتلفظ بہ الانسان کو خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً مہمل ہو یا موضوع مفرد ہو یا مرکب اور ما یتلفظ بہ الانسان کے یہ معنی ہیں کہ انسان جس چیز کا تلفظ کرے اس لئے کلمات الٰہیہ اور کلمات ملائکہ اور کلمات جن وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور وضع کے لغوی معنی کسی چیز کو اس کے خیز میں رکھنے کے ہیں اور اصطلاح میں کسی شئی کو دوسرے شئی کے لئے متعین کرنا اس طرح کہ جب پہلی چیز کو بولا جائے یا محسوس کیا جائے تو دوسری شئے سمجھی جائے خواہ وہ از قبیل کلام ہو یا غیر کلام جیسے انگلیوں کا عقد گنتی پر دلالت کرتا ہے اور جب (باقی بر صفحہ آئندہ)

(متعلقہ صفحہ ہذا) لے قولہ وہی منحصرۃ فی ثلثۃ اقسام اسم وفعل وحرف (ت) اور وہ تین قسموں میں منحصر ہے ایک اسم دوسرا فعل تیسرا حرف (ش) اگر کوئی اعتراض کرے کہ ضمیر ہی کا مرجع اگر کلمہ باعتبار لفظ ہے تو یہ تقسیم درست نہیں کیونکہ الکلمۃ عبارت ہیں اسم ہے اس لئے کہ اس پر الف لام داخل ہے لہٰذا تقسیم شئے اپنے نفس اور اپنے قسیم کی طرف لازم آتی ہے اور اگر اس کا مرجع کلمہ کے معنی ہیں تو واجب تھا کہ ضمیر کو لاتے جاتی کیونکہ کلمہ کے معنی مذکر ہیں جواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر کا لفظ کلمہ ہی ہے مگر باعتبار معنی کے لہٰذا ضمیر کا مذکر لانا درست نہیں اور لفظ اسم فعل وحرف میں حرکت زیر بھی پڑھ سکتے ہیں اور پیش بھی زیر تو اس وجہ سے کہ یہ تینوں معطوف معطوف علیہ مل کر ثلثۃ اقسام سے بدل ہو جائیں اور پیش اس وجہ سے کہ ہر ایک خبر ہو مبتدا محذوف کی اصل میں عبارت یوں تھی اولہا اسم وثانیہا فعل وثالثہا حرف یا ہی مبتدا محذوف مانی جائے جس کا مرجع ثلثۃ اقسام ہے مگر بہتر بدل ٹھہرانا ہے کیونکہ اس میں حذف نہیں ماننا پڑتا۔ ۱۲

٦

مُفْرَدٌ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِي ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا غَيْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَعْنِي

سے قولہ لانہا اما ان لا تدل علی معنی فی نفسہا وہو الحرف (ت) اس لئے کہ وہ کلمہ یا یہ کہ دلالت نہ کرے گا ایسے معنی پر جو کلمہ کی ذات میں ہیں اور وہ تو حرف ہے (ش) اگر کوئی اعتراض کرے کہ لانہا انہا میں انکی ان لا تدل خبر ہے اور اس کا خبر بنانا صحیح نہیں کیونکہ ان لا تدل مصدر ہے اور ان کا اسم ضمیر ہا ہے جس کا مرجع کلمہ ہے اور وہ ذات ہے اور مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں تو جواب یہ ہے کہ کلمہ اما کے بعد من صدقہا محذوف ہے یا جو خبر مقدم ہے اور ان لا تدل مبتدا مؤخر ہے۔ مبتدا مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر ان کا خبر ہے اور من صدقہا کا حمل ان لا تدل پر درست ہے کیونکہ من صدقہا ثابت کے متعلق ہے یا ثبت کے اور دونوں صورتوں میں حمل درست ہے اس وجہ سے کہ ذات مع الوصف کا حمل ذات پر بھی ہو سکتا ہے اور ثبت کے ساتھ متعلق ہونے کی صورت میں جملہ فعلیہ بھی ہو سکتا ہے اس طرح کہ ان لا تدل ثبت کا فاعل ہو اور جملہ فعلیہ ہو کر ان کی خبر ہو ایسے ہی باقی دونوں قسموں میں سمجھو۔ ۱۲ سے قولہ او تدل علی معنی الی قولہ جل وعلم (ت) یا دلالت کرے گا کسی ایسے معنی پر جو کلمہ کی ذات میں ہیں اور اس کلمہ کے معنی تین زمانوں میں ایک زمانہ کے ساتھ متصل بھی ہوں گے اور وہ فعل ہے یا دلالت کرے گا ایسے معنی پر جو کلمہ کی ذات میں ہیں مگر اس کلمہ کے معنی کسی زمانہ کے ساتھ تینوں زمانوں میں سے متصل نہ ہوں گے اور وہ اسم ہے پس اسم کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ ایک کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے کہ کلمہ کی ذات میں ہیں در آں حالیکہ متصل نہ ہو کسی ایک زمانہ کے ساتھ تینوں زمانوں میں سے یعنی ماضی، حال اور استقبال میں سے مثلاً رجل اور علم (ش) کلمہ کی ذات میں معنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ اپنے معنی پر بالذات دلالت کرتا ہو اور ضم ضمیمہ کی حاجت نہ ہوتی ہو اس سے حرف نکل گیا کیونکہ اس کی دلالت اپنے معنی پر بالذات نہیں ہوتی بلکہ ضم ضمیمہ کی ضرورت پڑتی ہے اور لفظ غیر مقترن میں غیر با مجرور ہے اس وجہ سے کہ وہ معنی کی صفت ہے یا مرفوع ہے اس وجہ کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یا منصوب ہے اس وجہ سے کہ وہ معنی سے حال ہے اور معنی کے غیر مقترن بالزمان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ وضع کے اعتبار سے غیر مقترن ہو اگرچہ استعمال میں زمانہ لگ جائے جیسے زید ضارب عمرو الآن او غدا کہ اس میں ضارب کے ساتھ زمانہ استعمالاً لگا ہے نہ وضعاً اسم کی دو مثالیں اس وجہ سے دیں کہ ان میں سے پہلی مثال اسم جامد کی اور دوسری مصدر کی ہے ۱۲ عہ مرجع ضمیر کلمہ است وتذکیر آں بلحاظ خبر ۱۲

لے بقیہ صفحہ، جب وضع کے مفہوم میں معنی داخل ہیں تو وضع کے بعد معنی کہنا تجرید پر مبنی ہے وضع کے لفظ سے مہملات اور تمام وہ الفاظ نکل گئے جن کی دلالت معنی پر طبعی ہو جیسا کہ وضع کی تعریف میں جو حسن کا ذکر کیا گیا اس کی وجہ سے دال اربع وضع میں داخل ہو گئے اور للمعنی میں معنی مشدد کا تخفیف سے بمعنی قصد دیا گیا اور یا اسم مکان ہے بروزن مفعل بمعنی مقصد اور یا مصدر ہے جو مفعول کی جگہ رکھا گیا ہے جس طرح مسنوذ کی جگہ لفظ رکھ دیا گیا ہے اور جیسے بولا جاتا ہے ہذا الدرہم ضرب الامیر یعنی مضروبہ اور اصطلاح میں معنی وہ چیز ہے جو لفظ سے قصد کی جائے اور مفرد یا لفظ کی صفت ہے یا معنی کی اگر لفظ کی صفت ہو تو مفرد کی تعریف یہ ہے کہ اس کے جز کی دلالت اس کے معنی کے جز پر مقصود نہ ہو۔ اور اگر معنی کی صفت ہو تو تعریف یہ ہے کہ اس کے اوپر اس کے لفظ کی جز کی دلالت مقصود نہ ہو ۱۲ عہ زیرا کہ خلل معنوی از علم معانی و بیان میشود ۱۲ عہ چوں کلمہ خبر وکلام ست لہٰذا بر کلام مقدم شد ۱۲

اسم کا خاصہ اس سبب سے کہ اضافت تین باتوں میں سے کسی ایک بات کیلئے ہوتی ہے اور وہ تینوں باتیں اسم ہی کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا اضافت بھی اسم کے ساتھ خاص ہے اور وہ تینوں باتیں یہ ہیں ایک تعریف دوسری تخصیص اور تیسری تخفیف اور تینوں کا اسم کے ساتھ خاص ہونا ظاہر ہے۔ اور لام تعریف کا اسم پر داخل ہونا اس سبب سے ہے کہ معرفہ اسم ہی ہوتا ہے اور جر کا داخل ہونا اسم کا خاصہ اس وجہ سے ہے کہ مضاف الیہ کی علامت ہے اور مضاف الیہ ہونا اسم کے ساتھ خاص ہے اور تنوین سے مراد تنوین ترنم کے ماسوا ہے یعنی تنوین تمکن اور تنوین عوض تنوین تنکیر تنوین مقابلہ اور تنوین ترنم اسم فعل حرف سب میں پائی جاتی ہے اور تنوین کے اسم کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تنوین اپنے ما بعد سے انفصال چاہتی ہے اور فعل اپنے فاعل سے اتصال چاہتا ہے اور تثنیہ وجمع وتصغیر ہونا اسم کے ساتھ اس وجہ سے خاص ہے کہ فعل کی دلالت صرف ماہیت پر ہوتی ہے جو قلت اور کثرت سے خالی ہے اور تصغیر قلت پر دال ہے اور تثنیہ وجمع کثرت پر۔

۷

الماضي والحال والاستقبال كرجلٍ وعلمٍ وعلامةُ صحةِ
الإخبارِ عنه نحو زيدٌ قائمٌ والإضافةُ نحو غلامُ زيدٍ ودخولُ
لامِ التعريفِ كالرجلِ والجرِّ والتنوينِ نحو بزيدٍ والتثنيةُ و
الجمعُ والنعتُ والتصغيرُ والنداءُ فإنّ كلَّ هٰذه خواصُّ
الاسمِ ومعنى الإخبارِ عنه أن يكونَ محكومًا عليه لكونه فاعلًا
أو مفعولًا أو مبتدأً وسُمّي اسمًا لسموِّه على قسيمَيه لا لكونه
وسمًا على المعنى وحدُّ الفعلِ كلمةٌ تدلُّ على معنًى في

۵ قولہ ومعنی الاخبار الی قولہ وسما علی المعنی (ت) اور اسم کی خبر دینے کے معنی اس کا محکوم علیہ ہونا ہے مثلاً فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ یا مبتدا ہونا اور اسم کا نام اسم اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے دونوں قسموں سے بلند وفائق ہے نہ اس کے اپنے معنی پر علامت ہونیکی وجہ سے (ش) چونکہ اخبار عنہ کے لفظ سے متبادر یہ تھا کہ اسم کا خاصہ اس کا مخبر عنہ یعنی مبتدا ہونا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مسند الیہ ہونا مراد ہے خواہ وہ فاعل ہو یا مبتدا اس لئے اس کے معنی بیان کر دیئے اور وجہ تسمیہ اسم کی اس لئے بیان کی تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ مصنف نے بصریوں کا مذہب اختیار کیا ہے وہ یہ کہ اسم اصل میں سمو تھا جس کے معنی بلند اور اونچے ہونے کے ہیں اور اسم کا فعل وحرف پر غالب ہونا اس اعتبار سے ہے کہ وہ مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے اور کوفیوں کا مذہب اختیار نہیں کیا وہ یہ کہ اسم اصل میں وسم تھا جس کے معنی علامت کے ہیں۔ ۶ قولہ وحد الفعل کلمۃ الی قولہ نحو ضربت (ت) اور فعل کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہیں ایسے دلالت جو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ متصل ہو مثلاً ضرب یضرب اضرب اور علامت فعل کی اس کے مخبر بہ ہونے کا صحیح ہوتا ہے نہ مخبر عنہ۔ اور لفظ قد اور سین اور سوف اور جزم داخل ہونا اور ماضی مضارع کی طرف اس کی گردان ہونا اور اس کا امر یا نہی ہونا ضمیر بارز مرفوع کا متصل ہونا جیسے ضربتَ (ش) اگر کوئی اعتراض کرے کہ مضارع فعل سے خارج ہو گیا کیونکہ اس کے معنی دو زمانوں کے ساتھ متصل ہیں تو جواب یہ ہے کہ جب مضارع دو زمانوں کے ساتھ متصل ہو تو ایک کے ساتھ بھی ضرور متصل ہے کیونکہ دو کے ضمن میں ایک بھی موجود ہے اور اتصال سے وضعی اتصال مراد ہے لہٰذا جن افعال میں استعمال کے اعتبار سے زمانہ نہ ہو وہ فعل کی تعریف میں داخل رہیں گے خارج نہ ہوں گے کیونکہ وضع کے اعتبار سے ان میں بھی زمانہ موجود ہے جیسے نعم اور عسیٰ وغیرہ اور لفظ قد داخل ہونا فعل کا خاصہ اس سبب سے ہے کہ قد کا استعمال ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے آتا ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ اور کبھی مضارع کی تقلیل کے لئے جیسے ان الکذوب قد یصدق اور کبھی تحقیق مضارع کیلئے جیسے قد یعلم اللہ المعوقین الخ اور سین وسوف فعل کے ساتھ اس لئے خاص ہیں کہ ان کی وضع زمانہ استقبال کے لئے ہوتی ہے اور وضعی زمانہ فعل ہی میں ہوتا ہے اور جزم اس لئے خاص ہے کہ جزم کا مؤثر فعل کے ساتھ خاص ہے یعنی جازم اور ماضی (باقی برصفحہ آئندہ)

۱ قولہ وعلامۃ صحۃ الاخبار عنہ نحو زید قائم الی قولہ فان کل ہذہ خواص الاسم (ت) اور اسم کی علامت اس کی کوئی خبر دینے کا صحیح ہونا ہے جیسے زید قائم میں زید مخبر عنہ ہے یعنی مسند الیہ اور مضاف ہونا جیسے غلام زید میں غلام اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل۔ اور جر کا داخل ہونا اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید اور تثنیہ اور جمع ہونا اور صفت ہونا اور تصغیر ہونا اور منادیٰ ہونا کیونکہ یہ سب اسم کے خواص ہیں (ش) مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ اس وجہ سے ہے کہ فعل کی وضع اس لئے ہوتی ہے کہ مسند ہو پس اگر وہ مسند الیہ ہو جائے تو خلاف وضع لازم آتا ہے۔ اور مضاف ہونا

(بقیہ صفحہ) اور ماضی مضارع کی طرف گردان کے خاص ہونے کی وجہ ظاہر ہے اور ضمائر بارزہ مرفوعہ کے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ضمیریں فاعل کی ہوتی ہیں اور فاعل اگرچہ فعل کے فروع کا بھی ہوتا ہے مگر ضمیر بارزہ کو فعل کے ساتھ اس لئے خاص کردیا تاکہ فعل اور اس کی فروع برابر نہ ہو جاویں اور ضمیر مستتر کو عام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اخف اور اخصر ہوتی ہے لہذا وہ تعمیم کے ساتھ زیادہ لائق ہے ۱۲ عہ اے مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲ . . . .

(متعلقہ صفحہ ہذا) ؎ قولہ وتاء التانیث الساکنۃ الی قولہ فان کل ھذہ خواص الفعل (ت) اور تاء تانیث ساکن داخل ہونا جیسے ضربت اور تاکید کے دونوں نون (خفیفہ اور ثقیلہ) متصل ہونا کیونکہ یہ سب فعل کے خواص ہیں (ش) اور تاء تانیث ساکنہ فعل کے ساتھ اس لئے خاص ہے کہ وہ فاعل کے مونث ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا فعل کے ہی ساتھ خاص کردی گئی کیونکہ اسم فاعل وغیرہ یعنی شبہ فعل میں یہ کام تاء متحرکہ سے لے لیا جاتا ہے اور نون تاکید کے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نون حصول فعل مطلب کی تاکید کے لئے آتے ہیں اور خواص خاصہ کی جمع ہے اور خاصہ سے نحوی خاصہ مراد ہے یعنی جو کسی چیز کے ساتھ خاص ہو کہ اس کے غیر میں نہ پایا جائے ۱۲ ؎ قولہ ومعنی الاخبار بہ الی قولہ فعل الفاعل حقیقۃ (ت) اور مخبر بہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسند (محکوم بہ) ہو اور نام رکھا گیا ہے فعل اپنی اصل کے نام کے ساتھ اور وہ مصدر ہے کیونکہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہے (ش) مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں فعل مصدر کا نام ہے پھر اصطلاحی فعل کہنے لگے کیونکہ کبھی کل کا وہ نام رکھ دیتے ہیں جو جز کا ہوتا ہے اور لفظا باصلہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصنف کے نزدیک بصریوں کا مذہب مختار ہے وہ یہ کہ اشتقاق کے اعتبار سے مصدر فعل کی اصل ہے ۱۲ ؎ قولہ وحد الحرف کلمۃ الی قولہ من البصرۃ الی الکوفۃ (ت) اور حرف کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کلمہ کی ذات میں ہیں بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو کلمہ کے غیر میں ہیں جیسے لفظ من کہ اس کے معنی ابتداء ہیں اور کلمہ من اس پر دلالت نہیں کرتا مگر اس چیز کے ذکر کے بعد کہ جس سے ابتداء ہوئی ہے مثلا بصرہ اور کوفہ جیسا کہ تم کہو سرت من البصرۃ الی الکوفۃ سیر کی میں نے بصرہ سے کوفہ تک (ش) اپنے معنی پر جو کلمہ کے غیر میں ہوں دلالت کرنے کا

نفسها دلالة مقترنة بزمان ذلك المعنى كضرب يضرب اضرب وعلامته ان يصح الاخبار به لا عنه ودخول قد والسين وسوف والجزم والتصريف الى الماضي والمضارع وكونه امرا او نهيا واتصال الضمائر البارزة المرفوعة نحو ضربت وتاء التانيث الساكنة نحو ضربت ونوني التاكيد فان كل هذه خواص الفعل ومعنى الاخبار به ان يكون محكوما به ويسمى فعلا باسم اصله وهو المصدر لان المصدر هو فعل الفاعل حقيقة وحد الحرف كلمة لا تدل على معنى في نفسها بل تدل

(اے الثقیلۃ والخفیفۃ ۱۲)

مطلب یہ ہے کہ حرف کے معنی تو خود حرف میں ہیں مگر محض حرف ان پر دلالت نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے متعلق کو ذکر نہ کیا جائے۔ حرف کی اس تعریف پر ان اسماء کا اعتراض پڑتا ہے جو ہمیشہ مضاف ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مضاف الیہ کے محتاج ہیں جس طرح حرف محتاج ہے پس حرف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ حرف اپنی وضع کے اعتبار سے متعلق کا ذکر کا محتاج ہوتا ہے اور یہ اسماء جو لازمۃ الاضافۃ ہیں اپنی وضع کے اعتبار سے محتاج نہیں ہیں ایسے ہی اسم موصول اور اسم اشارہ اور ضمیر غائب کے اعتراضات کا بھی یہی جواب ہے ۱۲ عہ الذی ہو احد من الازمنۃ الثلثۃ ۱۲ عہ فائدہ از دیاد لفظ ان یصح مذکور ست فتذکر ۱۲ منہ
لہ جزم اثر جازم باشد و آں خاص بفعل بود پس اثر ش نیز مختص بفعل خواہد بود ۱۲ لہ اے باسم چیزے کہ فعل ازو مشتق باشد ۱۲
لہ پس تسمیہ بر سبیل حقیقت و اصالت باشد ۱۲ درایہ

ـ قولہ وعلامتہ ان لا یصح الاخبار الی قولہ ولا علامات الافعال (ت) اور حرف کی علامت یہ ہے کہ صحیح نہیں ہوتا خبر دینا اس کی اور خبر دینا اس کے ساتھ اور یہ کہ وہ قبول نہیں کرتا اسموں کی علامتوں کو اور نہ فعلوں کی علامتوں کو۔ ـ قولہ وللحرف فی کلام العرب فوائد الی قولہ انشاء اللہ تعالیٰ (ت) اور حرف کے لئے کلام عرب میں چند فائدے ہیں مثلاً دو اسموں میں ربط پیدا کرنا جیسے زید فی الدار۔ زید گھر میں ہے اور دو فعلوں میں ربط پیدا کرنا جیسے ارید ان تضرب۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو مارے۔ یا یہ ایک اسم اور ایک فعل میں ربط دینا جیسے ضربت بالخشبۃ میں کڑی سے مارا یا دو جملوں کے درمیان ربط کرنا جیسے ان جاءنی زید اکرمتہ یعنی اگر میرے پاس زید آئے گا تو میں اس کی عزت کروں گا۔ اور اس کے اور بھی فائدے ہیں جن کو تیسری قسم میں تو جان لے گا اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا

٩

عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ
لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ
وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ
وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَا يَصِحَّ الْاِخْبَارُ عَنْهُ وَلَا بِهٖ وَاَنْ لَا يَقْبَلَ عَلَامَاتِ
الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ وَلِلْحَرْفِ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ
كَالرَّبْطِ بَيْنَ الْاِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَالْفِعْلَيْنِ
نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تَضْرِبَ وَاسْمٍ وَفِعْلٍ كَضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ اَوِ
الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ اِنْ جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهٗ وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ
الَّتِيْ تَعْرِفُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ

(ش) پہلے کلام سے یہ بات سمجھ میں آئی تھی کہ کلام سے مقصود معنی سمجھانا ہے اور حرف اپنے معنی بتلانے میں مستقل نہیں تو شبہ ہوتا تھا کہ حرف کی وضع بے کار ہے لہٰذا اس شبہ کو دفع کرنے کے لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حرف کا استعمال بے فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ تھوڑے سے فائدے یہاں بھی بیان کر دیئے اور لفظ انشاء اللہ محض ادب اور اتباع سنت کے لئے لائے ہیں کیونکہ قرآن شریف میں بھی اس کے کہنے کا امر فرمایا ہے ارشاد ہے ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ۔ لفظ فوائد فائدہ کی جمع تکسیر ہے اور چونکہ یہ وزن جمع کثرت کا ہے۔ اس لئے اس کے یہاں لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حرف کے فائدے بہت سے ہیں ۱۲

ـ قولہ ویسمٰی حرفا لوقوعہ فی الکلام حرفا ای طرفا اذ لیس مقصودا بالذات مثل المسند والمسند الیہ۔ (ت) اور حرف کا نام حرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ کلام میں حرف یعنی کنارہ میں واقع ہوتا ہے نہیں ہوتا ہے حرف مقصود بالذات مسند اور مسند الیہ کے مانند (ش) یہ حرف کی وجہ تسمیہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ حرف کا لغوی معنی طرف (کنارہ) کے ہیں بولا جاتا ہے حرف الوادی (صحرا کا کنارہ) اور حرف میں بھی یہ بات موجود ہے کہ وہ کلام میں طرف یعنی ایک جانب ہوتا ہے مقصود بالذات مسند اور مسند الیہ نہیں ہوتا۔ لفظ طرفا منصوب ہے کیونکہ وہ حرف کی تفسیر ہے اور کلمہ حرفا ترکیب میں حال ہے اور مفسر و مفسر کا اعراب ایک ہی ہوتا ہے۔ اور حرفا وقوعہ کی ضمیر سے حال ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حرفا وقوع کی خبر ہو جب کہ وقوع کو افعال ناقصہ میں شمار کیا جائے ۱۲

ـ ای ابتداء الخبر فی المقید بالبصرۃ مثلا ولا ابتداء مطلقا ۱۲

لـه قوله الكلام الى قوله ويسمى جملة (ت) کلام ایک لفظ ہے جو متضمن ہو ایسے دو کلموں کو اسناد کے ساتھ اور اسناد نسبت کرنا ہے ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کی طرف اس طور پر کہ مخاطب پورا فائدہ بخشے کہ جب ہو اس پر سکوت صحیح ہو جیسے زید قائم اور قام زید اور کلام کا نام جملہ بھی رکھا جاتا ہے (ش) کلام کی تعریف میں لفظ جنس ہے کیونکہ مہملات اور مفردات اور مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ سب کو شامل ہے اور تضمن کلمتین فصل ہے کیونکہ اس سے مفردات نکل گئے اور بالاسناد کہنے سے مرکبات غیر کلامیہ نکل گئے اور بالاسناد میں باء سببیت کی ہے یعنی تضمنا حاصلا بسبب الاسناد اور ہو سکتا ہے کہ باء الصاق کی ہو یعنی تضمنا ملصقا بالاسناد اور فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ متکلم کا اس پر سکوت صحیح ہو اور مطلب یہ کہ اگر متکلم اس پر سکوت کرے تو بل طرف کے لئے کسی حالت میں اس کو خلا کا کہنے کا حق نہ ہو تب اسناد میں وہ جملہ بھی داخل ہے جو خبر یا صفت واقع ہو مثلا کسی نے کہا قائم رجل غلام عندی تو اس میں دو اسناد ہیں ایک قیام کا رجل کی طرف اور ایک عندی کا غلام کی طرف اور دونوں اسناد ایسے ہیں کہ جب متکلم ان پر سکوت کرے تو مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو یعنی ... انتظار نہ کرنا پڑے بخلاف ... سکوت کرنا صحیح نہیں بلکہ مخاطب کو مسند یا مسند الیہ کا انتظار رہتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اگر کوئی کہے کہ ضرب زید کلام نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس پر مخاطب کو مفعول کا انتظار باقی رہتا ہے علی ہذا القیاس ظرف زمان اور ظرف مکان کا تو جواب یہ ہے کہ انتظار سے مراد یہ ہے کہ مسند یا مسند الیہ کا انتظار باقی رہے اور ضرب زید کے بعد اس قسم کا انتظار باقی نہیں رہتا

سـه قوله فعلم ان الكلام الى قوله ولا بد للكلام منهما (ت) پس جان لیا کہ کلام موجود نہیں ہوتا مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اور نام رکھا جاتا ہے جملہ اسمیہ یا ایک فعل اور ایک اسم سے جیسے قام زید اور نام رکھا جاتا ہے جملہ فعلیہ اس لئے کہ نہیں پائے جاتے مسند اور مسند الیہ دونوں سوا ان دونوں صورتوں کے اور ان دونوں کا پایا جانا ضروری ہے (ش) مطلب یہ ہے کہ جب کلام میں اسناد کا ہونا ضروری ٹھہرا تو کلام کا پایا جانا صرف دو صورتوں میں منحصر ہو گیا کیونکہ ان کے ماسوا میں مسند اور مسند الیہ دونوں نہیں پائے جاتے بلکہ یا تو ان میں سے صرف ایک پایا جاتا ہے جیسے دونوں فعل یا ایک فعل یا ایک حرف ہونے کی صورت میں کیونکہ فعل ... اور ... حرف ... مسند الیہ ... ایک اسم اور ایک حرف ہونے کی صورت میں کہ اگر اسم مسند ہے تو صرف مسند اور مسند الیہ ہے تو صرف مسند الیہ پایا جائے گا اور یا ان میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا جیسے دونوں حرف کی صورت میں کہ نہ مسند ہو گا نہ مسند الیہ لفظ معا کے معنی جمیعا کے ہوتے ہیں اور یہ بوجہ ظرفیت کے منصوب ہے اور اس میں تنوین مضاف الیہ کے عوض کی ہے اصل میں کل واحد منہما مع صاحبہ تھا اور لابد میں بد کے معنی فراق کے ہیں۔ بولتے ہیں بدہ یبدہ بدا یعنی تو لابد کے معنی لافراق ہوئے اور یا بد کے معنی عوض کے ہیں یعنی لا عوض للکلام منہما اور بد اسم لا ہے اور اس کی خبر ثابت محذوف ہے پھر نحویوں کا اختلاف ہے کہ کلام جملہ کا مترادف ہے یا نہیں تو صاحب مفصل اور صاحب لباب کا قول یہ ہے کہ مترادف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کلام جملہ سے اخص ہے اور مصنف اور ابن حاجب کے میلان صاحب مفصل کے مذہب کی طرف ہے کیونکہ انہوں نے اسناد میں اس کے مقصود بالذات ہونے کی قید نہیں لگائی ۱۲

فی الکلامِ حرفًا ای طرفًا اذ لیس مقصودًا بالذات مثل المسندِ والمسندِ الیه **فصل** الکلامُ لفظٌ تضمّن کلمتین بالاسنادِ والاسنادُ نسبةُ اِحدَی الکلمتَین الی الاُخرٰی بحیث تُفیدُ المخاطَبَ فائدةً تامّةً یصحُّ السّکوتُ علیها نحو زیدٌ قائمٌ وقامَ زیدٌ ویُسمّٰی جملةً فعُلِمَ اَنّ الکلامَ لایحصُلُ الّا من اسمَین نحو زیدٌ قائمٌ ویُسمّٰی جملةً اسمیّةً او من فعلٍ واسمٍ نحو قام زیدٌ ویُسمّٰی جملةً فِعلیّةً اِذ لایوجدُ المُسنَدُ والمُسنَدُ الیه معًا فی غیرِهما ولابدّ للکلامِ منهما فان قیل قد نُوقِضَ بالنداءِ نحو یا زیدُ قُلنا حرفُ النداءِ قائمٌ مقامَ اَدعو واَطلبُ

عـه بجہت آنکہ جزو اولش اسم است ۱۲ درایہ عـه زیرا کہ جزو اول او فعل ست ۱۲ درایہ سـه قوله فان قيل الى قوله فلا نقض عليه (ت) ...

(متعلقہ صفحہ ہذا) ۱؎ قولہ واذا فرغنا الیٰ قولہ وخاتمۃ (ت) اور جب ہم مقدمہ سے فارغ ہو چکے تو چاہئے کہ تینوں قسموں کے بیان میں شروع ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور مدد دینے والا ہے پہلی قسم اسم کے بیان میں ہے اور اسم کی تعریف گزر چکی اور وہ معرب و مبنی کی طرف منقسم ہوتا ہے پس چاہئے کہ ہم اس کے احکام دو باب اور ایک خاتمہ میں بیان کریں (ش) اقسام ثلثہ سے مراد اسم فعل حرف ہیں اور اذا فرغنا میں اذا زمانہ ماضی کیلئے مستعمل ہوا ہے لفظ معرب اعراب سے ماخوذ ہے اور اعراب کے لغوی معنی آتے ہیں ایک ظاہر کرنا جیسے حدیث میں ہے الثیب تعرب عن نفسہا یعنی غیر کنواری عورت اپنے دل کی بات ظاہر کرے اور جیسے شعر ہے ۵؎ ولی ناکنوش تذرہ بغیرہا ﴿ واما حبابا اناناصل یعنی اور میں پرکا بیکرہ کرکے محبوب قذ درست کتہ بیکرتا ہوں اور کبھی میں محبوب کا تذکرہ صراحۃً کرتا ہوں دوسرے معنی فساد اور التباس دور کرنا جیسے عربت معدۃ جبکہ وہ فاسد ہوگئی ہو اور اعربت معدتہ جبکہ متکلم نے اس کے معدہ کا فساد دور کر دیا ہو اور لفظ مبنی اصل میں مبنوی تھا تعلیل سے مبنی ہوگیا جیسے مرمی اصل میں مرموی تھا، ۲؎ قولہ الباب الاول فی الاسم المعرب (ت) پہلا باب اسم معرب کے بیان میں (ش) معرب کا بیان مبنی سے پہلے لانے کی وجہ یہ ہے کہ الفاظ کی وضع معانی الضمیر کو ظاہر کرنے کے لئے ہوئی ہے [illegible] وغیرہ کا پہچان کا مدار اعراب پر ہے، ۳؎ قولہ وفیہ مقدمۃ الیٰ قولہ ففیہا فصول (ت) اس باب میں ایک مقدمہ اور تین مقصد اور ایک خاتمہ ہے بہرحال مقدمہ سو اس میں چند فصلیں ہیں (ش) فیہ کی ضمیر مجرور الباب الاول کی طرف راجع ہے اور مقدمہ کے لغوی معنی آگے کیا گیا یا آگے ہونے والا اس سے وہ مضمون مراد ہے جو کہ بحث مقاصد سے پہلے لایا جاتا ہے یہاں مقدمہ میں چار فصلیں مذکور ہونگی پہلی میں اسم معرب کی تعریف دوسری میں اس کا حکم تیسری میں اعراب کی تعریف چوتھی میں اسم معرب کے اقسام کا بیان ہوگا اور لفظ مقاصد مقصد کی جمع ہے بمعنی جائے قصد یا بمعنی مقصود ان میں سے پہلے مقصد میں مرفوعات اور دوسرے میں منصوبات اور تیسرے میں مجرورات کا بیان اور خاتمہ میں توابع کا بیان ہوگا لفظ مقاصد جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اگر کوئی کہے کہ اس عبارت میں شئے کا اپنے لئے ظرف ہونا لازم آتا ہے کیونکہ مقدمہ اور فصول ایک ہی چیز ہے تو جواب یہ ہے کہ مقدمہ سے مراد ما یتوقف علیہ الشروع فی المقصود یعنی ہر وہ چیز جس پر مقاصد علم میں شروع ہونا موقوف ہو عام ہے خواہ یہ فصول ہو یا کچھ اور اور فصول اس کا غیر ہیں کیونکہ وہ خاص مضامین ہیں لہٰذا المقدمہ عام اور

وهو الفعل فلا نقض عليه¹ وإذا فرغنا من المقدمة فلنشرع

في الأقسام الثلاثة والله الموفق والمعين القسم الأول

في الاسم وقد مر تعريفه وهو ينقسم إلى المعرب والمبني فلنذكر

أحكامه في بابين وخاتمة الباب الأول² في الاسم المعرب

وفيه³ مقدمة وثلاثة مقاصد وخاتمة أما المقدمة ففيها

فصول فصل⁴ في تعريف الاسم المعرب وهو كل اسم ركب

(بقیہ صفحہ ۱۰) پس اگر اعتراض کیا جائے کہ کلام کو دو قسم مذکور میں منحصر ہونا ندا کے ساتھ منقوض ہے جیسے یا زید تو ہم جواب دیں گے کہ حرف ندا ادعو یا اطلب کے قائم مقام ہے اور یہ ہر ایک فعل ہے لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں (ش) لفظ نوقض باب مفاعلت کا ماضی مجہول ہے اس کا نائب نقض ہے اور نقض کی نسبت اگر اجسام کیطرف کی جاتی ہے تو اس سے مراد جسم کی ترکیب کا خراب ہو جانا ٹوٹنا ہے اور اگر غیر اجسام کی طرف کی جاتی ہے تو مراد اس شئے کا مقصود سے خارج ہو جانا ہوتا ہے اور یہاں نقض کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے جو کلام کا انحصار صرف دو صورتوں میں کیا یہ صحیح نہیں کیونکہ ندا کی صورت میں صرف ایک حرف اور ایک اسم سے کلام موجود ہوگیا اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کلام فعل اور اسم ہی سے بنا ہے اور وہ ادعو اور اس کی ضمیر ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ پھر تو ظاہر صرف حرف یا سے بنا چاہئے کیونکہ وہی ادعو کے قائم مقام ہے زید کی ضرورت نہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ کلام صرف حرف یا سے تیار ہو جاتا ہے لیکن زید کی ضرورت اس طرح ہے کہ جس طرح ضربت زیدا میں زید کی ضرورت ہے، ۵؎ اے حصر کلام در دو قسم مذکور ۱۲

فصول خاص ہوئیں اس لئے شئے کا اپنے لئے ظرف ہونا لازم نہ آیا، ۴؎ قولہ فصل فی تعریف الاسم المعرب الیٰ قولہ اعنی الماضی (ت) فصل اسم معرب کی تعریف میں اور وہ ہر اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب کیا گیا ہو اور مبنی کے ساتھ مشابہت نہ رکھے مراد لیتا ہوں حرف اور امر حاضر اور ماضی (ش) لفظ معرب اعراب کا اسم مفعول ہے اعراب کے لغوی معنی ظاہر کرنے اور فساد دور کرنے ہیں چونکہ معرب میں اعراب ظاہر ہوتا ہے اس لئے مخاطب ترکیب کی غلطی اور فساد سے دور رہتا ہے گویا اسم معرب میں فساد ترکیب دور کر دیا گیا ہے نیز اس میں فاعل مفعول وغیرہ ہونا ظاہر کر دیا گیا ہے معرب ذات کلمہ اور اعراب کی اس کی صفت ہے معرب ہونے کا نام ہے اور ذات صفت سے پہلے ہوتی ہے اس وجہ سے معرب کی تعریف اعراب کی تعریف سے پہلے ذکر کی اگر کوئی کہے کہ تعریف لفظ کل کے ساتھ اہل منطق کے نزدیک بری سمجھی جاتی ہے کیونکہ کل سے اشارہ افراد کی طرف ہے اور تعریف ماہیت اور حقیقت کی ہوتی ہے نہ افراد کی جواب یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے لیکن کتب نحو کے مصنف اہل منطق کی طرح تعریفات میں توجہ ضروری نہیں جانتے صرف اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ الفاظ کے معانی اور ان سے جو کچھ مقصد ہے وہ سمجھ میں آجائے (باقی بر صفحہ آئندہ)

سے کا اسم مبنی نہیں ہوتا ہے جامع نہیں کیونکہ لفظ کاین مبنی اصل یعنی حرف کاف کو متضمن ہے اور لفظ نزال مبنی اصل یعنی انزل امر کے موقع میں واقع ہے اور لفظ یومئذ مبنی اصل حرف کی طرف مضاف ہے پس مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہیں ہے لہذا لازم آتا ہے کہ یہ سب الفاظ معرب ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے جواب یہ ہے کہ مشابہت سے مراد مناسبت ہے اور مناسبت ان سب صورتوں کو شامل ہے یعنی خواہ مشابہت ہو یا تضمن یا مبنی کے موقع میں واقع ہونا یا مبنی کی طرف مضاف ہونا مبنی اصل میں مبنی کی اضافت اصل کی طرف بیانیہ ہے یعنی وہ مبنی جو مبنی ہونے میں اصل ہے اگر کوئی کہے کہ معرب کی تعریف مرکب کے ساتھ صحیح نہیں کیونکہ معرب قسم ہے اسم کی اور اسم کلمہ کی اور کلمہ مفرد ہی ہوتا ہے نہ مرکب تو جواب یہ ہے کہ مرکب کے دو معنی آتے ہیں ایک وہ کلمہ جو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملایا گیا ہو دوسرے مجموعہ کلمتین اور یہاں مرکب سے پہلے معنی مراد ہیں اور کلمہ کے افراد

۱۲

مع غيره ولا يشبه مبنيّ الاصل اعني الحرف والامر الحاضر والماضي نحو زيدٌ في قام زيدٌ لا زيدٌ وحده لعدم التركيب ولا هؤلاء في قام هؤلاء لوجود الشبه ويسمّى متمكنًا فصل حكمه ان يختلف اٰخره باختلاف العوامل اختلافًا لفظيًا نحو جاءني زيدٌ ورأيتُ زيدًا

(حواشی: اے بالحرف ۱۲ — تمكنه للاعراب ۱۲ — اے بسبب ۱۲ — اعم من ان يكون حقيقة او حكما ۱۲)

کے منافی دوسرے معنی ہیں نہ پہلے اور مبنی اصل تین چیزیں ہیں ان میں سے امر کو حاضر کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ امر غائب بالاجماع معرب ہے اور جملہ میں اختلاف ہے بقول بعض یہ بھی مبنی اصل ہے اور بقول بعض مبنی اصل کی فرع اور شیخ رضی کا یہ قول ہے کہ جب تک کسی کا عامل نہ مقرر کیا جائے اس وقت تک وہ نہ معرب ہے نہ مبنی کیونکہ اعراب (معرب ہونا) اور بناء (مبنی ہونا) کلمہ کے عوارض سے ہیں نہ کلام کے ۱۲

(متعلقہ صفحہ ہذا) ۱ قولہ نحو زید في قام زید لا زید وحدہ الی قولہ ویسمی متمکنا (ت) جیسے لفظ زید قام زید میں نہ تنہا زید بوجہ پائی جانے مشابہت کے اور معرب کا نام متمکن بھی کہا جاتا ہے (ش) نحو زید خبر ہے مبتدا محذوف کی یعنی ہو نحو زید اور ہو ضمیر ہے جو اسم معرب کی طرف راجع ہے اور لفظ زید مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی اگر مرفوع پڑھا جائے تو یہ رفع اعراب حکائی ہوگا اور دونوں صورتوں میں زید موصوف اور فی قام زید الکائن کی متعلق ہو کر اس کی صفت ہے اور وحدہ حال ہے بمعنی موحدا اور لا زید میں زید ذو الحال ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وحدہ انفرادا کے معنی میں ہو کر مفعول مطلق ہو فعل محذوف کا یعنی ینفرد انفرادا اور لا زید لفظ نحو پر معطوف ہے ایسے ہی لا ہؤلاء فی قام ہؤلاء کی ترکیب ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اسم اس وقت تک معرب نہیں ہو سکتا جب تک اس میں دو شرطیں نہ ہوں ایک اس کا دوسرے کلمہ کے ساتھ مرکب ہونا دوم اس کا مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھنا اگر ان میں سے ایک جزء بھی موجود نہ ہوگا تو معرب نہ ہوگا معرب کا نام متمکن اس وجہ سے رکھتے ہیں کہ تمکن کے معنی جگہ دینے والے کے ہیں اور معرب بھی اعراب کو جگہ دیتا ہے اس کے بالمقابل مبنی کو غیر متمکن بھی کہتے ہیں اور امکن اس اسم معرب کو کہتے ہیں جو منصرف بھی ہو اور متمکن منصرف اور غیر منصرف دونوں کو عام ہے ۱۲

(بقیہ صفحہ) اور لفظ کل لانے سے بھی حاصل ہے پھر جو کہ لفظ کل اسم بمنزلہ جنس ہے کیونکہ وہ معرب اور مبنی دونوں کو شامل ہے اور مرکب مع غیرہ فصل ہے اس سے وہ تمام اسماء مبنیہ نکل گئے جو دوسرے کلمہ کے ساتھ مرکب نہ ہوں جیسے اسماء اصوات مثلاً غاق وغیرہ اور جیسے اسماء عدد مثل واحد اثنان ثلث وغیرہ اور جیسے اسماء معدودہ مثل لفظ زید یا عمرو وغیرہ وغیرہ اور جیسے حروف تہجی مثلاً الف با تا وغیرہ اور ترکیب سے مراد یہ ہے کہ اسم اپنے غیر کے ساتھ ایسے ترکیب پایا ہو کہ اس میں اس کا عامل بھی موجود ہو خواہ ملفوظاً چنانچہ غلام زید میں غلام بسکون میم مبنی اور جاء زید میں زید بسکون دال معرب ہے ابن حاجب اور مصنف دونوں کا یہی مذہب ہے البتہ علامہ زمخشری کا اس میں اختلاف ہے ترکیب سے نہ تو ترکیب تام مراد ہے ورنہ مسند مسند الیہ کے سوا اور کسی ترکیب میں معرب کا وجود ہی نہ ہوگا اور نہ یہ مراد ہے کہ کلمہ خود اپنے عامل کے ساتھ ترکیب دیا جائے ورنہ مبتدا اور خبر معرب نہ ہو سکیں گے اس لئے کہ جب دونوں میں عامل ابتداء مانا جائے تو ترکیب عامل کے ساتھ نہ ہوگی البتہ اگر ہر ایک دوسرے میں عامل مانا جائے تب معرب ہو سکیں گے اور ترکیب کے یہی معنی ہم نے مراد لئے اس کی بنا پر مبتدا خبر دونوں صورتوں میں معرب ہو سکتے ہیں اور اس کے کہنے سے کہ لا یشبہ مبنی الاصل وہ تمام مبنیات نکل گئے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہوں اگرچہ مرکب مع الغیر بھی ہوں جیسے قام ہؤلاء میں ہؤلاء مرکب مع الغیر ہے مگر چونکہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہے اس وجہ سے مبنی ہے

۵ قولہ فصل حکمہ ان یختلف آخرہ الی قولہ ومررت بموسیٰ (ت) معرب کا حکم یہ ہے کہ مختلف ہو جاتا ہے اس کا آخر عاملوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہونا لفظی جیسے جاءنی زید ورأیت زیدا ومررت بزید آیا میرے پاس زید اور دیکھا میں نے زید کو اور گذرا میں زید کے ساتھ یا مختلف ہونا تقدیری جیسے جاءنی موسیٰ ورأیت موسیٰ ومررت بموسیٰ آیا میرے پاس موسیٰ اور دیکھا میں نے موسیٰ کو اور گذرا میں موسیٰ کے ساتھ (ش) جب مصنف اسم معرب کی تعریف سے فارغ ہوئے تو اب اس کے حکم کا بیان شروع کیا اور حکمہ میں اضافت حکم کی اسم معرب کی طرف اضافت بمعنی لام ہے جو ادنیٰ ملابست کے لئے ہوتی ہے یعنی حکم جس کو اسم معرب کے ساتھ (باقی بر صفحہ)

جیسے من استفہامیہ کے آخر کا اختلاف مثلاً من اشکمد او من الرجل اور عوامل عامل کی جمع ہے اور ان کے اختلاف سے عمل میں مختلف ہونا مراد ہے کہ ایک رفع دوسرا نصب تیسرا جار ہو اور عوامل اگرچہ جمع ہے مگر یا ما فوق الواحد کے معنی میں ہے یا الف لام اس پر جنس کا ہے لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ کم سے کم تین عامل ہوں اور اختلافاً لفظیاً موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہے اور اختلاف لفظی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے جاءنی زید الخ اور یا حکمی جیسے رأیت احمد و مررت باحمد کہ ان میں آخر معرب کا حکماً مختلف ہے۔ ایسے ہی اختلاف تقدیری بھی عام ہے خواہ حکماً ہو جیسے جاءنی موسیٰ الخ اور یا حقیقۃً مثلاً جاءنی عصا رأیت عصا و مررت بعصا اسی طرح اعراب بالحروف میں بھی یہ چاروں قسمیں جاری ہیں غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں اور معرب کی تعریف میں مصنف نے جمہور کا خلاف کیا ہے جس طرح شیخ ابن حاجب نے بھی جمہور کا خلاف کر کے معرب

۱۴

وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ جَاءَنِيْ مُوْسٰى وَرَأَيْتُ مُوْسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى اَلْاِعْرَابُ مَا بِهٖ يَخْتَلِفُ اٰخِرُ الْمُعْرَبِ كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٍ وَنَصْبٍ وَجَرٍّ وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اَوْ جَرٌّ وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَ الْحَرْفُ الْاَخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ

کی تعریف یہ بیان کی ہے المعرب المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معرب کی مشہور تعریف میں یعنی ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل دور لازم آتا ہے جیسے غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے ۱۲ **سلہ** قولہ الاعراب ما بہ یختلف الیٰ قولہ او نصب او جر (ت) اعراب وہ شے ہے کہ جس کے سبب مختلف ہوتا ہے آخر معرب کا جیسے ضمہ (پیش)، فتحہ (زبر)، کسرہ (زیر) اور واو اور الف اور یا اور اعراب اسم کے تین قسم پر ہیں رفع نصب جر اور عامل وہ شے ہے جس کے سبب رفع یا نصب یا جر ہو (ش) چونکہ معرب کی تعریف میں مصنف نے ابن حاجب صاحب کی موافقت کی تھی اس لئے اعراب کی تعریف بھی ان ہی کے مطابق کی اور الاعراب ما بہ میں با سببیت کی ہے اور سببیت سے سبب قریب مراد ہے تاکہ عوامل اور مقتضی نکل جائے اور اس سے مراد حرف یا حرکت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اختلاف آخر معرب کا بغیر دو حرکتوں کے نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا لازم آیا کہ پہلی حرکت اعراب نہ ہو تو جواب یہ ہے کہ پہلی حرکت سے بھی اختلاف آخر کا ہوا ہے کیونکہ اس حرکت سے پہلے آخر حرف ساکن تھا۔ اور یختلف آخر المعرب کہنے سے غلامی اور اس کے امثال کی حرکت آخر نکل گئی کیونکہ اس سے آخر مبنی کا مختلف ہوا ہے نہ آخر معرب کا کیونکہ یائے متکلم کا حرف جو اسم مضاف ہوتا ہے وہ مبنی ہوتا ہے رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تلفظ کے وقت نیچے کا ہونٹ

(بقیہ صفحہ ۱۱) اسم معرب کے ساتھ تعلق نہ اس مناسبت سے کہ وہ حکم اسم معرب میں واقع ہوتا ہے اور یختلف آخرہ میں مضاف محذوف ہے یعنی یختلف صفۃ آخرہ کیونکہ دیکھئے آخر کی صفت مختلف ہوتی ہے نہ خود آخر اس سے غیر آخر کا اختلاف خارج ہو گیا جیسے لفظ امرء کی را تینوں حالتوں میں مختلف ہوتی ہے تو یہ معرب کا حکم نہیں مثلاً جاءنی امرء اور رأیت امرأ اور مررت بامرئ میں را پہلے جملہ میں مرفوع اور دوسرے میں منصوب تیسرے میں مجرور اس لئے کہ را اعراب میں ہمزہ کی تابع ہے اور باختلاف العوامل سے آخر کا وہ اختلاف نکل گیا جو عوامل کے اختلاف کے سبب نہ ہو کیونکہ وہ بھی معرب کا حکم نہیں ہے۔

اونچا ہو جاتا ہے اور نصب کو نصب اس وجہ سے کہ اس کے تلفظ کے وقت دونوں ہونٹ اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور جر کو جر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا عامل فعل اسم کی طرف کھینچ کر لیتا ہے مصنف نے عامل کی تعریف میں مصنف کافیہ سے اختلاف اس وجہ سے کیا کہ عامل کی جو تعریف مصنف کافیہ نے کی ہے یعنی العامل ما بہ یتقوم المعنی الخ اس پر جامع مانع ہونے کا اعتراض پڑتا ہے گو اس کا جواب بھی دیا گیا ہے ۱۲ **سلہ** قولہ ومحل الاعراب من الاسم الیٰ قولہ محل الاعراب (ت) اور اسم میں مقام اعراب کا حرف آخر ہوتا ہے تمام کی مثال مثل قام زید میں ہیں کیونکہ قام عامل ہے اور زید معرب اور ضمہ اعراب اور دال مقام اعراب (ش) اور محل الاعراب کے ساتھ اسم کی قید اس لئے لگائی کہ یہاں اسم ہی کا بیان ہے ورنہ فعل مضارع میں بھی محل اعراب اخیر حرف ہی ہوتا ہے عبارت میں فقام تا دال لفظ مرکب مبتدا ہے اور اس پر فا تفصیلیہ اس اعتبار سے آگئی کہ یہ تفسیر ہے اور تفسیر مفسر کے بعد میں ہوتی ہے ۱۲

سلہ قولہ واعلم انہ لایعرب الیٰ قولہ انشاء اللہ تعالیٰ (ت) اور جاننا چاہیئے کہ کلام عرب میں معرب نہیں ہوتا مگر اسم متمکن اور فعل مضارع عنقریب آجائے گا حکم فعل مضارع کا دوسری قسم میں انشاء اللہ تعالیٰ (ش) لفظ اعلم شروع کلام میں سامع کو شوق دلانے اور کلام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے لایا کرتے ہیں۔ اور آنہ میں ضمیر ضمیر شان ہے اور اسم تمکن کو مضارع سے پہلے ذکر کرنا اس بنا پر ہے کہ وہ مضارع سے معرب ہونے میں اصل ہے پس معلوم ہوا کہ ان دو قسموں کے علاوہ سب مبنی ہیں اور مضارع بھی ہمیشہ معرب نہیں بلکہ جب اس میں نون تاکید یا نون جمع مونث کا نہ لگا ہو اور یہاں یہ قید اس لئے ذکر نہیں کی کہ بحث فعل میں ذکر کریں گے ۱۲ **سلہ** قولہ فصل فی اصناف الاعراب الاسم الیٰ قولہ بالمفرد المنصرف الصحیح (ت) فصل اقسام اعراب اسم کے بیان میں اور وہ کل نو قسمیں ہیں پہلی یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتح کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے مفرد منصرف صحیح کے ساتھ (ش) اعراب کی نو قسموں میں سے اس قسم کو سب سے پہلے لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قسم دو اعتبار سے اصل ہے پہلی یہ کہ اس کا اعراب بالحرکت ہے اور اصل اعراب میں یہی ہے کہ وہ حرکت کے ساتھ ہو اور اعراب بالحرف خلاف اصل ہے دوسری یہ کہ اس میں تینوں اعراب تین حرکتوں کے ساتھ ہیں اور اعراب میں اصل یہی ہے کہ وہ تین حرکتوں کے ساتھ ہو اور کوئی حرکت دوسری حرکت کے تابع نہ ہو اور یہ اعراب ان ہی اسماء کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسماء بھی بہ نسبت اپنے مقابلوں کے اصل ہیں مثلاً مفرد بہ نسبت تثنیہ و جمع کے اصل ہے اور منصرف بہ نسبت غیر منصرف کے اور صحیح بہ نسبت غیر صحیح کے اسی طرح قائم مقام صحیح بھی بہ نسبت غیر صحیح کے اصل ہے اور جمع مکسر بہ نسبت جمع سالم کے اصل ہے ۱۲ **سلہ** قولہ وہو عند النحاۃ الیٰ قولہ ودلو وظبی ورجال (ت) اور وہ نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے لفظ زید اور یہ اعراب خاص ہے جاری مجری صحیح کے ساتھ اور جاری مجرای صحیح وہ ہے کہ اس کے آخر میں واؤ یا یاء ہو جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو اور ظبی اور خاص ہے جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے

۱۴

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا يُعْرَبُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ اِلَّا الْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَ

الْفِعْلُ الْمُضَارِعُ وَسَيَجِيْءُ حُكْمُهٗ فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ اِنْ شَاءَ

اللّٰهُ تَعَالٰی **فَصْلٌ** فِيْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِيَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ

اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ

وَيَخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِيْحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ

مَا لَا يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ كَزَيْدٍ وَبِالْجَارِيْ مَجْرَى

الصَّحِيْحِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ يَاءٌ مَا قَبْلَهُمَا سَاكِنٌ

كَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ تَقُوْلُ

جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَدَلْوٌ وَظَبْيٌ وَرِجَالٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَدَلْوًا

رجال کہے گا تو جاءنی زید و دلو و ظبی و رجال اور رأیت زیدا و دلوا و ظبیا و رجالا اور مررت بزید و دلو و ظبی و رجال آیا میرے پاس زید اور ڈول اور ہرن اور مرد بہت سے اور دیکھا میں نے زید اور ڈول اور ہرن اور بہت سے مرد اور گذرا میں ساتھ زید اور ڈول اور ہرن اور بہت سے مردوں کے (ش) اور صحیح کی تعریف میں عند النحاۃ کی قید اس لئے لگائی کہ صرفیوں کے نزدیک صحیح کی تعریف اور ہے اور وہ یہ ہے کہ کلمہ کے فاء عین لام کے مقابلہ میں کوئی حرف علت یا ہمزہ یا دو حرف ایک جنس کے نہ ہوں اور نحاۃ ناح کی جمع ہے جس طرح قضاۃ قاضی کی ناح کا معنی علم نحو کے جاننے والا ہے چونکہ نحویوں کی غرض کلمہ کے آخر حرف سے متعلق ہوتی ہے اس لئے وہ اس کے اخیر میں حرف کو دیکھتے ہیں کہ اس میں حرف علت تو نہیں ہے اگرچہ وسط یا شروع میں ہو اور حرف علت تین ہیں واؤ یا الف انکو حرف علت اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور انکا نام حرف مد بھی ہے اس لئے کہ حرکت کے کھینچنے سے پیدا ہوتے ہیں زبر کھینچنے سے الف زیر کھینچنے سے یا پیش کھینچنے سے واؤ اور ان کا نام حرف لین بھی ہے اس لئے کہ یہ حروف سانس کے مانند نرم ہوتے ہیں

(بقیہ ۳) اور ان میں تفصیل یہ ہے کہ یہ تینوں حروف اصلی ہوں یا زائد اگر ساکن ہوں گے تو ان کا نام حروف لین ہوگا پھر اگر ان کے ماقبل کی حرکت ان کے موافق بھی ہوگی تو ان کا نام مدہ بھی ہوگا اس لئے کہ الف ہمیشہ مدہ ہی ہوگا کیونکہ وہ ہمیشہ ساکن اور ماقبل اس کا مفتوح ہوتا ہے اور واؤ اور یا کبھی مدہ و لین دونوں ہوتے ہیں اور کبھی صرف لین ہوتے ہیں [illegible] اور اگر یہ دونوں متحرک ہوں تو نہ یہ مدہ ہوں گے نہ لین بلکہ اپنی جگہ حرف صحیح کے مثل ہوں گے۔ (متعلقہ صفحہ ہذا) لے قولہ الثانی ان یکون الرفع الی قولہ ومررت بمسلمات (ت) دوسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب اور جر دونوں کسرہ کے ساتھ اور یہ دوسری قسم خاص ہے جمع مؤنث سالم کے ساتھ کہے گا تو ہن مسلمات اور رأیت مسلمات اور مررت بمسلمات وہ عورتیں مسلمان ہیں میں نے دیکھا مسلمان عورتوں کو میں گذرا مسلمان عورتوں کے ساتھ (ش) اس اعراب کو دوسرے مرتبہ میں اس وجہ سے رکھا کہ یہ ہر اعتبار سے اصل نہ رہا بلکہ صرف اعراب بالحرکۃ ہونے کے اعتبار سے اصل ہے مگر چونکہ ایک حرکت دوسری کے تابع کردی کہ اس میں نصب بھی زیر کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے یہ فرع ہو گیا اور یہ اعراب جمع مؤنث سالم کو اس وجہ سے دیا ہے کہ جمع مؤنث سالم جمع مذکر کی فرع ہے اور یہ قسم اعراب کی بھی فرع ہے اور السالم لفظ جمع کی صفت ہے نہ مؤنث کی اور جمع سالم کے معنی یہ ہیں کہ وہ جمع جس کے واحد کا وزن سالم ہو ایسے ہی جمع مکسر وہ ہے جس کے واحد کا وزن [illegible] کہ جمع کرنے میں مفرد توڑ دی گئی ہو اور جمع مؤنث سالم سے یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا واحد بھی مؤنث ہو بلکہ یہ ایسے کہ وہ جمع الف تا کے ساتھ لائی گئی ہو خواہ اس کا فرد مذکر ہی ہو مثلاً ضامنات ضامن کی جمع ہے اور خالیات کہ خالی کی جمع ہے نیز جمع مؤنث ہیں کیونکہ الف تا کے ساتھ لائے گئے ہیں اور اگر وہ جمع الف تا کے ساتھ نہ ہو اگرچہ اس کا واحد مؤنث ہو جمع مؤنث نہ ہوگا جیسے سنون کہ سنۃ کی جمع ہے جس کے معنی سال اور ظعن جمع ہے ظعینۃ کی [illegible] جمع مؤنث نہیں اور چونکہ جمع مذکر سالم میں فتحہ کو کسرہ کے تابع کیا تھا اس لئے اس میں بھی تابع کیا تاکہ فرع اصل کے خلاف نہ ہو جائے۔ ۲ قولہ الثالث ان یکون الرفع الی قولہ ومررت بعمر (ت) تیسری قسم یہ کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے عمر کہے گا تو جاءنی عمر رأیت عمر و مررت بعمر (ش) تیسرے مرتبہ کا اعراب غیر منصرف کو اس لئے دیا ہے کہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتا لہٰذا یہاں کسرہ کو فتحہ کے تابع کردیا اور کسرہ و تنوین نہ آنے کی وجہ غیر منصرف کے بیان میں آئے گی۔

١٥

فظبيا ورجالا ومررت بزيد ودلو وظبي ورجال الثاني ان يكون الرفع بالضمة والنصب والجر بالكسرة ويختص بجمع المؤنث السالم تقول هن مسلمات ورأيت مسلمات ومررت بمسلمات الثالث ان يكون الرفع بالضمة والنصب والجر بالفتحة ويختص بغير المنصرف كعمر تقول جاءني عمر ورأيت عمر ومررت بعمر الرابع ان يكون الرفع بالواو والنصب بالالف والجر بالياء ويختص بالاسماء الستة مكبرة موحدة مضافة الى غير ياء المتكلم وهي اخوك وابوك وهنوك وحموك وفوك وذو مال تقول جاءني اخوك ورأيت اخاك ومررت باخيك وكذا البواقي الخامس ان يكون

۳ قولہ الرابع ان یکون الرفع بالواو الی قولہ [illegible] (ت) چوتھی قسم یہ کہ رفع واؤ کے ساتھ اور نصب الف کے ساتھ اور جر یا کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے چھ اسموں کے ساتھ اس حال میں کہ وہ مکبر ہوں موحد ہوں مضاف ہوں غیر یاء متکلم کی طرف اور وہ چھ اسماء اخوک ابوک ہنوک حموک فوک ذو مال ہیں کہے گا تو جاءنی اخوک اور رأیت اخاک اور مررت باخیک ایسے ہی باقی اسماء خمسہ کو [illegible] پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ اور نصب و جر یا کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مفتوح ہو [illegible] اسماء ستہ [illegible] حرکت کے ساتھ ہوگا جیسے جاءنی اخیک [illegible] رأیت اخیک اور مررت باخیک [illegible] تثنیہ و جمع کے مطابق ہوگا جیسے جاءنی اخوان اور رأیت اخوین اور مررت باخوین اور جیسے جاءنی اخون اور رأیت اخین اور مررت باخین [illegible] اعراب حرکت کے ساتھ ہوگا جیسے جاءنی اخی [illegible]

مشابہت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے معانی میں دوئی ماخوذ ہے مثلاً بھائی بغیر دوسرے بھائی کے نہیں ہو سکتا باپ بغیر بیٹے کے نہیں ہو سکتا اسی طرح اِبی اُم سمجھو اور تثنیہ کا اعراب تو حرف کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے ان کا اعراب بھی حرف ہی کے ساتھ رکھا اور چونکہ حم عورت کی طرف کے رشتہ دار کو کہتے ہیں اس لئے اس کی اضافت ہمیشہ ضمیر مونث کی طرف ہوگی ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) ہے قولہ ویختص بالمثنی الی قولہ واثنین واثنتین (ف) اور یہ قسم خاص ہے تثنیہ اور لفظ کلا کے ساتھ اس حال میں کہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنان و اثنتان کے ساتھ کہے گا تو جاء نی الرجلان کلاہما و اثنان و اثنتان اور رأیت الرجلین کلیہما واثنین واثنتین اور مررت بالرجلین کلیہما واثنین واثنتین آئے میرے پاس دو مرد دونوں کے دونوں اور دو مرد اور دو عورتیں اور دیکھا میں نے دو مرد دونوں کے دونوں اور دو مرد اور دو عورتیں اور گذرا میں دو مردوں کے ساتھ دونوں کے دونوں اور دو مردوں اور دو عورتوں کے (ف) کلا کے بعد کلتا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس کا اعراب بھی یہی ہے کیونکہ کلتا کلا کی فرع ہے اور اثنان کے بعد اثنتان کو اس لحاظ سے ذکر کرنا چاہئے تھا مگر چونکہ اسماء اعداد کے احکام باقی اسماء کے برخلاف ہیں تو اگر اثنان کے بعد اثنتان کو ذکر نہ کرتا تو اثنتان میں شبہ رہتا کہ اس کا حکم اثنان کے مثل ہے یا اس کے خلاف لہٰذا اثنتان ذکر کر کے اس شبہ کو رفع کر دیا کلا اور کلتا کے ساتھ مضاف ہوئے ضمیر ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر یہ اسم مظہر کی طرف مضاف ہوگا تو اعراب تقدیری ہوگا جیسے جاءنی کلا الرجلین اور رأیت کلا الرجلین اور مررت بکلا الرجلین اور چونکہ لفظ کلا لفظاً مفرد ہے اس دلیل سے کہ اسکی طرف ضمیر واحد راجع ہو جاتی ہے دوسرے یہ جب اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس کا الف نہیں گرتا اس لئے اس کو تثنیہ سے الگ ذکر کیا اگرچہ معنیٰ تثنیہ ہے اور لفظ اثنان و اثنتان بھی لفظ کے لحاظ سے تثنیہ نہیں کیونکہ ان کا واحد کچھ نہیں اسی لئے اس کو بھی تثنیہ سے الگ کر کے بیان کیا ۱۲ **سے** قولہ السادس ان یکون الرفع الی قولہ واولو مال۔ (ف) چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو اور نصب وجر یاء کے ساتھ جس کا ماقبل مکسور ہو اور یہ قسم خاص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے مسلمون اور اولو کے ساتھ اور عشرون کے ساتھ مع اس کے اخوات کے کہے گا تو جاءنی مسلمون وعشرون واولو مال اور رأیت مسلمین وعشرین واولی مال آئے میرے پاس بہت سے مسلمان اور بیس اور مال والے اور دیکھا میں نے بہت سے مسلمانوں کو اور بیس کو اور مال والوں کو اور گذرا میں مسلمانوں کے ساتھ اور بیس کے ساتھ اور مال والوں کے ساتھ۔

۱۶

الرفعُ بالالف والنصبُ والجرُّ بالیاء المفتوحِ ماقبلُہا ویختصُّ بالمثنّٰی[لہ] وکلا مضافاً الٰی مضمرٍ واثنانِ واثنتانِ تقولُ جاءنی الرّجلانِ کلاہما واثنانِ واثنتانِ ورأیتُ الرّجلَین کلیہما واثنینِ واثنتینِ ومررتُ بالرّجلین کلیہما واثنینِ واثنتینِ السادسُ[سے] ان یکونَ الرفعُ بالواو المضمومِ ماقبلُہا والنصبُ والجرُّ بالیاءِ المکسورِ ماقبلُہا ویختصُّ بجمعِ المذکرِ السالمِ نحو مُسلمون واولو وعشرون معَ اخواتِہا تقولُ جاءنی مُسلِمونَ وعِشرونَ واولو مالٍ ورأیتُ

(بقیہ ص ۱۵) اور مررت باخ اور مضاف بھی غیر یاء متکلم کی طرف ہوں کیونکہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو اس وقت ان کا اعراب تقدیری ہوگا جیسے جاءنی اخی اور رأیت اخی اور مررت باخی فم (منہ) اب (باپ) اخ (بھائی) ہن (شرمگاہ) حم (دیور) ذو مال (مال والا) فم اصل میں فوہ تھا ہا کو حذف کر دیا پھر واو کو الف میم سے بدل دیا اور ذو کو مال کی طرف مضاف کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اسکی اضافت اسم ظاہر کی طرف ضروری ہے ان چھ ورا اسموں کو یہ اعراب اس لئے دیا ہے کہ یہ اسماء تثنیہ کے ساتھ

(ف) جمع مذکر سالم سے مراد وہ جمع ہے جو واؤ نون کے ساتھ ہو خواہ اس کا مفرد مونث ہو یا مذکر لہٰذا سنون کا اعراب بھی یہی ہوگا اور لفظ اولو لفظ ذو کی جمع ہے مگر مفرد کا لفظ جمع کے لفظ کا غیر ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جیسے امرأۃ کی جمع نساء آتی ہے کیونکہ واؤ نون کے ساتھ نہیں ہے اس لئے بعینہ جمع مذکر سالم نہیں ہے اور عشرون لفظاً جمع نہیں ہے مگر معنی کے لحاظ سے جمع ہے لفظاً جمع اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس کا کوئی مفرد نہیں کیونکہ اگر عشرۃ کو مفرد کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ عشرون کم از کم تیس کو کہیں اور اخوات سے مراد ثلثون اور اربعون اور خمسون وغیرہ ہیں اور تثنیہ وجمع مذکر کا اعراب بالحرف اس وجہ سے کیا گیا کہ وہ واحد کی فرع ہیں اور ان کے اخیر میں جو حرف ہے یعنی علامت تثنیہ وجمع وہ اعراب بننے کے قابل ہے لہٰذا اسی حرف کو اس کا اعراب ٹھہرا دیا تاکہ اس کا اعراب فرعی ہو جائے اور جب ان دونوں کا اعراب بالحروف رکھا تو دیکھو کہ حروف اعراب کتنے ہیں

لہذا تقسیم کر دیا کہ الف تو خاص تثنیہ کو دیا اور واؤ خاص جمع کو اور یا کو مشترک کر دیا مگر فرق یہ کر دیا کہ جمع میں اس کا ما قبل مکسور ہوگا اور تثنیہ میں ما قبل مفتوح ۱۲

(متعلقہ صفحہ ھذا) سلہ قولہ اعلم ان نون التثنیۃ الی قولہ ومسلمو امصرات) اور جاننا چاہئے کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور جمع سلامت کا نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور مضاف ہونے کے وقت دونوں نون گر جاتے ہیں جیسے جاءنی غلاما زید اور جاءنی مسلمو مصر (ش) لفظ ابدا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ہمیشہ کے معنی میں ہے یہاں ہمیشہ سے مراد تینوں حالتیں ہیں رفعی نصبی جری اس کی وجہ یہ ہے کہ تثنیہ جمع سے پہلے ہوتا ہے لہذا جب اس کے نون کو سکون کے بعد حرکت دی گئی تو کسرہ کی دی گئی اور نون جمع سالم کو فتح دیا کہ تاکہ تثنیہ اور جمع میں فرق ہو جائے اور ضمہ ثقل کی وجہ سے نہیں دیا گیا اور نون جمع السلامۃ کی قید سے نون جمع تکسیر کو خارج کر دیا کیونکہ وہ کبھی مکسور اور کبھی مضموم بھی ہوتا ہے جیسے شیاطین کا نون ۔

مسلمينَ وعشرينَ واولي مالٍ ومررتُ بمسلمينَ وعشرينَ و
اولي مالٍ واعلم انّ نونَ التثنيةِ مكسورةٌ ابداً ونونَ جمعِ
السلامةِ مفتوحةٌ ابداً وكلاهما تسقطانِ عندَ الاضافةِ
تقولُ جاءني غلاما زيدٍ ومسلمو مصرَ السابعُ ان
يكونَ الرفعُ بتقديرِ الضمةِ والنصبُ بتقديرِ الفتحةِ والجرُّ
بتقديرِ الكسرةِ ويختصُّ بالمقصورِ وهو ما في آخرهِ الفٌ
مقصورةٌ كعصا وبالمضافِ الى ياءِ المتكلمِ غيرَ جمعِ المذكرِ
السالمِ كغلامي تقولُ هذا عصا وغلامي ورأيتُ عصا

(بقیہ صفحہ ۱۶) اور تثنیہ و جمع کے اعراب چہ تین تثنیہ کے اور تین جمع کے پس اگر ہر ایک کا اعراب تینوں حرفوں کے ساتھ رکھتے تو التباس لازم آتا اور اگر تثنیہ کے ساتھ خاص کرتے تو جمع بے اعراب رہ جاتی اور اگر جمع کے ساتھ خاص کرتے تو تثنیہ بلا اعراب رہ جاتا

سکہ قولہ السابع ان یکون الرفع الی قولہ ومررت بعصا وغلامی الخ) ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ اور خاص ہے یہ قسم اسم مقصور کے ساتھ اور وہ اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے لفظ عصا اور خاص ہے اسم کے ساتھ جو یا متکلم کی طرف مضاف ہو اس حال میں کہ وہ غیر جمع مذکر سالم ہو مثلا غلامی کہے گا تو ہذا عصا وغلامی اور رأیت عصا وغلامی اور مررت بعصا وغلامی یہ لاٹھی ہے اور میرا غلام اور میں نے دیکھا لاٹھی کو اور اپنے غلام کو اور گذرا میں اپنے غلام اور لاٹھی کے ساتھ (ش) اسم مقصورہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ لفظوں میں موجود ہو جیسے العصا لام تعریف کے ساتھ یا محذوف ہو گیا ہو اجتماع ساکنین کی وجہ سے مثلا عصا کہ اس میں تنوین کے ساتھ الف ساکن کا التقاء ساکنین ہو گیا برخلاف العصا کے کہ اس پر الف لام کی وجہ سے تنوین نہیں آئی اور اسم مقصور پر لفظا اعراب اس وجہ سے دشوار ہے کہ اس کے آخر میں الف ہے جو ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور عصا کی صورت میں اگرچہ فی الحال الف موجود نہیں مگر مقدر ہے لہذا تینوں حالتوں میں اس پر اعراب تقدیری ہے اور یا متکلم کی طرف جو اسم مضاف ہو اس پر اعراب لفظی اس لئے نہیں آتا کہ اس اسم کا آخر حرف ما قبل یا ہونے کی وجہ سے مکسور ہو چکا لہذا اس پر اب کسی اور حرکت کے آنے کی گنجائش نہیں رہی۔ فتحہ اور ضمہ تو اس وجہ سے کہ یا کے ما قبل یہ حرکتیں آ نہیں سکتیں اور کسرہ اس وجہ سے کہ کسرہ اس پر پہلے سے موجود ہے اب دوسرا کسرہ آ نہیں سکتا اور علامہ جرجانی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اسم معرب ہی نہیں بلکہ مبنی ہے اور غیر جمع مذکر سالم کی قید اس لئے لگائی کہ اگر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم ہوگی تو اس کا اعراب آئندہ مذکور ہوگا ۱۲

عہ للفرق بینہما وبین نون التثنیۃ ۱۲ عہ نظیر سقوط نون تثنیہ وقت اضافت ۱۲

سہ حال من المضاف الی یاء المتکلم ۱۲

وغلامي ومررت بعصًا وغلامي [1] الثامن ان يكون الرفع بتقدير الضمة والجر بتقدير الكسرة والنصب بالفتحة لفظا ويختص بالمنقوص وهو ما في آخره ياء ما قبلها مكسور كالقاضي تقول جاءني القاضي ورأيت القاضيَ ومررت بالقاضي [2] التاسع ان يكون الرفع بتقدير الواو والنصب والجر بالياء لفظا ويختص بجمع المذكر السالم مضافا الى ياء المتكلم تقول جاءني مسلميّ تقديره مسلموي اجتمعت الواو والياء والاولى منهما ساكنة فقلبت الواو ياءً وادغمت الياء في الياء وابدلت [3] الضمة بالكسرة لمناسبة الياء فصار مسلميّ ورأيت مسلميّ ومررت بمسلميّ

(اي في حالة الجر ۱۲ — في الرفع ۱۲ — في النصب ۱۲ — في الجر)

[1] قولہ الثامن ان یکون الرفع الی قولہ مررت بالقاضی (ت) آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ ہو اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے اسم منقوص کے ساتھ اور وہ اسم منقوص وہ ہے جس کے آخر میں ایسی یا ہو کہ اس کا ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی کہے گا تو جاءنی القاضی اور رأیت القاضیَ اور مررت بالقاضی آیا میرے پاس قاضی اور میں نے دیکھا قاضی کو اور گذرا میں قاضی کے ساتھ (ش) حالت رفع اور حالت جر میں اسم منقوص پر لفظی اعراب اس وجہ سے نہیں آتا کہ یہ دونوں اعراب یاء پر ثقیل ہوتے ہیں بر خلاف نصب کے کہ وہ یاء پر ثقیل نہیں یہ تقدیری اعراب اسم منقوص میں اس وقت ہے کہ جب معرف باللام ہو اور اگر غیر معرف باللام ہو تو علاوہ تقدیری اعراب کے اس کی یاء بھی التقاء ساکنین کے باعث گر جائے گی جیسے جاءنی قاضٍ رأیت قاضیاً مررت بقاضٍ ۱۲

[2] قولہ التاسع ان یکون الرفع الی قولہ وادغمت الیاء فی الیاء (ت) نویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر واؤ کے ساتھ اور نصب اور جر یاء لفظی کے ساتھ ہو اور خاص ہے یہ قسم جمع مذکر سالم کے ساتھ در آں حال کہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف۔ کہیگا تو جاءنی مسلمیّ یعنی آئے میرے پاس میرے مسلمان۔ مسلمیّ اصل میں مسلموی تھا۔ واو اور یاء اکٹھے ہوئے اور ان میں سے پہلا ساکن تھا اس لئے واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا گیا (ش) اس صورت میں رفع کی حالت میں اعراب لفظی اس وجہ سے دشوار ہے کہ جمع مذکر میں علامت رفع واؤ ہے اور یہاں قاعدہ مرضیہ کی وجہ سے ادغام کر دیا گیا تو جب واو لفظا باقی نہ رہا تو مجبوراً مقدر کر دیا گیا اور نصب اور جر اس صورت میں لفظی ہوگا کیونکہ ان دونوں کی علامت یاء ہے اور یاء لفظا موجود ہے اگرچہ مدغم ہے ۱۲

[3] قولہ وابدلت الضمۃ بالکسرۃ الی قولہ ومررت بمسلمیّ (ت) اور میم کا پیش زیر سے بدل دیا گیا یاء کی مناسبت سے پس مسلمیّ ہوگیا اور رأیت مسلمیّ اور مررت بمسلمیّ میں نے دیکھا اپنے مسلمانوں کو اور میں گذرا اپنے مسلمانوں کے ساتھ (ش) نفس نحو یوں کا قول ہے کہ اعراب بالحروف کبھی تینوں حالتوں میں تقدیری ہوا کرتا ہے جیسے اس جمع مذکر سالم میں جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو اور اسماء ستہ میں جب کہ کسی معرف باللام کی طرف مضاف ہوں۔ جمع مذکر کی مثال جاءنی مسلمو القوم اور رأیت مسلمی القوم اور اسماء ستہ کی مثال جاءنی ابو القوم اور رأیت ابا القوم اور مررت بابی القوم ہے۔ علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب ارشاد میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مجرور ہو اس اعتبار سے کہ یہ بدل ہے نوعین سے اور یہی ترکیب بہتر ہے کیونکہ اس میں کچھ محذوف ماننا نہیں پڑتا اور مرفوع اس اعتبار سے پڑھ سکتے ہیں کہ یہ خبر ہو مبتدا محذوف کی اور لفظ منصرف صرف سے ماخوذ ہے چونکہ اس میں تغیر بہ نسبت غیر منصرف کے زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام منصرف رکھا اور منصرف کو غیر منصرف سے پہلے اس لئے ذکر کیا کہ بہ نسبت غیر منصرف کے منصرف کا وجود زیادہ ہے اور وہ بہ نسبت اس کے اصل بھی ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تعریف عدمی ہے اور عدم کے ساتھ تعریف کرنا درست نہیں کیونکہ عدمی چیز کسی شئے کے لئے معرف نہیں ہو سکتی تو جواب یہ ہے کہ مقصود تعریف سے تمیز ہوتی ہے اور وہ عدمی سے بھی حاصل ہے تینوں حرکتوں سے مراد رفع نصب جر ہے　اور لفظ مع التنوین الکائنۃ محذوف کا ظرف ہے اور اسم منصرف پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے آنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ مشابہ نہیں ہے اور لفظ منہما جار مجرور کائنان محذوف کے متعلق ہے اور وہ سبب جو ایک ہی دو کے قائم مقام ہوتا ہے جمع منتہی الجموع اور تانیث بالف مقصورہ و بالف ممدودہ ہے اور دو یا ایک سبب کا پایا جانا عام ہے کہ حقیقۃ ہو یا حکما لہذا اس غیر منصرف کا اعتراض نہیں پڑے گا جو محض تم دونوں ہونے کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا گیا ہو جیسے سراویل کیونکہ اس میں بھی حکما جمع پائی جاتی ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ ہند اور سلات جب کسی مونث کا علم رکھ دیئے جائیں تو وہ منصرف ہوتے ہیں حالانکہ تعریف غیر منصرف کی صادق آتی ہے کہ دو سبب موجود ہیں ایک عجمہ اور علمیت دوسری میں علمیت اور تانیث تو جواب یہ ہے کہ دو سببوں کے پائے جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ دو سبب موثر ہو کر پائے جائیں اور ان مثالوں میں وہ موثر نہیں ہیں کیونکہ عجمہ اور تانیث کے جو شرائط ہیں وہ ان میں موجود نہیں ہیں ۱۲ ؎۲ قولہ والاسباب التسعۃ الی قولہ مررت باحمد الخ) اور کل اسباب یہ ہیں عدل وصف تانیث معرفہ عجمہ جمع ترکیب الف ونون زائدتان وزن فعل اور حکم غیر منصرف کا یہ ہے کہ اس پر داخل نہیں ہوتا کسرہ اور تنوین اور جر کی جگہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جیسے کہ کہا جاء نی احمد میرے پاس احمد آیا اور میں نے احمد کو دیکھا اور میں

فصل الاسم المعرب على نوعين منصرف وهو ما ليس فيه سببان او واحد يقوم مقامهما من الاسباب التسعة كزيد ويسمى الاسم المتمكن وحكمه ان تدخله الحركات الثلث مع التنوين تقول جاءني زيدٌ ورأيت زيداً ومررت بزيدٍ وغير منصرف وهو ما فيه سببان او واحد منها يقوم مقامهما والاسباب التسعة هي العدل والوصف والتانيث والمعرفة والعجمة والجمع والتركيب والالف والنون

؎۱ قولہ الاسم المعرب الخ الی قولہ یقوم مقامہما الخ) اسم معرب دو قسم پر ہے ایک منصرف وہ وہ اسم ہے جس میں دو سبب یا ایک ہی سبب دونوں سببوں کے قائم مقام نہ ہو نو اسباب میں سے جیسے زید اور اس نام اسم متمکن رکھا جاتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے داخل ہوتی ہیں جیسے کہے گا تو جاءنی زید اور رأیت زیدا اور مررت بزید دوسری قسم غیر منصرف ہے اور وہ وہ اسم ہے جس میں دو سبب یا ایک نو اسباب میں سے جو قائم مقام ہو دو سببوں کے۔ (ف) لفظ منصرف کو مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی۔

گذرا احمد کے ساتھ (ف) اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہاں خبر کا مرجع اسباب تسعہ ہیں اور العدل الوصف ہی کی خبر ہے اور خبر کا حمل مبتدا پر ضروری ہے اور یہاں حمل صحیح نہیں کیونکہ مثلا عدل اور واحد ہے اور اسباب کا حمل متعدد پر ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ واحد کا حمل متعدد پر اس وقت ناجائز ہوتا ہے کہ جب رابط عطف پر مقدم ہو اور یہاں عطف مقدم ہے کیونکہ اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ الاسباب التسعۃ مجموع ہذہ الاحد یعنی وہ نو اسباب ان تمام امور کا مجموعہ ہیں　اور اسباب منصرف کی گنتی میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ صرف دو ہیں ایک حکایت دوسرا ترکیب اور بعض کے نزدیک گیارہ ہیں لو قوم ہی جو کتاب میں مذکور ہیں اور دو اور ہیں ایک وصف اصلی کی رعایت کرنا جیسے احمر میں دوم الف تانیث خواہ مقصورہ ہو یا ممدودہ اور بعض کے نزدیک تیرہ ہیں گیارہ تو یہی جو ذکر ہوئے اور بارہواں لزوم تانیث اور تیرہواں تکرار جمع لیکن نو عدد کا قول اسلم ہے اس لئے کہ باقی نو ان ہی نو میں سے کسی نہ کسی میں داخل ہو جاتے ہیں اور تنوین جو غیر منصرف پر منع کی گئی ہے وہ تمکن کی ہے کیونکہ تنوین عوض غیر منصرف پر آجاتی ہے جیسے جوار یہ تنوین حرکت یا حرف کے عوض ہے اور کسرہ اور تنوین ابا (ق بر صفحہ ۲۱)

عدل کو پہلے اس لئے بیان کیا کہ یہ غیر منصرف بنانے میں شرطاً موثر ہے اور تمام اسباب کی تعریف بکثرت عدل ہی کی کی کیونکہ باقی اسباب کی یا تو اپنے اپنے موقع میں تعریف مذکور ہے اور یا طلباء میں شہور ہونے کی وجہ سے وہ تعریف ہی کے محتاج نہیں اور عدل کی تعریف اس وجہ سے بھی بیان کی کہ اس میں متقدمین کی بیان کردہ تعریف سے عدول کیا گیا ہے برخلاف باقی اسباب کے کہ ان کی تعریف موافق دیگر موجود ہے اور چونکہ اس تعریف میں یہ کہا ہے کہ صیغہ اصلیہ سے دوسرے صیغہ کی طرف تغیر کیا ہوا اس لئے لفظ یدٌ اور دمٌ میں عدل نہ ہوگا کیونکہ ان میں مادہ بھی نہیں ہے اسی طرح ترخیم منادیٰ پر بھی عدل کی تعریف صادق نہیں کیونکہ وہاں صیغہ نہیں بدلتا اسی طرح تصغیر بھی عدل نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ تعریف تعلیلات صرفیہ پر صادق آتی ہے حالانکہ وہ عدل نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ تغیر سے مراد تغیر غیر صرفی ہے اس قرینہ سے کہ متکلم نحوی ہیں لہذا وہی تغیر مراد لیں گے۔

الزائدتان ووزنُ الفِعلِ وحكمه ان لا يدخله الكسرة والتنوينُ ويكون في موضع الجر مفتوحًا ابدًا
ای علم غیر المنصرف ۱۲

تقولُ جاءني اَحْمَدُ ورأيتُ اَحْمَدَ ومَرَرْتُ باحمدَ
فی الرفع ۱۲ — فی النصب ۱۲ — فی الجر ۱۲

اَمَّا العَدْلُ[1] فهو تغيرُ اللفظِ من صيغتهِ الاصلية الى صيغةٍ اخرى تحقيقًا او تقديرًا[2] ولا يجتمع مع وزن الفِعلِ اصلًا ويجتمعُ مع العلمية كعُمَرَ وزُفَرَ ومع الوصفِ
اے تغیر غیر قیاسی مع بقاء مادہ اصلیہ ۱۲
مثال عدل تقدیری کہ بجز منع صرف دلیلے ندارد ۱۲

نہ صرفی۔ لفظ تحقیقاً یا مفعول مطلق ہے اور عامل محذوف یعنی حقق تحقیقاً اور یا یہ لفظ اصل میں مضاف الیہ تھا اور اس کا مضاف محذوف ہے یعنی تغیر تحقیق تغیر کو حذف کرکے اس کی جگہ تحقیقاً کو رکھدیا اور اعراب بھی تغیر کا اسکو دیدیا اور تغیر تحقیقی سے مراد یہ ہے کہ غیر منصرف پڑھنے یا نہ پڑھنے کی ضرورت یا اخوات کے تابع کرنیکی وجہ سے نہ مانا گیا ہو اور تغیر تقدیری سے مراد یہ ہے کہ یا صرف غیر منصرف پڑھے جانے کی وجہ سے مانا گیا ہو جیسے لفظ عمر میں اور یا بنا کے لئے جیسے حضار اور قطام میں اور یا اخوات کے اتباع کے لئے جیسے قطام میں مطلب یہ کہ علاوہ ان ضرورتوں کے اور کوئی دلیل اس میں عدل ماننے کی نہ پائی جائے برخلاف تحقیقی کے کہ اس میں علاوہ ازیں اور دلیلیں بھی موجود ہوتی ہیں ۱۲،

[2] قولہ ولا يجتمع الى قولہ أُخَر وجُمَع۔ (ت) اور نہیں جمع ہوتا عدل وزن فعل کے ساتھ بالکل اور علمیت کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے عمر اور زفر اور جمع ہوجاتا ہے وصف کے ساتھ جیسے ثلاث اور مثلث اور اخر و جمع (ش) اور عدل کی وزن فعل کے ساتھ جمع نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ عدل کے اوزان چھ ہیں جو مقرر ہیں اور ان کو شاعر نے نظم بھی کیا ہے کہ قطعہ اوزان عدل را بتمامی تو شش شمر ٭ مفعَل اُفعَل مثالہا مثلث و عمر ٭ فعل ہمچو اُخر فعال ست چوں ثلاث ٭ دیگر فعال دان تو قطام و فعل سحر ٭ اور ان تمام وزنوں میں سے کوئی وزن فعل نہیں ہے اور اصلاً سے یہ مراد ہے کہ عدل تحقیقی جمع ہوتا ہے اور نہ عدل تقدیری اور عمر و زفر دونوں مثالیں عدل اور علمیت کی ہیں اور ان دونوں میں عدل تقدیری ہے کیونکہ کلام عرب میں عمر اور زفر غیر منصرف پڑھا جاتا تھا اور سوائے علمیت کے اور کوئی سبب تھا نہیں اسلئے ان میں عدل مان لیا لہذا سوائے غیر منصرف پڑھنے کے اور کوئی دلیل ان میں عدل کی نہیں ہوئی اس کا معدول عنہ عامر اور زافر ہے اور ثلاث اور مثلث عدل اور وصف کی مثالیں ہیں ان میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان میں عدل کی دلیل علاوہ غیر منصرف پڑھنے کے اور بھی موجود ہے وہ یہ کہ ثلاث کے معنی تین تین کے ہیں اور تکرار معنی کا دلالت کرتی ہے لفظ کی تکرار پر معلوم ہوا کہ یہ لفظ اصل میں ثلثۃ ثلثۃ تھا اسی طرح مثلث اور لفظ اخر اور جمع میں بھی عدل تحقیقی اور وصف ہے کیونکہ علاوہ غیر منصرف پڑھنے کے اور دلیل اسمیں بھی عدل کی موجود ہے وہ یہ کہ اُخر اُخریٰ کی جمع ہے اور وہ اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے ایک طریق کے ساتھ ہوتا ہے یا الف لام یا اضافت یا من کے ساتھ اور لفظ اخر میں ان تینوں میں سے کچھ نہیں تو فرور ہر کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۹) غیر منصرف پر اس لئے منع ہے کہ غیر منصرف اس لحاظ سے فعل کے ساتھ مشابہ ہے کہ دو باتوں کی وجہ سے فرع ہے ایک تو یہ کہ وہ فاعل کا محتاج ہے دوسرے یہ کہ مصدر سے مشتق ہے اور غیر منصرف میں بھی دو سبب موجود ہیں اور ہر سبب میں فرع ہونا پایا جاتا ہے مثلاً عدل فرع ہے معدول عنہ کا وصف فرع ہے ذات کا تانیث فرع ہے تذکیر کی معرفہ نکرہ کی عجمہ عربی کی ایسے ہی عام اسباب کو سمجھو۔ اور فعل پر تو کسرہ تنوین آتا نہیں لہذا غیر منصرف پر بھی نہیں آتا اور کسرہ تنوین کا نہ آنا اس وقت کے ساتھ خاص ہے کہ جب اس پر غلبہ اسمیت کا نہ ہو ورنہ کسرہ آجائیگا جبکہ معرف باللام ہو یا جبکہ مضاف ہو جیسے بالاحمد اور مررت باحمدکم ۱۲۔ (متعلقہ صفحہ ہذا) [1] قولہ اما العدل الى قولہ تحقیقاً او تقدیراً (ت) بہرحال عدل پس وہ لفظ کو اس کے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف متغیر کرنا ہے خواہ حقیقۃً یا تقدیراً (ش) تمام اسباب میں

كَثُلٰثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرُ وَجُمَعُ اَمَّا الْوَصْفُ[له] فَلَا يَجْتَمِعُ
شال عدل تحقیقی کی سوائے معرف دلیلے دیگر دارد ۱۲

مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِىْ اَصْلِ الْوَضْعِ
وصفیت کان او صف ادفا رشیاد ۱۲　　　اشارہ ۱۲

فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاَصَالَتِهِمَا
سیاہ ۱۲　　ابق ۱۲

فِى الْوَصْفِيَّةِ وَاَرْبَعٌ[له] فِىْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ
مبتدا مرفوع بلفظ تقدیری دجرا عراب حکایت ۱۲

اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاَصَالَةِ فِى الْوَصْفِيَّةِ
لنسوۃ　　دلیل انصراف ۱۲

اَمَّا التَّاْنِيْثُ[له] بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَ
ای الحاصل ۱۲

(بقیہ صفحہ) کہ ان سے عدول ہے اگرچہ اضافت خود غیر منصرف کو بھی منصرف کر دیتی ہے اس لحاظ سے عدول نہیں ملتے ہیں پس یہ الاخر سے معدول ہے اور یا اثر من کہ لئے اور جمع جمعاء کی جمع ہے جو اجمع کا مونث ہے اور جو فعلاء کہ افعل کا مونث ہوتا ہے اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اسکی جمع بشرطیکہ اس میں صفتی معنی ہوں بروزن فعل آتی ہے جیسے حمراء کہ اسکی جمع حمر آتی ہے اور اگر اس میں صفتی معنی نہ ہوں بلکہ وہ جامد ہو تو اس کی جمع فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحراوات لہذا جمعاء کی جمع اس قاعدہ سے بروزن فعل یعنی جمع بسکون میم آنی چاہئے اور جبکہ جمع بفتحہ میم آرہی ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے معدول ہے یعنی جمع اصل میں جمع تھا ۱۲ (منعلقہ صفحہ ہذا) **له** قولہ اما الوصف الی قولہ لاصالتہما فی الوصفیۃ (ت) بہرحال وصف پس وہ جمع نہیں ہوتا علمیت کے ساتھ بالکل اور اسکی شرط یہ ہے کہ ہو وہ وصف اصل وضع میں لہذا اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگرچہ دونوں ہوگئے ہیں اسم سانپ کا ان دونوں کے

وصفیت میں اصل ہونے کی وجہ سے (ش) وصف کے علمیت کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وصف عموم کو چاہتا ہے اور علمیت خصوص کو وصف سے یہاں مراد ہونا اسم کے دلالت کرنے والا کسی ذات پر کہ جو بعض صفات سے متصف ہو۔ اور شرط سے مراد یہ ہے کہ شرط وصف کے کسی اسم کو غیر منصرف بنانے کی نہ اس کے وجود کی اور اصل الوضع میں اضافت بیانیہ ہے یعنی اصل جو خود وضع ہے مطلب یہ کہ وہ وصف اصلی ہو یہ نہ ہو کہ واضع نے وضع کے وقت اس میں وصف نہیں رکھا تھا اور بعد وضع کے استعمال میں وصف لگ گیا ہو اسی لئے اسود اور ارقم غیر منصرف ہوگئے کہ اصل وضع کے اعتبار سے ان میں وصف ہے یعنی سیاہ رنگ والا اور کبرے رنگ والا اگرچہ استعمال میں یہ وصف ان کے اندر نہیں رہا کیونکہ اسود اب کالے سانپ کا نام ہے اور ارقم کبرے سانپ کا تو ان دونوں میں وزن فعل اور وصف موجود ہیں جن کے باعث یہ غیر منصرف ہیں اگر کوئی کہے کہ اسود قابل تاء ہے اور وزن فعل میں یہ شرط ہے کہ وہ قابل تاء نہ ہو تو جواب یہ ہے کہ اسود تو غلبہ اسمیت کے اعتبار سے قابل تاء ہے اور اس اعتبار سے وہ غیر منصرف نہیں اور وزن فعل میں غیر قابل تاء ہونے کی جو شرط کی جاتی ہے وہ اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ جس اعتبار سے وہ غیر منصرف ہوا ۱۲ **له** قولہ واربع فی مررت الی قولہ فی الوصفیۃ (ت) اور لفظ اربع مررت بنسوۃ اربع میں منصرف ہے باوجود یکہ وہ صفت ہے اور وزن فعل کیونکہ وصفیت میں اصل نہیں ہے (ش) لفظ اربع کا اسود اور ارقم پر عطف ہے اور شرط عدمی پر جو وجودی شرط کے ضمن میں سمجھی جاتی ہے یہ جملہ متفرع ہے معنی یہ کہ وصف عارضی غیر منصرف نہیں بناتا جیسا کہ اربع مررت بنسوۃ اربع بھی اسی وجہ سے منصرف ہے کہ لفظ اربع اصل وضع کے لحاظ سے وصفیت سے خالی ہے کیونکہ تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے کے عدد کو اربع کہتے ہیں اور وہ ذات ہے البتہ استعمال میں نسوۃ کی صفت واقع ہوگیا ہے لہذا یہ وصف عارضی ٹھہرا جو غیر منصرف نہیں بنائے گا ۱۲ **له** قولہ اما التانیث الی قولہ وسقر وماہ وجور (ت) بہرحال تانیث تاء کے ساتھ سو اسکی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحہ اور ایسے ہی تانیث معنوی بھر تانیث معنوی اگر ثلاثی ہو کہ اس کے بیچ کا حرف ساکن ہو درانحالیکہ غیر عجمی (یعنی عربی) ہو تو اس کا منصرف پڑھنا اور غیر منصرف پڑھنا دونوں جائز ہیں بوجہ خفت اور دو سببوں کے پائے جانے کے جیسے ہند ورنہ واجب ہے اس کو غیر منصرف پڑھنا جیسے زینب اور سقر اور ماہ اور جور (ش) بالتاء کہنے سے تانیث بالالف نکل گئی کیونکہ وہ بلا شرط علمیت غیر منصرف بناتی ہے اور تانیث بالتاء میں علمیت کی شرط اس وجہ سے لگتے ہیں کہ تاکہ تانیث کلمہ کو لازم ہوجائے کیونکہ علم تغیر تبدیل سے محفوظ رہتا ہے پس لفظ طلحہ علمیت اور تانیث بالتاء کی وجہ سے غیر منصرف ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت شرط ہے مگر فرق یہ ہے کہ علمیت تانیث بالتاء میں غیر منصرف پڑھنے کے وجوب کی شرط ہے اور تانیث معنوی میں جواز کی اور وجوب کی شرطیں اس میں اور ہیں جنکو مصنف نے والا یجب سے بیان کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب تانیث بالتاء ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہو تو اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہے کیونکہ دو سبب اس میں موجود ہیں ایک علمیت دوسرا تانیث معنوی اور منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ ان تینوں باتوں کی وجہ سے کلمہ میں تخفیف ہو جانے گی جس کی وجہ سے دونوں سببوں میں سے ایک سبب کالعدم ہو جائے گا اور ایک سبب غیر منصرف بناتا نہیں البتہ اگر تانیث معنوی والا کلمہ اپنے اندر تین حروف سے زیادہ رکھتا ہو (باقی برصفحہ آئندہ)

(متعلقہ صفحہ ہذا) ؎۱ قولہ التانیث بالالف الی قولہ ولزومہ (ت) اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء منع ہے ان دونوں کا منصرف پڑھنا یقیناً اس لئے کہ الف دو سببوں کے قائم مقام ہے ایک تانیث دوسرا لزوم تانیث (ش) الف مقصورہ وہ ہے جو مد کے ساتھ نہ پڑھا جائے اور ممدودہ وہ ہے جو مد کے ساتھ پڑھا جائے اور لفظ البتۃ منصوب ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی ثبت البتۃ (یقین کیا گیا یقین کیا جانا) اور یہ جو کہا کہ الف قائم مقام دو سببوں کے ہے اس سے مراد یہ ہے کہ تانیث یا الف دو سبب کے قائم مقام ہے کیونکہ تانیث ہی تو سبب ہے نہ کہ الف ۱۲ -

؎۲ قولہ اما المعرفۃ الی قولہ مع غیر الوصف (ت) بہرحال معرفہ پس نہیں اعتبار کیا جاتا غیر منصرف بنانے میں اس میں سے مگر علمیت کا اور معرفہ جمع ہو جاتا ہے غیر وصف کے ساتھ (ش) معرفہ کی تمام قسموں میں سے صرف علمیت ہی کلمہ کو غیر منصرف بناتی ہے اس وجہ سے کہ ضمیریں اور اسم اشارہ اور اسم موصول تو مبنی ہیں اور غیر منصرف معرب ہوتا ہے اور مضاف اور معرف باللام غیر منصرف کو بھی منصرف کر دیتے ہیں لہٰذا صرف علمیت باقی رہ گئی کیونکہ کل اقسام معرفہ کے ساتھ ہیں اسم اشارہ اور اسم موصول جن کو مبہم کہتے ہیں اور علم اور مضاف اور معرف باللام اور ضمیر اور منادیٰ اور بہت سے لوگ منادیٰ کو شمار نہیں کرتے چنانچہ شاعر نے کہا ہے کہ

معارف ہمہ پنج ست داں نہ بیش و نہ کم ✦ مضاف و مضمر و ذو اللام مبہم ست و علم ✦

مگر اگر منادیٰ کو معرفہ میں شمار کیا جائے جیسا کہ اکثر نحوی کرتے ہیں تو اس کے غیر منصرف نہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ وصف کے ساتھ معرفہ جمع نہیں ہوتا اس کے علاوہ اور اسباب کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے کیونکہ معرفہ اور وصف میں ضدیت ہے اس لئے کہ معرفہ تعین پر دال ہے اور وصف غیر تعین پر ۱۲

؎۳ قولہ اما العجمۃ فشرطہا الی قولہ بسکون الاوسط (ت) بہرحال عجمہ پس اس کی شرط یہ ہے کہ ہو وہ علم عجمہ (زبان عجم) میں اور ہو زائد تین حرفوں سے جیسے ابراہیم یا ثلاثی ہو مگر بیچ کا حرف حرکت والا ہو جیسے شتر پس لفظ لجام منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور لفظ نوح بھی منصرف ہے بیچ کا حرف ساکن ہونے کی وجہ سے (ش) یعنی عجمہ ہونا کلمہ کو غیر منصرف اس وقت بناتا ہے کہ جب وہ کلمہ اس غیر عربی زبان میں کسی چیز کا علم ہو کیونکہ اگر وہ علم نہ ہوگا اور عربی زبان میں نقل ہو کر آئے گا تو عربی لوگ اس میں اپنی عادت کے مطابق تصرفات کریں گے مثلاً الف لام داخل کرنا مضاف کرنا تنوین داخل کرنا ان تصرفات کے سبب اس عجمی کلمہ کے عجمہ ہونے میں کمزوری آنے گی لہٰذا وہ غیر منصرف نہ بنا سکے گا اور تین حرف سے زیادہ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ تین حرف سے کم والا کلمہ ثقیل نہیں ہوتا بلکہ زبان پر وہ خفیف ہوتا ہے اور خفت کے باعث دو سببوں میں سے ایک سبب کالعدم ہو جاتا ہے پس اگر تین حرف سے زیادہ نہ ہوں تو وسط کا حرف حرکت والا ہو کیونکہ تین حرف والا کلمہ اگر ساکن الاوسط ہو تو اس کی تخفیف ثقل سے بدل جاتی ہے اسی لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ لجام جب کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف ہوگا کیونکہ عجمی زبان میں علم نہیں ہے بلکہ لجام بمعنی لگام ہے اور ہر لگام کو لگام کہہ سکتے ہیں اور لفظ نوح بھی منصرف ہے یہ دوسری شرط پر تفریع ہے کہ اس میں تین حرف ہیں مگر بیچ کا حرف متحرک نہیں ہے چونکہ یہاں نوح کا ذکر آیا ہے اس مناسبت سے یہ بتا دینا اچھا ہے کہ انبیاء کے ناموں میں سے کتنے نام غیر منصرف ہیں سو سمجھو کہ تمام اسماء انبیاء میں سے صرف سات نام (باقی بر صفحہ آئندہ)

۲۲

كذلك المعنويّ ثم المعنوي إن كان ثلاثيا ساكن الاوسط
غير اعجمي يجوز صرفه وتركه لاجل الخفة ووجود السببين
كهند والا يجب منعه كزينب وسقر وماه وجور والتانيث
بالالف المقصورة كحبلى والممدودة كحمراء ممتنع صرفهما
البتة لان الالف قائم مقام السببين التانيث ولزومه
اما المعرفة فلا يعتبر في منع الصرف منها الا العلمية
وتجتمع مع غير الوصف اما العجمة فشرطها ان

(بقیہ صفحہ) یا تین ہی حرف اس میں ہوں لیکن بیچ کا حرف متحرک ہو یا بیچ کا حرف ساکن بھی ہو لیکن وہ کلمہ عربی نہ ہو بلکہ عجمی ہو تو اس میں تخفیف نہ ہوگی بلکہ ثقیل ہوگا جس کی وجہ سے دونوں سبب قوی رہیں گے اور غیر منصرف بنانے میں خوب اثر کریں گے لہٰذا اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہوگا مثلاً زینب میں تین حرف سے زیادہ ہیں اور سقر میں اگرچہ تین ہی حرف ہیں مگر اس میں بیچ کا حرف حرکت والا ہے اور ماہ اور جور میں اگرچہ بیچ کا حرف ساکن ہی ہے لیکن دونوں کلمے عجمی ہیں یعنی عربی زبان کے نہیں

ا تہجیہ ... منصرف ہیں تین ہیں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا صالح علیہ السلام تیسرا شعیب علیہ السلام ایک نوح دوسرا لوط تیسرا ہود ... جو تھا شیث اور باقی غیر منصرف ہیں
اور اسم ہونی اگر کسی کا نام ہو جائے تو وہ غیر منصرف ہے کیونکہ ایک تو وہ مونث ہے دوسرے عجمہ ہے اور اگر استر سے کے معنی ہیں ہو اور پھر کسی کا نام رکھا جائے تب بھی غیر منصرف
ہو گا کیونکہ اس میں ایک تو مونث ہے دوسرے الف مقصورہ اور اگر بحرہ ہی ہے کسی کا نام نہ رکھا جائے تو اس صورت میں منصرف ہو گا اور یہ لفظ فعل کے وزن پر ہے جیسا کہ قرات
منقول ہے اس صورت میں اصل ہے اور لفظ مونث ہے او الاجل البعض یہ اسم مفعول ہے جوار سیت را سے ہے اخوذ ہے یعنی جس کا سر حرب ہو تو اس صورت میں لفظ مذکر ہے
بمعنی سر منڈا ۲۲ اترا قرب الموارد ع۵ حرف رابع قائم مقام تا تانیث است ۲۲ منبل ع۵ بفتح اول نام شہر منبل سے منصوب بنا بر مصدریت ۲۲

٢٣

تكون علما في العجمة وزائدة على ثلثة احرف كابراهيم او
ثلاثيا متحرك الاوسط كشتر فلجام منصرف لعدم العلمية
ونوح منصرف لسكون الاوسط اما الجمع فشرطه
ان يكون على صيغة منتهى الجموع وهو ان يكون بعد
الف الجمع حرفان كمساجد او حرف مشدد مثل دوابّ
او ثلثة احرف وسطها ساكن غير قابل للهاء كمصابيح
فصياقلة وفرازنة منصرف لقبولهما الهاء وهو
ايضا قائم مقام السببين الجمعية ولزومها وامتناع
ان يجمع مرة اخرى جمع التكسير فكانه جمع مرتين

للعه وکن اسی سے کرنے کے یعنی بلا عکس
(متعلقہ صفحہ ہذا) علہ قولہ اما الجمع فشرطہ الی قولہ اوسطہا ساکن (ت) ہر حال میں جمع اس کی شرط یہ ہے کہ وہ صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور منتہی الجموع یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک ہی حرف مشدد ہو جیسے دواب یا تین حرف ہوں جن کے بیچ کا حرف ساکن ہو (ش) لفظ جمع سے یہاں معنی وضعی مراد ہیں یعنی ہونا اسم کا جمع نہ معنی اسمی جو مفرد اور مثنیہ کا مقابل ہے اور جمع سے مراد عام ہے خواہ فی الحال جمع ہو یا اصل کے اعتبار سے اور عام ہے خواہ حقیقۃً جمع ہو یا تقدیراً حقیقۃً کی مثال مساجد اور تقدیراً کی مثال سراویل اور صیغہ سے مراد وہ ہیئت ہے جو مجموعہ حروف اور حرکات و سکنات سے حاصل ہوتی ہے اور جمع منتہی الجموع کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ پہلی بار جمع بنائی گئی ہو جیسے وہ سب مثالیں جو کتاب میں مذکور ہیں شروع سے مسجد کی جمع اور دواب دابۃ کی اور مصابیح مصباح کی ہے اور دوسری بار جمع بنائی گئی ہو جیسے اکالب کہ یہ اکلب کی جمع ہے اور اکلب کلب کی اور اناعیم جیسے اناعم کی اور انعام نعم کی جمع بمعنی چوپایہ ۲۲ ع۵ قولہ غیر قابل للہاء الی قولہ فکانہ جمع مرتین (ت) مگر ہا کو قبول کرنے والا ہو جیسے مصابیح پس لفظ صیاقلہ اور فرازنہ منصرف ہیں دونوں کے ہا کو قبول کرنے کی وجہ سے اور یہ جمع منتہی الجموع بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے ایک جمعیت
اور لزوم جمعیت اور دوسرے اس کا منع ہونا کہ دوسری بار جمع لایا جائے جمع تکسیر تو گویا وہ صیغہ دوبارہ جمع بنایا گیا ہے (ش) لفظ غیر قابل الہاء میں ضمیر منصوب بھی ہو سکتا ہے جبکہ اس کو حال مانیں ... اور مرفوع بھی ہو سکتا ہے جبکہ اس کو مبتدا محذوف کی خبر ٹھہرائیں یعنی وذلک الجمع غیر قابل الخ اور ہا سے مراد وہ تا ہے جو حالت وقفی میں ہا ہو جاتی ہے لہذا فوارہ غیر منصرف رہیگا جو فارہ کی جمع ہے کیونکہ اس میں وہ تا نہیں ہے جو حالت وقفی میں ہا ہو جاتی ہے اور جو جمع قابل ہا ہو اسکو منصرف رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کلمہ وزن میں مفرد کے مشابہ ہوتا ہے مثلاً صیاقلہ اور فرازنہ وزن میں کراہیۃ اور طواعیۃ کے مشابہ ہے لہذا اس کی قوت جمعیت میں کمزوری آگئی اور وہ دو سببوں کے قائم مقام نہیں ہو سکی صیاقلہ صیقل کی جمع ہے بمعنی تلوار تیز کرنیوالا اور فرازنہ فرزان کی جمع ہے بمعنی شطرنج ہے اور لفظ تین جمع کا مفعول دوم ہے ۲۲
ع۵ نام قلعہ در دیار بکر ۲۲ ع۵ دنجم وضرب امثلہ ۲۲

اما التركيب فشرطه ان يكون علما بلا اضافة ولا اسناد كبعلبك
فعبد الله منصرف ومعديكرب غير منصرف وشاب قرناها
مبني اما الالف والنون الزائدتان ان كانتا في اسم فشرطه
ان يكون علما كعمران وعثمان فسعدان اسم نبت منصرف
لعدم العلمية وان كانتا في صفة فشرطه ان لا يكون مؤنثه على
فعلانة كسكران فندمان منصرف لوجود ندمانة اما وزن
الفعل فشرطه ان يختص بالفعل ولا يوجد في الاسم الا

۱ **قولہ** اما التركيب فشرطه الی قولہ قرناها مبنی (ت) بہرحال ترکیب پس اسکی شرط یہ ہے کہ ہو وہ علم بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبک پس لفظ عبد اللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف اور شاب قرناہا مبنی ہے (ش) ترکیب سے مراد دو کلموں یا زیادہ کو ایک کلمہ بنا لینے کے ہیں اس طور پر کہ دونوں جزؤں میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو جیسے النجم میں الف لام حرف داخل ہیں اور بصری میں یائے نسبت حرف ہے اور رضاعۃ میں تا حرف ہے لہٰذا یہ اسماء اگر کسی کا علم کر دیئے جائیں تو غیر منصرف نہ ہوں گے اور ترکیب کے اسم کو غیر منصرف بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اس لئے کہ اگر علم نہ ہوگا تو ترکیب معرض زوال میں ہوگی اور ترکیب کلمہ کو اس وقت غیر منصرف بناتی ہے کہ جب وہ علم ہو لازم ہو اور لزوم اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ علم ہو اور اضافت اور اسناد نہ ہونے کی شرط اس وجہ سے لگائی ہے کہ اضافت سے تو غیر منصرف بھی منصرف ہو جاتا ہے اور اسناد اکثر اعلام میں پایا جاتا ہے تو وہ معرب نہیں رہتے اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے اور چونکہ ترکیب کی تعریف میں دو کلموں کا ذکر ہو چکا ہے اسلئے سیبویہ اور نفطویہ اس سے خارج ہو گئے وہ غیر منصرف نہ ہوں گے اور خمسۃ عشر بھی غیر منصرف نہ ہوگا کیونکہ گو اس میں ترکیب ہے مگر دوسرا جزء حرف کو متضمن ہے اصل میں احد وعشر تھا لہٰذا یہ مبنی ہوگا پس معدیکرب میں سب شرطیں موجود ہیں کہ اس میں ترکیب بلا اضافت اور بلا اسناد ہے اس لئے یہ تو غیر منصرف ہے ایک سبب اسمیں ترکیب دوسرا علم ہے اور شاب قرناہا مبنی ہے کیونکہ اس ترکیب میں اسناد ہے اور یہ ایک عورت کا لقب ہے اسکی دونوں زلفیں سفید ہو گئی تھیں اس لئے یہ لقب پڑ گیا پس یہ مبنی ہوگا نہ معرب اور شاب ماضی کا صیغہ ہے اس کا معنٰی سفید ہے جسکے معنی بوڑھے ہو چکے ہیں ۱۲

۲ **قولہ** اما الالف والنون الزائدتان الی قولہ لعدم العلمیۃ (ت) اور الف ونون زائدتان اگر ہوں کسی اسم میں تو اسکی شرط یہ ہے کہ ہو وہ علم جیسے عمران اور عثمان پس سعدان اس حال میں کہ وہ گھاس کا نام ہے منصرف ہے علمیت نہ ہونیکی وجہ سے (ش) ان کو زائدتان اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں حروف زوائد میں سے ہیں اور کل حروف زوائد ہویت السمان میں جمع ہیں اور یا اس وجہ سے کہ اس کلمہ میں یہ دونوں حرف زائد ہیں اصلی نہیں ہیں تو (اگر الف ونون اسم میں پائے جائیں الخ یہاں اسم سے مراد اسم محض ہے جو وصف کا مقابل ہوتا ہے فعل وحرف کا مقابل یا لقب وکنیت کا مقابل مراد نہیں ہے اس صورت میں علم ہونے کی شرط اس وجہ سے کی ہے تاکہ تانیث کے دونوں الفوں کے ساتھ مشابہت محقق ہو جائے کیونکہ علم ہونے کی صورت میں تا اس پر داخل نہ ہو سکے گی جیسے الف تانیث پر داخل نہیں ہوتی چنانچہ عمران اور عثمان غیر منصرف ہیں کیونکہ دونوں علم ہیں اسی لئے ان پر تا نہیں آتی اور سعدان علم نہیں ہے تو اس پر تا آجاتی ہے جیسے سعدانۃ اور مرجان میں مرجانۃ وغیرہ ۱۲

۳ **قولہ** وان كانتا في صفة الی قولہ لوجود ندمانة (ت) اور اگر یہ الف ونون کسی صفت میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا مونث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو جیسے سکران پس لفظ ندمان منصرف ہے بوجہ پائے جانے ندمانۃ کے (ش) اور اگر یہ دونوں الف ونون اسم صفت میں ہوں تو یہ شرط ہے کہ اس کا مونث فعلانۃ کے وزن پر نہ آتا ہو جیسے سکران کہ یہ اسم صفت ہے اور اس کا مونث سکرانۃ نہیں آتا یہاں مفتوح الفاء کے سوا اور کوئی مثال نہ دی اور اسم محض میں مکسور الفاء اور مضموم الفاء دونوں مثالیں دی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم صفت میں مکسور الفاء اور مضموم الفاء کی مثالیں موجود نہیں ہے۔ اور ندمان اس وجہ سے منصرف ہے کہ اس کا مونث ندمانۃ آتا ہے مگر یہ اسی صورت میں کہ جب کہ ندمان کے معنی ندیم (ہمنشیں) کے ہوں اور اگر نادم (پشیمان) کے معنی لئے جائیں تو اس کا مونث ندمیٰ آتا ہے نہ ندمانۃ لہٰذا وہ بالاتفاق غیر منصرف ہوگا ۱۲

۴ **قولہ** اما وزن الفعل فشرطه الی قولہ وضرب (ت) بہرحال وزن فعل پس اسکی شرط یہ ہے کہ خاص ہو وہ وزن فعل کے ساتھ اور نہ پایا جائے اسم میں مگر منقول ہو کر (باقی بر صفحہ ۲۵)

اور فعل کے ساتھ وزن خاص ہونے کی شرط اور بر تقدیر خاص نہ ہونے کے اس کے اوّل میں مضارع کی علامت پائے جانے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اس کے بغیر وزن فعل والے اسم میں فرعیت نہیں پائی جا سکتی اور فرعیت کے بغیر کلمہ غیر منصرف نہیں ہو سکتا اور احمد اور یشکر اور تغلب تو آدمیوں کے نام ہیں۔ اور نرجس نرگس کی عربی ہے اور یعمل کے معنی چھنٹا ہوا اونٹ ۱۲ ۔ ۵ قولہ واعلم ان کل ما شرط فیہ الی قولہ دبالاحمد (ت) اور جاننا چاہئے کہ ہر وہ اسم غیر منصرف کہ شرط کی گئی اس میں علمیت اور وہ مونث بالتا اور مونث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم ہے جس میں الف و نون زائدتان ہوں یا شرط نہیں کی گئی ہے اس میں یہ (علمیت) اور جمع ہو گئی ہے صرف ایک سبب کے ساتھ اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جبکہ نکرہ کیا جائے وہ اسم تو منصرف ہو جائے گا۔ بہر حال پہلی قسم میں پس بوجہ باقی رہنے اسم کے بغیر سبب کے اور بہر حال دوسری قسم میں سو اس کے ایک سبب کے ساتھ باقی رہنے کی وجہ سے کہیگا تو جاءنی طلحۃ وطلحۃ آخر یعنی آیا میرے پاس طلحہ اور طلحہ دوسرا اور رکھڑا ہو عمر اور عمر دوسرا اور مارا احمد نے اور دوسرے احمد نے اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب وہ مضاف کیا جائے یا اس پر الف لام داخل ہو تو اس پر کسرہ داخل ہو جائے گا جیسے مررت باحمدکم اور مررت بالاحمد (ش) ۱ے مراد اسم غیر منصرف ہے اور لم یشترط کے عطف ما شرط پر ہے اور اجتمع کی ضمیر علمیت کی طرف راجع ہے کیونکہ مصدر ذوالتا مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور نقطہ میں نا جز ایسا ہی ہے۔ اور قطا اسم فعل بمعنی انتہ ہے اور ہذا علم میں ہو کا مرجع ما لم یشترط فیہ ہے یعنی وہ غیر منصرف کہ اسکے اندر علمیت ایک سبب کے ساتھ جمع ہو گئی ہو اور علمیت اس دوسرے سبب کے لئے شرط نہ ہو علم معدول اور وزن فعل ہے کیونکہ عدل یا وزن فعل کے لئے علم ہونا شرط تو نہیں البتہ دونوں جمع ہو کر کلمہ کو غیر منصرف ضرور بنا دیتے ہیں برخلاف مونث بالتاء اور معنوی اور عجمہ وغیرہ کے کہ ان کے کلمہ کو غیر منصرف بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ کلمہ علم ہو پس جب اس کلمہ کو نکرہ کر لیا جائے گا تو لا محالہ منصرف ہو گا نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ علم میں مسمّٰی بالعلم کی تاویل کیجائے یعنی بولا تو علم ہے مگر مراد ہر وہ ذات ہے جس کا یہ نام ہو مثلاً عمر بول کر ہر وہ شخص مراد لیں جس کا یہ نام ہو اور علم بول کر اس کا وہ وصف مراد لیا جائے کہ جس میں وہ شخص مشہور ہے مثلاً حاتم بول کر سخی مراد لیا جائے کیونکہ سخاوت اس کا مشہور وصف

۲۵

منقولاً عن الفعل كشمّر وضرب (نام اسپ) وان لم يختص به فيجب ان يكون في اوله احد حروف المضارعة ولا يدخله الهاء كاحمد ويشكر وتغلب ونرجس فيعمل منصرف لقبوله الهاء كقولهم ناقة يعملة واعلم ان كل ما شرط فيه العلمية وهو المؤنث بالتاء والمعنوي والعجمة والتركيب والاسم الذي فيه

(بقیہ صفحہ ۲۴) منقول ہو کر فعل سے جیسے شمّر اور ضرب (ش) یعنی وزن فعل کے کلمہ کو غیر منصرف بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں صرف منقول ہو کر پایا جائے جیسے ضرب اور شمّر کہ ان دونوں کا وزن فعل کے ساتھ خاص ہے کہ اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جاتا ہے لہٰذا اگر یہ دونوں لفظ کسی کے نام رکھدیئے جائیں تو یہ غیر منصرف ہوں گے ایک سبب ان میں وزن فعل اور دوسرا علمیت ہوگا مگر یہ اسی صورت میں کہ جب کسی مرد کا یہ نام رکھا جائے اور اگر کسی عورت کا رکھا جائے تو وزن فعل کا اعتبار کئے بغیر غیر منصرف ہوں گے کیونکہ اس حالت میں ایک تانیث اور علمیت دو سبب موجود ہوں گے اور ضرب کو گھوڑا پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر مرد مذکر لیا جائے تو اکثر نحوی کے نزدیک یہ منصرف ہے شمّر تشمیر کا ماضی ہے اس کے معنی دامن چڑھنے کے ہیں ۱۲

ع۵ اے شرط تاثیر الالف والنون ۱۲ ع۶ ضمیر برائے صفت بتاویل اسم ع۷ غیر منصرف للعلمیۃ والتانیث ۱۲

متعلقہ صفحہ ہذا ۱ے قولہ وان لم یختص بہ الی قولہ کقولہم ناقۃ یعملۃ (ت) اور اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو واجب ہے یہ کہ اس کے اول میں ایک حرف مضارع کے حروف میں سے ہو اور اس پر ہا نہ داخل ہوتی ہو جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس لفظ یعمل منصرف ہے اس کے ہا کو قبول کرنیکی وجہ سے جیسے بولنے میں ناقۃ یعملۃ (یعمل وہ اونٹ جو کام پر قوی ہو) اور یعملۃ وہ اونٹنی جو کام پر قوی ہو (ش) مضارع کے حروف سے مراد حروف اتین ہیں

ہے یعنی جس اسم میں ایسا سبب موجود ہے کہ وہ اسم کو بشرط علمیت غیر منصرف بناتا ہے اور قسم اول سے یہی مراد ہے اس کے بر تقدیر نکرہ کو لینے کے منصرف ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ جب اس سبب کا سبب ہونا علمیت کے ساتھ مشروط تھا اور اب علمیت رہی نہیں تو وہ سبب بھی سبب نہ رہا اور علمیت بھی نہ رہی لہٰذا وہ اسم بالکل بے سبب کا رہ گیا اور دوسری قسم سے مراد وہ اسم ہے جس میں ایسا سبب موجود ہے کہ جس کا سبب ہونا علمیت کے ساتھ مشروط نہیں پس اگر اس کی علمیت کو دور کر دیا جائے تو دوسرا سبب باقی رہے گا البتہ علمیت فنا ہو جانے کی لہٰذا اس اسم میں صرف ایک سبب باقی رہے گا اور ایک سبب کلمہ کو غیر منصرف نہیں بناتا چنانچہ جاءنی طلحۃ میں طلحہ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں تانیث بالتاء اور علمیت ہے لیکن تانیث بالتاء کے لئے علمیت شرط ہے جب اسکو نکرہ کر کے کہا وطلحۃ آخر تو اسمیں ایک سبب بھی باقی نہ رہا لہٰذا وہ منصرف ہو گیا اور اس پر تنوین آگئی اور قام عمر میں عمر مثال عدل اور علم کی ہے جو قسم دوم ہے ایسے ہی ضرب احمد ۱۲ وزن فعل اور علم کی مثال ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ) وہ بھی قسم دوم کی مثال ہے کیونکہ ان دونوں سببوں میں علمیت شرط نہیں ان دونوں میں علمیت دور کرنے کے بعد صرف ایک سبب باقی رہا مگر مصنف نے عمرو بنانے کی دوسری صورت کی مثال نہیں دی اسکی امثال یہ سمجھو کہ رب حاتم لقیتہ کیونکہ یہاں حاتم سے جواد (سخی) مراد ہے حالانکہ حاتم علم تھا مگر اب نہیں رہا پہلی مثال اضافت کی اور دوسری الف لام کی ہے اور اضافت والف لام کی صورت میں کسرہ داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں اسم کے بڑے خواص میں سے ہیں لہذا جس کلمہ پر یہ داخل ہوں گے اسمیں اسمیت غالب آجائیگی اور مشابہت فعل کی کمزور ہوجائے گی اور غیر منصرف پر کسرہ اس وجہ سے ناجائز ہوتا کہ اس کی فعل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور اب مشابہت رہی نہیں پھر بعض نحوی تو کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہی نہیں رہا بلکہ منصرف ہوجاتا ہے اور بعض کے نزدیک رہتا تو غیر منصرف ہی ہے لیکن اس کا حکم باقی نہیں

الالفُ والنونُ الزائدتانِ اولم يُشترطْ فيه ذلك واجتمعَ مع سببٍ واحدٍ

فقط وهو العلمُ المعدولُ ووزنُ الفعلِ ذانكرَ صُرِفَ فاما في القسمِ

الاولِ فلبقاءِ الاسمِ بلا سببٍ واما في الثاني فلبقائهِ على سببٍ واحدٍ

تقولُ جاءني طلحةُ وطلحةٌ آخرُ وقامَ عُمَرُ وعُمَرٌ آخرُ وضربَ احمدُ

واحمداً آخرَ وكلُّ ما لا ينصرفُ اذا أُضيفَ او دخلَهُ اللامُ دخلَهُ

الكسرةُ نحو مررتُ باحمدِكم وبالاحمدِ المقصدُ الاولُ

في المرفوعاتِ الاسماءُ المرفوعاتُ ثمانيةُ اقسامٍ الفاعلُ

ومفعولُ ما لم يُسمَّ فاعلُه والمبتدأُ والخبرُ وخبرُ انَّ واخواتها

واسمُ كانَ واخواتها واسمُ ما ولا المشبهتينِ بليسَ وخبرُ لا

متعلقہ صفحہ ہذا

لہ قولہ المقصد الاول فی المرفوعات الی قولہ لنفی الجنس (ت) پہلا مقصد مرفوعات کے بیان میں۔ اسماء جو مرفوعات ہوتے ہیں کل آٹھ قسم پر ہیں (۱) فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ (۳) مبتدا (۴) خبر (۵) خبر ان واخواتہا (۶) اسم کان واخواتہا (۷) اسم ما ولا المشبہتین بلیس (۸) خبر لائے نفی جنس (ش)، پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ کتاب میں تین مقصد ہیں مرفوعات منصوبات مجرورات ان میں سے مرفوعات کو اس لئے مقدم کیا کہ مرفوع ترکیب میں بہ نسبت منصوب کے اصل ہے دوسرے یہ کہ مرفوع سے جملہ پورا ہوجاتا ہے اور منصوب تو کلام میں فضلہ ہوتا ہے اور مرفوعات مرفوعۃ کی جمع ہے نہ مرفوع کی کیونکہ جو اسم مذکر مفرد کہ غیر ذوی العقول کی صفت واقع ہوتا ہے اس کی جمع الف تا کے ساتھ آجاتی ہے جیسے الجبال الراسخات اور الکواکب الطالعات کہ یہ راسخ اور طالع کی جمع ہے اس لئے کہ راسخ جبل کی جو مذکر لایعقل ہے اور طالع کوکب کی کہ وہ بھی مذکر لایعقل ہے صفت واقع ہوتا ہے۔

ع۵ یعنی علمیت کیونکہ استعمال مصدر ذو التاء تذکیر وتانیث دونوں کے ساتھ آتا ہے ۱۲ ع۶ ای مرتفع لانعدام المشروط عند انعدام الشرط فلم یبق سبب ۱۲ درایہ

سلسلہ قولہ الفاعل ہو اسم الخ (فاعل وہ اسم ہے الی قولہ کذہب زید) یہ فصل ہے فاعل ہر اسم ہے کہ اس کے پہلے فعل یا صفت کا صیغہ ہو کہ اسناد کیا گیا ہو وہ فعل یا صفت اس اسم کی طرف اس طریق پر کہ وہ فعل یا صفت قائم ہے اس اسم کے ساتھ یا اس طریق پر کہ وہ اس پر واقع ہے جیسے قام زید اور زید ضارب ابوہ عمرا اور ما ضرب زید عمرا اور ہر فعل کے لئے ضروری ہے کوئی فاعل مرفوع خواہ مظہر جیسے ذہب زید یا مضمر بارز (ظاہر) جیسے ضربت زیدا یا مستتر (پوشیدہ) جیسے زید ذہب (مثل) مرفوعات میں سے فاعل کو سب سے پہلے اس لئے ذکر کیا کہ مصنف کے جمہور نحویوں کا مذہب اختیار کیا ہے وہ یہ کہ مرفوعات میں فاعل اس وجہ سے کہ وہ جملہ فعلیہ کا جزو ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں کی اصل ہے دوسرے یہ کہ اس کا حذف ناجائز ہے اور اس کا رفع کسی وقت میں منسوخ نہیں ہوتا ہے اور اس کا عامل لفظی ہوتا ہے البتہ سیبویہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اصل مرفوعات میں مبتدا ہے اور تعریف میں جو یہ کہا کہ کل اسم تو کلام ہے اور الحقیقۃ یا حکما لہذا قولہ فی ان التقدم پر یہاں تقدم پر تعریف صادق ہے بلکہ وہ بھی حکما اسم ہے اور صفت سے صیغہ مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ افعل التفضیل ہے اور فعل کا مستثنیٰ اسناد کا اعتبار ہو سکتا ہے فاعل خارج ہوگیا مسند یا اسناد نہیں کسی حرف عطف کے بر ایسے میں مطلب فاعل خارج ہوگیا اور تاکید و نعت و عطف وغیرہ بھی ہے اس لئے کہ ان میں اسناد نہیں ہے اور ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس تمام مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات میں مقصود متبوعات کا ذکر ہے ان تابع ہے کہ ترکیب کا سے آنے والا ہے اور اس کو نہ کہے۔ اولی معنی انہ وقع علیہ مفعول مالم یسم فاعلہ کی طرف اشارہ فاعل کا ہو یا صفت کا جیسے ضرب زید یا ضارب زید ... علاوہ ازیں خواہ اس لئے کہ اس کی طرف نسبت فعل اور صفت کی اس طریق پر ہے کہ اس پر فعل واقع ہوا ہے پہلی مثال اس فاعل کی ہے جس کی طرف فعل کا اسناد ہو اور دوسری مثال اس فاعل کی جس کی طرف صفت کا اسناد ہو اور تیسری مثال فعل منفی کی ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ فاعل صرف فعل مثبت ہی کے لئے ہوتا ہے

التی لنفی الجنس فصل الفاعل کل اسم قبلہ فعل او صفۃ
أسند الیہ علی معنی انہ قام بہ او وقع علیہ نحو قام زیدٌ و زیدٌ ضاربٌ
ابوہ عمرا و ما ضرب زیدٌ عمرا و کل فعل لابد لہ من فاعل مرفوع
مظہر کذہب زیدٌ او مضمر بارز کضربتُ زیدا او مستتر کزید ذہب
وان کان الفعل متعدیا کان لہ مفعول بہ ایضا نحو ضرب زیدٌ عمرا
وان کان الفاعل مظہرا وحد الفعل ابدا نحو ضرب زیدٌ و ضرب
الزیدان و ضرب الزیدون وان کان مضمرا وحد للواحد نحو زیدٌ
ضرب وثنی للمثنی نحو الزیدان ضربا وجمع للجمع نحو الزیدون ضربوا
وان کان الفاعل مؤنثا حقیقیا وهو بازائہ ذکر من الحیوان

سلسلہ قولہ وان کان الفعل متعدیا الی قولہ نحو الزیدون ضربوا (ت) اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے مفعول بہ ہوگا جیسے ضرب زید عمرا اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل واحد لایا جائے گا ہمیشہ جیسے ضرب زید اور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر فاعل ضمیر ہو تو فعل واحد لایا جائے گا فاعل واحد کے لئے جیسے زید ضرب اور فاعل تثنیہ کے لئے تثنیہ لایا جائے گا جیسے الزیدان ضربا اور جمع کے لئے جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا (ش) ہمیشہ فعل واحد لانے کا مطلب یہ کہ چاہے فاعل تثنیہ ہو یا جمع جیسے ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون الخ مثل کہ اس صورت میں ہمیشہ واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کے تثنیہ اور جمع ہونے کی صورت میں اگر فعل کو بھی تثنیہ اور جمع لایا جائے تو فاعل کا متعدد ہونا لازم آئیگا اور آیۃ اسروا النجوی الذین ظلموا کو فاعل نہیں کہتے ہیں بلکہ اسروا کی ضمیر سے بدل ٹھہراتے ہیں سلسلہ قولہ وان کان الفاعل مؤنثا الی قولہ نحو قامت ہند (ت) اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور وہ مؤنث ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مذکر جاندار ہو تو فعل مؤنث لایا جائے گا بشرطیکہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو جیسے قامت ہند (ش) مؤنث حقیقی کی مثال امرءۃ اور ناقۃ ہے کیونکہ امرءۃ کے مقابلہ میں رجل اور ناقۃ کے مقابلہ میں جمل ہے أنث الفعل ابدا کے یہ معنی ہیں کہ خواہ فاعل مظہر ہو یا ضمیر لیکن فعل کو مؤنث لانے کا وجوب تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ اس فعل کی گردان ہوتی ہو دوم یہ کہ مؤنث انسانوں میں سے ہو سوم یہ کہ فاعل اور فعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو پس اگر فعل غیر منصرف (بے گردان والا) ہوگا جیسے نعم الہند یا مؤنث حقیقی چوپایوں میں سے ہوگا جیسے اتی النجۃ (گائی بھینس) ۱۲

۵۱ قولہ وان فصلت الى قولہ ويجوز فيه الرجال قاموا (ت) اور اگر تو فاصلہ لادے تو تجھے اختیار ہے مذکر لانے میں اور مونث لانے میں جیسے ضرب الیوم ہند اور اگر چاہے تو کہے ضربت الیوم ہند اور ایسا ہی حکم غیر مونث حقیقی میں ہے جیسے طلعت الشمس اور اگر چاہے تو کہے طلع الشمس یہ بیان مذکور اس وقت ہے کہ جب فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہو اور اگر وہ فعل مسند ضمیر کی طرف تو فعل ہمیشہ مونث لایا جائے گا جیسے الشمس طلعت اور جمع تکسیر مونث غیر حقیقی کی مانند ہے کہیگا تو قام الرجال اور اگر چاہے تو کہے قامت الرجال اور الرجال قامت اور جائز ہے اس میں الرجال قاموا (ش) یا فاعل اور فعل کے درمیان کچھ فاصلہ ہو جیسے حاء الیوم ہند تو فعل کا مونث لانا واجب نہیں ان شرطوں میں سے مصنف نے صرف تیسری شرط بیان کی ہے اور یہ جو کہا کہ ہذا اذا کان الفعل مسندًا الی المظہر اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا خلط ملط مظہر مونث غیر حقیقی کے ساتھ کامل نہیں ہوتا اور اگر ضمیر فعل کا فاعل ہو تو اس حالت میں فعل

۲۸

أُنِّثَ الفعلُ ابدًا ان لم تفصل بين الفعل والفاعلِ نحو قامتْ هِندٌ وانْ فصلتَ فلكَ الخيارُ في التذكيرِ والتانيثِ نحو ضربَ اليومَ هندٌ وانْ شئتَ قلتَ ضربتِ اليومَ هندٌ وكذلكَ في المؤنثِ الغيرِ الحقيقيِّ نحو طلعتِ الشمسُ وانْ شئتَ قلتَ طلعَ الشمسُ هذا اذا كانَ الفعلُ مُسندًا الى المظهرِ وانْ كانَ مُسندًا الى المضمرِ أُنِّثَ ابدًا نحو الشمسُ طلعتْ وجمعُ التكسيرِ كالمؤنثِ الغيرِ الحقيقيِّ تقولُ قامَ الرجالُ وانْ شئتَ قلتَ قامتِ الرجالُ والرجالُ قامتْ ويجوزُ فيه الرجالُ قاموا ويجبُ تقديمُ الفاعلِ على المفعولِ اذا كانا مقصورَينِ وخفتَ اللبسَ نحو ضربَ موسى عيسى ويجوزُ تقديمُ

جزءًا ١٢ — بشيء ١٢ — بالتاء ١٢ — اي في هذا القول ١٢ — بالفتح الخلط والشبهة ١٢

کو ہمیشہ مونث لانے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ضمیر کے فاعل ہونے کی صورت میں فعل کا فاعل کے ساتھ خلط ملط بہت سخت ہوتا ہے اس لئے فاعل کی تانیث فعل کے اندر اثر کر جاتی ہے پس اس کا مونث لانا ضروری ہو جاتا ہے اور جمع تکسیر کا حکم مونث حقیقی کا سا ہر حال میں ہے خواہ جمع مذکر عاقل کی ہو جیسے رجال یا مذکر غیر عاقل کی جیسے جمال اور ایام یا جمع مونث ہو جیسے نسوۃ جمع سالم بالف تا کا بھی یہی حکم ہے جیسے مومنات قرآن شریف میں ہے اذا جاءک المومنات اور دوسری جگہ ہے وقال نسوۃ اور تیسری جگہ ہے وقالت الاعراب اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع بتاویل جماعت ہے اور لفظ کا لحاظ کر کے اس کو مونث پڑھتے ہیں اور معنی کے لحاظ سے مذکر اور جمع مذکر سالم میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ صیغہ مذکر کا ہوتے ہوئے تانیث کا اعتبار مکروہ ہے لیکن لفظ بنون میں جواز کی حجت ہے یہ حکم نہیں ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ آمنت بہ بنوا اسرائیل اسی طرح وہ جمع کا صیغہ جو واؤ نون کے ساتھ جمع لایا گیا ہو گو اس کا واحد مونث ہو تو اس میں بھی فعل کو مونث لانا جائز ہے جیسے سنون کہ سنۃ کی جمع ہے اور ارضون کہ ارض کی جمع ہے۔ **۵۲ قولہ** ویجب تقدیم الفاعل الی قولہ من الاقرعات (ت) اور واجب ہوتا ہے مقدم لانا فاعل کا مفعول سے جبکہ دونوں اسم مقصور ہوں اور تو التباس کا خوف کرے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ اور جائز ہے مقدم لانا مفعول کا فاعل پر اگر تو التباس کا ڈر نہ کرے جیسے اکل الکمثری یحیی (کھا لیا ناشپاتی کو یحیی نے) اور ضرب عمرًا زید اور ضرب عمرو

کو زید نے اور جائز ہے حذف کا جہاں کوئی قرینہ موجود ہو جیسے زید اس شخص کے جواب میں جس نے کہا من ضرب کس نے مارا اور ایسے ہی جائز ہے حذف کرنا فعل اور فاعل دونوں کا جیسے نعم (ہاں) اس شخص کے جواب میں جس نے کہا اقام زید کیا کھڑا ہے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے فاعل اور قائم کیا جاتا ہے مفعول اس کی جگہ جبکہ ہو فعل مجہول جیسے ضرب زید اور یہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے (ش) فاعل میں اصل تو یہی ہے کہ وہ مفعول سے پہلے ہو کیونکہ فاعل بہت قوی رکن ہے لیکن کہیں ایسا ہوتا ہے کہ فاعل کا مقدم کرنا واجب ہوتا ہے ان میں سے ایک مقام یہ ہے مثلاً ضرب موسیٰ عیسیٰ میں اگر فاعل کا مقدم لانا واجب نہ ہو تو یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ فاعل کون ہے اس التباس کو دور کرنے کے لئے تقدیم فاعل ضروری قرار دیدی البتہ اکل الکمثری یحیی میں التباس نہیں ہے کیونکہ چاہے فاعل مقدم لایا جائے یا موخر ہر حال میں مخاطب سمجھ لے گا کہ یحیی فاعل ہے لہٰذا اس میں معنوی قرینہ موجود ہے اور ضربت عمرًا زید میں لفظی قرینہ موجود ہے یعنی عمرًا کا نصب پس مخاطب ہر حال میں سمجھ لے گا کہ عمرًا مفعول بہ ہے خواہ مقدم ہو یا موخر اور یجوز حذف الفعل میں فعل سے مراد وہ فعل ہے جو فاعل کو رفع دیتا ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ٢٨) اور حیث کانت میں کانت تامہ ہے بمعنی وجدت تو جب کوئی کہے کہ من ضرب کس نے مارا تو اس کے جواب میں صرف زید کہنا جائز ہے اس کے معنی ضرب زید کے ہیں یعنی زید نے مارا ضرب فعل کو حذف کردیا کیونکہ سائل کے سوال میں ضرب موجود ہے وہ یہاں حذف کا قرینہ ہے اگر کوئی کہے کہ اس کو جملہ فعلیہ بنانا ایک فرضی ہے تاکہ یہ حذف فعل کی مثال ہوجائے بلکہ ہوسکتا ہے کہ زید مبتدا ہو اور خبر محذوف ہو اور مجموعہ جملہ اسمیہ ہو اور اس میں یہ بھی بہتری ہے کہ اس سے جواب سوال کے مطابق ہوجاتا ہے کیونکہ سوال بھی جملہ اسمیہ تھا یعنی من ضرب تو جواب یہ ہے کہ حذف خبر کی صورت میں جملہ کا حذف لازم آتا ہے کیونکہ اگر ضرب خبر مانا جائے اور تقدیر عبارت کی زید ضرب لی جائے تو اس صورت میں وہ جملہ ہے کیونکہ ضرب میں جو ضمیر ہے وہ اس کا فاعل ہے اور فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہوجاتا ہے اور جب زید کو فاعل قرار دیا جائے تو محض فعل محذوف ہوگا اور وہ جملہ نہیں ہے اور جملہ کے حذف سے مفرد کا حذف

٢٩

المفعول على الفاعل ان لم تخف اللبس نحو اكل الكمثرى يحيى وضرب
(بضم کاف وسیم مشدد میوہ ہندی ناشپاتی ١٢)
عمرا زيد ويجوز حذف الفعل حيث كانت قرينة نحو زيد في جواب من قال
(وجدت ١٢ — الرافع للفاعل ١٢)
من ضرب وكذا يجوز حذف الفعل والفاعل معا كنعم في جواب من قال
(وصیغۂ مجہول بالہ سیم نا علد وسیجی مفصلا)
اقام زيد وقد يحذف الفاعل ويقام المفعول مقامه اذا كان الفعل
(في اسناد الفعل وشبهه اليه درايه ١٢)
مجهولا نحو ضرب زيد وهو القسم الثاني من المرفوعات فصل اذا
(شرط ١٢)
تنازع الفعلان في اسم ظاهر بعدهما اي اراد كل واحد من الفعلين
(اي التنفي والتوجه بحسب المعنى ١٢)
ان يعمل في ذلك الاسم فهذا انما يكون على اربعة اقسام الاول
(جملة بتاويل مفرد مفعول اراد ١٢ — جزاء ١٢)
ان يتنازعا في الفاعلية فقط نحو ضربني واكرمني زيد الثاني
(لا في المفعولية ١٢)
ان يتنازعا في المفعولية فقط نحو ضربت واكرمت زيدا الثالث
(لا في الفاعلية ١٢)

اولیٰ ہے پھر حذف کیلئے قرینہ ہونا شرط ہے نہ کہ علت کیونکہ علت تو ایجاز اور اختصار ہے اور اصل اظہار ہے اور یہ جو کہا کہ جائز ہے فعل اور فاعل دونوں کا حذف کرنا اس کے ساتھ یہ قید بھی ہے کہ جب قرینہ موجود ہو مگر چونکہ یہ قید ظاہر تھی اس لئے مصنف نے ترک کردی اور فقط فاعل کا حذف جائز نہیں البتہ بعض نحوی نے تنازع فعلین میں اس کے قائل ہوئے ہیں۔ اور فاعل کو حذف کرکے اس کی جگہ مفعول کو قائم کرنا درست ہے جیسے مفعول مالم یسم فاعلہ ہوتا ہے ١٢، عہ علی صیغۃ الخطاب بغیر معین ١٢، عسہ اے فی التذکیر الفعل وتانیثہ ١٢، سہ اے لک الخیار فی التذکیر والتانیث ١٢، للمہ اے فی التذکیر الفعل وتانیثہ ١٢

(متعلقہ صفحہ ھذا) لہ قولہ (س)

اذا تنازع الفعلان الی قولہ واکرمنی زید (ت)

جب دو فعل تنازع کریں کسی اسم ظاہر میں جو واقع ہو ان دونوں فعل کے بعد یعنی ارادہ کرے ہر ایک دونوں فعلوں میں سے یہ کہ عمل کرے اس اسم میں تو یہ ہوتا ہے چار قسم پر اوّل یہ کہ دونوں صرف فاعل ہونے میں نزاع کریں جیسے ضربنی واکرمنی زید دوسری یہ کہ صرف مفعول ہونے میں نزاع کریں جیسے ضربت واکرمت زیدا۔ تیسری یہ کہ دونوں فاعلیت اور مفعولیت میں تنازع کریں اور پہلا فعل فاعل کو اور دوسرا مفعول کو چاہے جیسے ضربنی واکرمت زیدا چوتھی قسم اس تیسری کا عکس ہے جیسے ضربت واکرمنی زید (ش) دونوں فعلوں سے مراد دو عامل ہیں بشرطیکہ دونوں معدہ نہ ہوں

لہٰذا اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ سب مشابہت فعل کو شامل ہے جیسے زید موذب و معلم عمرا اور بکر حکیم وطبیب ابوہ اور فعل کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ عمل میں اصل ہے اور باقی فرع اور دو کی قید احترازی نہیں ہے کیونکہ تنازع تین اور چار عاملوں میں بھی ہوتا ہے اور معدہ دو کو اس وجہ سے خارج کردیا کہ قطع تنازع وہاں ممکن نہیں اس لئے کہ معدہ میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی اور اسم ظاہر کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اسم مضمر اگر ضمیر متصل ہو تو اس میں تو تنازع ہی ممکن نہیں اس لئے کہ ضمیر متصل صرف اسی فعل کا معمول ہوسکتی ہے جس کے متصل ہے اور اگر ضمیر منفصل ہو تو اس میں تنازع تو ممکن ہے جیسے ماضرب وما اکرم الا انا مگر اس کا قطع اس طریقہ سے ناممکن ہے جو یہاں مذکور ہے یعنی حذف واضمار کیونکہ اگر ضمیر لائی جائے تو مع الا کے لائی جائے یا بدون الا کے اگر مع الا کے لائی جائیگی تو حرف کا مصرع ہونا لازم آئیگا جو مفرد کبھی نہیں ہوتا اور جو بغیر الا کے مجرد لائی جائیگی تو معنی فاسد ہوں گے اس لئے کہ بجائے اثبات کے نفی لازم آئے گی اور بعدہما کی قید اسلئے لگائی اگر معمول دونوں فعلوں سے مقدم ہوگا تو وہ بالضرور پہلے فعل کا معمول ہوگا لہٰذا دوسرے فعل کا اس میں نزاع ہی نہیں ہوسکے گا۔ اور تنازع کی تفسیر ارادہ کے ساتھ کرنیکا (باقی برصفحہ آئندہ)

بقیہ صفحہ ۲۹) فائدہ یہ ہے کہ چونکہ افعال غیر ذوی العقول ہیں اس لئے تنازع ان سے متصور نہیں البتہ تقاضا اور ارادہ ممکن ہے ۱۲ ع یائے نسبت یا تا معنی مصدر سے را فائدہ می کند اسے فی کونہ فاعلا ۱۲

متعلقہ صفحہ ھذا

لہ قولہ واعلم ان فی جمیع ہذہ الاقسام الی قولہ الاستحقاق (ت) اور جاننا چاہئے کہ ان تمام اقسام میں جائز ہے عمل دلانا پہلے فعل کو اور عمل دلانا دوسرے فعل کو خلاف ہے فراء کا پہلی صورت میں اور تیسری صورت میں اگر دوسرے فعل کو عمل دلایا جائے اور دلیل اس کی لازم آنا ایک بات کا ہے دو باتوں میں سے یا حذف ہو جانا فاعل کا یا ضمیر لانا قبل ذکر کے اور یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں اور یہ اتفاقی سب نحویوں کا اور اختلاف فراء کا جائز ہونے میں ہے اور بہرحال پسندیدگی سو اس میں بصریوں کا اختلاف ہے

إن يتنازعا في الفاعلية والمفعولية ويقتضي الأول الفاعل والثاني المفعول نحو ضربني وأكرمت زيدًا الرابع عكسه نحو ضربتُ وأكرمني زيدٌ واعلم أنّ في جميع هذه الأقسام يجوز إعمال الفعل الأول وإعمال الفعل الثاني خلافًا للفراء في الصورة الأولى والثالثة أن يعمل الثاني ودليله لزوم أحد الأمرين إمّا حذف الفاعل أو الإضمار قبل الذكر وكلاهما محظور إن هذا في الجواز وأمّا الاختيار ففيه خلاف البصريين فإنهم يختارون إعمال الفعل الثاني اعتبارًا للقرب والجوار والكوفيون يختارون إعمال الفعل الأول مراعاةً للتقدم والاستحقاق فإن أعملت الثاني فانظر إن كان الفعل

(الاربعۃ المذکورۃ ۱۲ — عند البصریین والکوفیین جمیعا ۱۲ — وہی ۱۲ — یعنی اگر مذہب فراء کے مطابق ہے ۱۲ — علی تقدیر اعمال الثانی ۱۲ — ممنوعان ۱۲ — اختلاف الفراء ۱۲ — فی جمیع الصور ۱۲ — مع تجویزہم اعمال الاول ایضا ۱۲ — مع تجویزہم اعمال الثانی ایضا ۱۲ — مفعول لہ یختارون ۱۲ — نابلۃ ... ۱۲ — کما ہو مذہب البصریین ۱۲)

بس تحقیق وہ لوگ پسند کرتے ہیں دوسرے فعل کے عمل دلانے کو نزدیک ہونے اور ہمسائیگی کا اعتبار کرکے اور کوفی لوگ پسند کرتے ہیں پہلے فعل کے عمل دلانے کو اس رعایت سے کہ وہ مقدم لایا گیا ہے اور مستحق ہے پس اگر تو عمل دلادے دوسرے فعل کو تو غور کر اگر ہے فعل اول ---

(ش) تمام اقسام سے چاروں قسمیں مراد ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ مطلب یہ ہے کہ بصریین اور کوفیین سب کے نزدیک ہر ایک فعل کو عمل دلانا درست ہے مگر فراء نحوی کا پہلی قسم میں اختلاف ہے یعنی جب فاعلیت میں تنازع ہو کہ ہر فعل اس کو فاعل بنانا چاہے اور وہ اختلاف یہ ہے کہ وہ اس صورت میں دوسرے فعل کے عمل دلانے کو ناجائز کہتے ہیں اسی طرح تیسری قسم میں بھی جبکہ تنازع فاعلیت اور مفعولیت میں ہو اور پہلا فعل فاعل کو اور دوسرا مفعول کو چاہے تو دوسرے فعل کے عمل دلانے کو ناجائز کہتے ہیں اور ان کی دلیل ظاہر ہے پس ان دونوں صورتوں میں پہلے فعل کے عمل دلانے کو فرض کہتے ہیں اور لفظ خلافا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی خالف القول بالجواز خلافا للفراء اور بصریوں کا مذہب پہلے بیان کرنا اس کی دلیل ہے کہ مذہب مختار وہی ہے اور استعمال بھی اسی کا زیادہ ہے اور اس کے مختار ہونے کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ قرآن شریف میں اسی کے مطابق کلام لایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے آتونی

... بیہ کہ اس میں افرغ کو کتابیہ کا عامل قرار دیا ہے جو فعل ثانی ہے اس لئے کہ اگر پہلے فعل یعنی آتونی کو عامل ٹھہرایا ہوتا تو دوسرے میں ضمیر ہوتی اور افرغہ ہوتا ایسے ہی طفیل شاعر ... اس شعر میں اسی مذہب پر عمل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ... کمیت شاعر ... واستشعرت لون مذہب یعنی تو دیکھے گا ہمارے ساتھ کمیت رنگ کے گھوڑے جو شرع خون کے مانند ہیں گویا ان کی پشتوں پر جاری ہے اور سونے کے لیپ کے رنگ کو انہوں نے شعار بنایا ہے) اس میں جری اور استشعرت نے لون مذہب میں تنازع کیا ہے فعل اول اسکو اپنا فاعل اور دوم اس کو ایک مفعول بنانا چاہتا ہے مگر شاعر نے بصریوں کا مذہب اختیار کرکے دوسرے فعل کو عمل دلایا ہے اور پہلے فعل میں ضمیر فاعل کی مستتر ہے اور اگر پہلے فعل کو عمل دلاتا تو استشعرت میں مفعول کی ضمیر (ہ) ۔ کذا فی المفصل للزمخشری ۱۲

(تفصیل تنازع فعلین کی شاخوں کا نقشہ صفحہ ۴۱ پر دیکھو ۔)

ل قولہ الاول یقتضی الفاعل الی قولہ من الفعل الاول (ت) اگر پہلا فعل اول کو چاہتا ہے فاعل کو تو ضمیر لادے گا تو اس فاعل کی اول فعل میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربنی واکرمنی زید اور ضربانی واکرمنی الزیدان وضربونی واکرمنی الزیدون اور متخالفین میں ضربنی واکرمت زیدا وضربانی واکرمت الزیدین اور ضربونی واکرمت الزیدین اور اگر ہو فعل اول کہ چاہتا ہو مفعول کو اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو حذف کرے گا تو مفعول کو پہلے فعل سے (ش) یعنی اگر فعل اول فاعل کو چاہتا ہو تو اسم ظاہر کے مطابق اس میں ضمیر لائیں گے اگر وہ مفرد ہے تو مفرد تثنیہ ہے تو تثنیہ جمع ہے تو جمع مذکر ہے تو مذکر اور مؤنث ہے تو مؤنث اور متوافقین سے مراد یہ ہے کہ دونوں فعل یا فاعل کو چاہیں اور یا دونوں فعل مفعول کو چاہیں مگر یہاں پہلی صورت متعین ہے ضمیر لانے کو فاعل کی صورت میں اس لئے خاص کیا کہ

۳۱

الاول[1] یقتضی الفاعل اضمرتہ فی الاول کما تقول فی المتوافقین ضربنی واکرمنی زید وضربانی واکرمنی الزیدان وضربونی واکرمنی الزیدون وفی المتخالفین ضربنی واکرمت زیدا وضربانی واکرمت الزیدین وضربونی واکرمت الزیدین وان کان الفعل الاول یقتضی المفعول ولم یکن الفعلان من افعال القلوب حذفت المفعول من الفعل الاول کما تقول[2] فی المتوافقین ضربت واکرمت زیدا وضربت واکرمت الزیدین وضربت واکرمت الزیدین وفی المتخالفین ضربت واکرمنی زید وضربت واکرمنی الزیدان وضربت واکرمنی الزیدون وان کان الفعلان من افعال القلوب یجب اظہار المفعول للفعل

اضمار قبل الذکر عمدہ میں درست ہوتا ہے بشرطیکہ اس کی تفسیر مذکور ہو جیسے قل ہو اللہ احد میں اور اس کو ظاہر نہیں کرسکتے ورنہ تکرار لازم آئے گی اور نہ حذف کرسکتے ہیں کیونکہ حذف فاعل ناجائز ہے البتہ اس حالت میں کہ جب اس کے قائم مقام کوئی چیز ہو۔ اور کسائی اس صورت میں فاعل کو محذوف مانتے ہیں۔ افعال قلوب نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ افعال قلوب کا ذکر آگے آنے والا ہے اور مفعول کو حذف اس لئے کیا ہے کہ اگر ذکر کرتے ہیں تو تکرار لازم آتی ہے اور اگر ضمیر لاتے ہیں تو اضمار قبل الذکر فضلہ میں لازم آتا ہے اور یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں اور مرتبہ کلام جو اضمار قبل الذکر آیا ہے سو وہ شاذ ہے

ع قولہ کما تقول فی المتوافقین الی قولہ مذہب البصریین (ت) جیسا کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا اور ضربت واکرمت الزیدین اور ضربت واکرمت الزیدین اور متخالفین میں ضربت واکرمنی زید اور ضربت واکرمنی الزیدان اور ضربت واکرمنی الزیدون اور اگر ہوں دونوں فعل افعال قلوب سے تو واجب ہوگا ظاہر کرنا مفعول کا فعل اول کے جیسا کہ کہے گا تو حسبنی منطلقا وحسبت زیدا منطلقا اس لئے کہ جائز نہیں ہے حذف کرنا مفعول کا افعال قلوب میں سے اور ضمیر لانا مفعول کی قبل ذکر کے یہ تو مذہب بصریوں کا ہے (ش) یہ مثال اصل میں یوں تھی کہ حسبنی وحسبت زیدا منطلقا میں منطلقا میں حسبنی اور حسبت نے تنازع کیا اور حسبت یعنی دوسرا فعل کو عمل دلانا ہے تو پہلے فعل یعنی حسبنی کا دوم ذکر کرنا لازم ہوگا اور پہلا مفعول اس کا یا متکلم موجود ہے اور افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنا اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار درست نہیں بہ مذہب البصریین میں ہذا کا اشارہ بیان سابق کی طرف ہے یعنی ذکر فعل دلانا ۱۲ ع نہ کہ آں فضلہ است پس باضمار آں حاجت نیست ۱۲

۵۱ قولہ واما ان اعملت الفعل الاول الی قولہ واکرمونی الزیدین (ت) اور بہر حال اگر عمل دلا دے تو پہلے فعل کو موافق مذہب کوفیوں کے تو غور کر اگر ہے دوسرا فعل کہ چاہتا ہے فاعل کو تو ضمیر لا دے گا تو فاعل کی دوسرے فعل میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں مارا مجھ کو اور عزت کی میری زید نے اور مارا مجھ کو اور عزت کی میری دونوں زیدوں نے اور مارا مجھ کو اور عزت کی میری بہت سے زیدوں نے اور متخالفین میں مارا میں نے زید کو اور عزت کی اس نے میری اور مارا میں نے دو زیدوں کو اور عزت کی ان دونوں نے میری اور مارا میں نے بہت کر زیدوں کو اور عزت کی ان سب نے میری۔ (ش) یہاں بھی ضمیر تذکیر و تانیث افراد و تثنیہ و جمع میں اسم ظاہر کے مطابق لائی جائے گی اور یہ حکم بالاجماع ہے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ پہلے فعل کو عمل دلانے کی صورت میں عامل اور معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ لازم آتا ہے سو اس بات کا فعل میں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس کا عمل قوی ہوتا ہے لیکن جس صورت میں عامل اسم تفضیل ہو تو مضائقہ اور حرج ہوگا کیونکہ اس کا عمل ضعیف ہوتا ہے ۱۲

۵۲ قولہ وان کان الفعل الثانی الی قولہ مطابقا للمراد (ت)

۳۲

الاول كما تقول حَسِبَنِي مُنْطَلِقًا وحَسِبْتُ زيدًا منطلقًا[عه] اذ لا يجوز حذف المفعول من افعال القلوب وفي اضمار المفعول قبل الذكر هذا هو مذهب البصريين وفي اما ان اعملت الفعل
(في الفضلة وهو ايضا ممنوع ۱۲ — اي الذي ذكرنا ۱۲)
الاول على مذهب الكوفيين فانظر ان كان الفعل الثاني يقتضي الفاعل اضمرت الفاعل في الفعل الثاني كما تقول في المتوافقين
(في الاثنتنا ۱۲)
ضربني واكرمني زيدٌ وضرباني واكرماني الزيدان وضربوني واكرموني الزيدون وفي المتخالفين ضربت واكرمني زيدًا وضربت واكرماني الزيدين
(في الاثنتنا ۱۲)
وضربت واكرموني الزيدين وان[۵۲] كان الفعل الثاني يقتضي المفعول ولم يكن الفعلان من افعال القلوب جاز فيه الوجهان حذف المفعول
(المتنازعان ۱۲ — في هذا التقدير ۱۲ — احدهما ۱۲)

اور اگر ہو دوسرا فعل کہ چاہتا ہو مفعول کو اور نہ ہوں دونوں فعل افعال القلوب میں سے تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں مفعول کو حذف کرنا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی پسندیدہ ہے تاکہ ہو جائے ملفوظ مطابق مراد (مقصود) کے (ش) ضمیر لانا اس وجہ سے مختار ہے کہ حذف کرنے میں یہ احتمال ہے کہ مخاطب مقصد متکلم کے خلاف عبارت کا مطلب سمجھے کیونکہ جب قائل نے کہا کہ ضربنی واکرمت زیدًا اور زید ضربنی کا فاعل ہو گیا تو اگر اکرمت کے مفعول کو محذوف کر دیں اور ضمیر نہ لائیں تو مخاطب اس کا مطلب یہ سمجھے گا کہ مارا ہے مجھ کو زید نے اور عزت کی میں نے کسی اور کی کیونکہ جب متکلم کو زید نے مارا ہے تو ظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے عزت ۱۲

۵۵ جاننا تھا کو چلنے والا اور جانا میں نے زید کو چلنے والا ۱۲

له قوله اما الحذف الی قولہ واکرمتہم الزیدون (ت) بہرحال حذف پس جیسا کہ کہے تو متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا اور ضربت واکرمت الزیدین اور ضربت واکرمت الزیدین اور متخالفین میں ضربنی واکرمت زید اور ضربنی واکرمت الزیدان اور ضربنی واکرمت الزیدون اور بہرحال ضمیر لانا سو جیسا کہ کہے تو متوافقین میں ضربت واکرمتہ زیدا یعنی میں نے مارا زید کو اور اس کی عزت کی اور ضربت واکرمتہما الزیدین میں نے مارا دونوں زیدوں کو اور ان کی عزت کی اور ضربت واکرمتہم الزیدین میں نے بہت سے زیدوں کو مارا اور ان کی عزت کی اور متخالفین میں ضربنی واکرمتہ زید مجھ کو مارا زید نے اور میں نے اس کی عزت کی اور ضربنی واکرمتہما الزیدان مجھ کو مارا دونوں زیدوں نے اور میں نے ان دونوں کی عزت کی اور ضربنی واکرمتہم الزیدون مجھ کو بہت سے زیدوں نے مارا اور میں ان کی عزت کی (ش) تم پہلے جان چکے کہ ضمیر لانا پسندیدہ ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو مذکور ہو چکی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب معمول اس کے قریب ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ یہ خود بالذات اسی میں عمل کرے اور اگر اس میں بالذات عمل نہ کرے تو کم از کم اس کی ضمیر میں تو ضرور ہی کرے ۱۲

۳۲

(المرجع) (بابیان الضمیر)

والاضمار والثاني هو المختار ليكون الملفوظ مطابقا للمراد[1] اما
الحذف فكما تقول في المتوافقين ضربت واكرمت زيدا وضربت
واكرمت الزيدين وضربت واكرمت الزيدين وفي المتخالفين ضربني
واكرمت زيد وضربني واكرمت الزيدان وضربني واكرمت الزيدون
واما الاضمار فكما تقول في المتوافقين ضربت واكرمته زيدا و
ضربت واكرمتهما الزيدين وضربت واكرمتهم الزيدين وفي
المتخالفين ضربني واكرمته زيد وضربني واكرمتهما الزيدان
وضربني واكرمتهم الزيدون واما[2] اذا كان الفعلان من
افعال القلوب فلا بد من اظهار المفعول كما تقول حسبني

۲ قوله واما اذا کان الفعلان من افعال القلوب الی قولہ وہو غیر جائز (ت) اور بہرحال جب ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو ضروری ہے ظاہر کرنا مفعول کا جیسا کہ کہے تو حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقا گمان کیا مجھ کو دونوں زیدوں نے چلنے والا اور گمان کیا میں نے ان دونوں کو چلنے والا اور یہ اس وجہ سے کہ حسبنی اور حسبتہما نے لفظ منطلقا میں تنازع کیا اور عمل دلایا تو نے پہلے فعل کو اور وہ حسبنی ہے اور ظاہر کر دیا تو نے مفعول دوسرے فعل کا پس اگر تو نے لفظ منطلقین کو حذف کر دے گا اور کہیگا حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقا تو دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار کرنا افعال قلوب میں لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے (ش) وذا لک سے مفعول کے ظاہر کرنے کی طرف اشارہ ہے اب سمجھو کہ تنازع کی تین صورتیں استعمال کی جاتی ہیں ایک ظاہر کرنا دوسری ضمیر لانا تیسری حذف کرنا۔ جب افعال قلوب میں سے کوئی فعل ہو تو کسی تقدیر پر مفعول کا ظاہر کرنا فرض قرار دے دیا اور اضمار اور حذف ناجائز ہوئے تو مصنف نے ان دونوں کے ناجائز ہونے کی وجہ بالتفصیل بیان کی حذف کی تو یہ کہ اگر حذف کرتے ہیں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا لانا اور دوسرے کا نہ لانا لازم آتا ہے اور افعال قلوب میں یہ درست نہیں کہ ایک مفعول ذکر کیا جائے اور دوسرا حذف کر دیا جائے اور ضمیر لانے کے ناجائز ہونے کی وجہ آگے آتی ہے اور لفظ منطلقا میں تنازع کا مطلب یہ ہے کہ حسبنی نے چاہا کہ اس کو میں اپنا مفعول دوم بناؤں اور حسبتہما نے چاہا کہ میں اپنا مفعول دوم بناؤں کیونکہ مفعول اول ہر ایک کا اس کے ساتھ موجود ہے اگر کوئی کہے کہ منطلقا میں دونوں کا تنازع ناممکن ہے کیونکہ فعل اول مفعول مفرد کو چاہتا ہے اور فعل دوم تثنیہ کو اور کوئی کلمہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ مفرد بھی ہو اور تثنیہ بھی (باقی بر صفحہ آئندہ)

لـــه قوله وان اضمرت فلا یخلو الی قوله وجب الاظہار (ت) اور اگر ضمیر لائے گا تو پس خالی نہیں اس سے کہ ضمیر لائے گا تو مفرد کی اور کہے گا حسبنی وحسبتہما ایاہ الزیدان منطلقا اور اس وقت نہ ہوگا مفعول دوم مطابق مفعول اول کے اور وہ مفعول اوّل لفظ ہما ہے تیرے اس قول میں کہ حسبتہما اور یہ جائز نہیں یا یہ کہ ضمیر لاوے گا تو تثنیہ کی اور کہے گا تو حسبنی وحسبتہما ایاہما الزیدان منطلقا

۳۴

وَحَسِبْتُهُمَا منطلقین الزیدان مُنْطَلِقًا وذٰلِكَ لان حَسِبَنِی وحَسِبْتُهُمَا تنازعا فی منطلقا واعملت الاول وهو حَسِبَنِی واظهرت المفعول فی الثانی فان حذفت منطلقین وقلت حَسِبَنِی وحَسِبْتُهُمَا الزیدان منطلقا یلزم الاقتصار علی احد المفعولین فی افعال القلوب وهو غیر جائز وان اضمرت فلا یخلو من ان تضمر مفردا وتقول حَسِبَنِی وحَسِبْتُهُمَا ایاه الزیدان مُنْطَلِقًا وحینئذٍ لا یکون المفعول الثانی مطابقا للمفعول الاول وهو هما فی قولك حَسِبْتُهُمَا ولا یجوز ذٰلك وان تضمر مثنی وتقول حَسِبَنِی وحَسِبْتُهُمَا ایاهما الزیدان مُنْطَلِقًا وحینئذٍ یلزم عود الضمیر المثنی الی اللفظ المفرد وهو منطلقا الذی وقع فیه التنازع وهذا ایضا لا یجوز واذا لم یجز الحذف والاضمار کما عرفت وجب الاظهار

(بقیہ صـــ) تو جواب یہ ہے کہ ہر ایک فعل دونوں میں سے ایک ایسی ذات کے مفعول دوم بنانے کو چاہتا ہے جو انطلاق کی صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ اب وہ خواہ مفرد ہو یا تثنیہ ۱۲

ے اے المفعول الثانی ۱۲ درایہ

الزید ان منطلقا گمان کیا مجھ کو دونوں زیدوں نے چلنے والا اور گمان کیا میں ان دونوں کو چلنے والا اور اس وقت میں لازم آئے گا لوٹنا ضمیر تثنیہ کا لفظ مفرد کی طرف اور وہ منطلقا ہے وہ منطلقا کہ جس میں تنازع واقع ہے اور یہ بھی ناجائز ہے اور جب جائز نہ ہوا حذف اور ضمیر لانا جیسا کہ تم نے جان لیا تو ظاہر کرنا واجب ہوا (ش) خلاصہ یہ ہے کہ اگر ضمیر مفرد کی لاکر حسبتہما ایاہ کہیں تو مفعول اول ہما تثنیہ اور مفعول دوم ایاہ مفرد ہو جائے گا اور افعال قلوب کے دونوں مفعول افراد تثنیہ جمع میں مطابق ہوا کرتے ہیں اور یہاں مخالفت ہو جائے گی اور مطابقت کی ضرورت اس لئے ہے کہ یہ دونوں مفعول درحقیقت مبتدا و خبر ہوتے ہیں اور اگر ضمیر تثنیہ کی لاتے ہیں تو دونوں مفعولوں میں مطابقت تو ہو جائے گی مگر ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی کیونکہ وحسبتہما ایاہما میں ایاہما کا مرجع منطلقا ہوگا جو مفعول دوم اور مفرد ہے اور ہما ضمیر تثنیہ کی ہے ۱۲ عـــه اے وجوب اظہار المفعول الثانی ۱۲ عـــه اے عدم مطابقۃ المفعول الاول للثانی ـــه اے حین اضمرت المفعول المثنی ۱۲ للعـــه اے کون الضمیر المثنی والمرجع مفردا ۱۲

المفعول ۱۲ — اے اظہار ذالک المفعول — اے المفعول الثانی ۱۲ — من التفصیل المذکور ۱۲

جمہور کے نزدیک تنازع کی مثالیں جبکہ پہلا فعل فاعل کو چاہے

جدول نمبر (۱)

	اسم ظاہر مفرد	اسم ظاہر تثنیہ	اسم ظاہر جمع	جمہور کے نزدیک ضمیر کو
جبکہ دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں	ضربنی واکرمنی زید پہلے فعل میں ضمیر ہو مستتر ہے۔	ضرباني واكرمني الزيدان پہلے فعل میں ضمیر ہما مستتر ہے۔	ضربوني واكرمني الزيدون پہلے فعل میں ضمیر ہم مستتر ہے۔	اس صورت میں مرجع سے پہلے لانا درست ہے جبکہ مرجع فاعل ہو۔
جبکہ اسم ظاہر کو پہلا فعل فاعل اور دوسرا مفعول بنانا چاہے	ضربني واكرمت زيدا پہلے فعل میں ضمیر ہو مستتر ہے	ضرباني واكرمت الزيدان پہلے فعل میں ضمیر ہما مستتر ہے۔	ضربوني واكرمت الزيدين پہلے فعل میں ضمیر ہم مستتر ہے	ایضاً

جدول نمبر (۲)

	اسم ظاہر مفرد	اسم ظاہر تثنیہ	اسم ظاہر جمع
جب کہ دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں۔	ضربني واكرمني زيد۔ زید ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمنی میں ضمیر ہو پوشیدہ ہے۔	ضربني واكرماني الزيدان۔ زیدان ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمانی میں ضمیر ہما پوشیدہ ہے	ضربني واكرموني الزيدون زیدون ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمونی میں ضمیر ہم پوشیدہ ہے۔
جب کہ فعل اول اسم ظاہر کو فاعل اور فعل ثانی مفعول بنانا چاہے۔	ضربني واكرمت زيد۔ زید ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمت کا مفعول محذوف ہے یا ضربني واكرمته زيد اس میں دوسرے فعل کے لئے مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے	ضربني واكرمت الزيدان۔ زیدان ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمت کا مفعول محذوف ہے اصل میں اکرمت الزیدین تھا یا ضربني واكرمتهما الزيدان اس میں دوسرے فعل کے لئے مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے۔	ضربني واكرمت الزيدون۔ زیدون ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمت کا مفعول محذوف ہے۔ یا ضربني واكرمتهم الزيدون اس میں دوسرے فعل کے لئے مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے۔

جدول نمبر (۳)

	اسم ظاہر مفرد	اسم ظاہر تثنیہ	اسم ظاہر جمع
اگر دونوں فعل فاعل کو چاہتے ہوں	ضربني واكرمني زيد۔ زید ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمنی کا فاعل ضمیر ہو مستتر ہے	ضربني واكرماني الزيدان۔ زیدان ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمانی کا فاعل ضمیر ہما مستتر ہے	ضربني واكرموني الزيدون۔ زیدون ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمونی کا فاعل ضمیر ہم مستتر ہے۔
اگر فعل ثانی فاعل اور فعل اول مفعول کو چاہے۔	ضربت واكرمني زيد ا۔ زیدا ضربت کا مفعول ہے اور اکرمنی کا فاعل ضمیر ہو مستتر ہے	ضربت واكرماني الزيدين۔ زیدین ضربت کا مفعول ہے اور اکرمانی میں ضمیر ہما مضمر ہے	ضربت واكرموني الزيدون۔ زیدون ضربت کا فاعل ہے اور اکرمونی میں ضمیر ہم پوشیدہ ہے

جدول نمبر (۴)

	اسم ظاہر مفرد	اسم ظاہر تثنیہ	اسم ظاہر جمع
اگر دونوں فعل مفعول کو چاہیں	ضربت واكرمته زيدا۔ زیدا ضربت کا مفعول ہے۔ اور اکرمتہ کا مفعول ضمیر منصوب متصل ہے۔	ضربت واكرمتهما الزيدين۔ زیدین ضربت کا مفعول ہے اور اکرمت کا مفعول ضمیر ہما متصل ہے۔	ضربت واكرمتهم الزيدين۔ زیدین ضربت کا مفعول ہے۔ اور اکرمت کا مفعول ضمیر ہم ہے۔
اگر دوسرا فعل مفعول کو اور پہلا فعل فاعل کو چاہے۔	ضربني واكرمته زيد زید ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمتہ میں مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے	ضربني واكرمتهما الزيدان زیدان ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمتہما میں مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے۔	ضربني واكرمتهم الزيدون زیدون ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمتہم میں مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے

۱۵ قولہ فصل مالم یسم فاعلہ الیٰ قولہ ما عرفت فی الفاعل (ت) مفعول اس فعل کا کہ ذکر نہ کیا گیا ہو اس کا فاعل اور وہ ہر مفعول ہے کہ حذف کیا ہو اس کے فاعل کو اور قائم کیا گیا ہو وہ مفعول جگہ فاعل کے جیسے ضرب زید اور اس مفعول کا حکم اس کے فعل کے واحد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث لانے میں اس طریقہ پہ ہے جو تم نے فاعل کے بیان میں جانا۔ (ش) جب مصنف مرفوعات کی قسم اول سے فارغ ہو چکے تو اب دوسری قسم کا بیان شروع کرتے ہیں۔ اس میں لفظ ما اسم موصول ہے اور اس سے مراد فعل ہے اور لم یسم بمعنی لم یذکر ہے اور فاعلہ کی ضمیر کا مرجع ما ہے یعنی جس فعل کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے مفعول کا بیان۔ اور حذف فاعلہ میں فاعل کی اضافت ضمیر کی طرف ہے اور ضمیر کا مرجع مفعول ہے تو فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ادنیٰ ملابست (تعلق) کی ہے کیونکہ فاعل بھی اسی فعل کا ہے کہ جس فعل کا مفعول ہے اس مفعول کو نائب فاعل بھی کہتے ہیں اور فاعل کے طریقہ پر اس مفعول کے احکام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مفعول مظہر ہوگا تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا خواہ مفعول تثنیہ ہو یا جمع جیسے ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر ضمیر ہو تو فعل کو اس کے مطابق لایا جائے گا یعنی تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع جیسے الزیدان ضربا اور الزیدون ضربوا اور اگر وہ مفعول مؤنث حقیقی ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ مظہر ہو یا ضمیر بشرطیکہ فعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہ ہو جیسے ضربت ہند اور ہند ضربت اور اگر فاصلہ ہو تو تم کو اختیار ہے خواہ فعل کو مذکر لاؤ یا مؤنث جیسے ضربت الیوم ہند اسی طرح اگر مؤنث غیر حقیقی ہو اور مظہر ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے جیسے کور الشمس اور کورت الشمس اور اگر مؤنث غیر حقیقی مضمر ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لانا ہوگا جیسے اذا الشمس کورت ۱۲

٣٦

فَصْلٌ[۱۵] مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَحُكْمُهٗ فِيْ تَوْحِيْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِيَتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِيْرِهٖ وَتَاْنِيْثِهٖ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ

فَصْلٌ[۵۲] اَلْمُبْتَدَاُ وَالْخَبَرُ هُمَا اسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَاَ وَالثَّانِيْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْخَبَرَ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْعَامِلُ[۵۳] فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَاِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً وَالنَّكِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَاً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ

۵۲ قولہ فصل المبتدا والخبر الیٰ قولہ زید قائم (ت) مبتدا اور خبر دونوں اسم ہیں کہ خالی کئے گئے ہیں لفظی عاملوں سے ان دونوں میں سے ایک مسند الیہ ہے اور نام رکھا جاتا ہے مبتدا اور دوسرا مسند ہے اور نام رکھا جاتا ہے خبر جیسے زید قائم (ش) مبتدا اور خبر مرفوعات کی دو قسمیں ہیں لہٰذا قیاس یہ چاہتا تھا کہ ہر ایک کو الگ الگ فصل میں ذکر کرتے مگر چونکہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں اس لئے حکماً گویا ایک ہی ہیں اس لحاظ سے ایک ہی فصل میں دونوں کا ذکر کر دیا دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں عامل میں شریک ہیں یعنی عامل دونوں کا ایک ہی ہے اور وہ ابتدا جو عامل معنوی ہے اور یہ جو کہا کہ اسمان دو اسم ہیں یہ اسم ہونا عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے زید قائم میں یا حکماً جیسے وان تصوموا خیر لکم اس لئے کہ یہاں ان تصوموا اسم ہے اگرچہ حکماً ہے کیونکہ یہ بمعنی تصدکم ہے اور مجردان کا لفظ اگرچہ لغت کے اعتبار سے یہ بتلاتا ہے کہ عامل لفظی اس سے قبل موجود تھے اب ان میں سے ہٹا دیئے گئے ہیں لیکن کبھی تجرید کا اطلاق بالکل نہ لانے پر بھی ہوتا ہے اور یہی یہاں مراد ہے اور عوامل جمع لانے سے کوئی یہ شبہہ نہ کرے کہ ایک آدھ عامل سے خالی ہونا ضروری نہیں کیونکہ عوامل سے مراد جنس عامل ہے جس سے یہ مطلب نکلا کہ ایک عامل بھی اس پر نہیں ہے ۱۲ ۵۳ قولہ والعامل فیہما معنوی الیٰ قولہ من مشرک (ت) اور عامل مبتدا اور خبر دونوں میں معنوی ہوتا ہے اور وہ ابتدا ہے اور اصل مبتدا کی یہ ہے کہ ہو وہ معرفہ اور اصل خبر کی یہ ہے کہ ہو وہ نکرہ اور نکرہ جب صفت لایا جائے تو جائز ہے یہ کہ وہ واقع ہو مبتدا جیسے خدائے تعالیٰ کے یہ قول ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک۔ اور البتہ غلام ایمان والا بہتر ہے مشرک سے (ش) اور یہ جو کہا کہ دونوں کا عامل ابتدا ہے اس میں اختلاف ہے بصریوں کا یہ قول ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں میں عامل معنوی ہے یعنی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا جس کو ابتدا کہتے ہیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ ابتدا مبتدا میں عامل ہے اور مبتدا خبر میں۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ) اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مبتدا خبر میں عامل ہے اور خبر مبتدا میں اور اصل مبتدا میں معرفہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ کسی شئے پر حکم اس وقت ہی لگایا جاسکتا ہے کہ جب وہ شئے پہلے سے معلوم ہو اور اصل خبر میں نکرہ ہونا اس لئے کہ وہ محکوم بہ ہے اور محکوم بہ نکرہ ہی ہونا چاہئے اور نکرہ کی جب کوئی صفت ذکر کر دی جائے تو اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہوتا ہے کیونکہ صفت سے نکرہ میں ایک قسم کی تخصیص آجاتی ہے اور تخصیص سے ایک قسم کی تعین ہو جاتی ہے جیسے ولعبد مؤمن میں عبد کی صفت مؤمن لانے سے اس میں ایک قسم کی تعین ہو گئی اس لئے اس کا مبتدا ہونا درست ہو گیا اگرچہ نکرہ ہے **متعلقہ صفحہ ہذا** سلہ وکذا اذا تخصصت الی قولہ سلام علیک (ف) اور ایسے ہی جب نکرہ خاص کر دیا جائے کسی اور طریقہ سے جیسے أرجل فی الدار الخ یعنی کیا مرد ہے گھر میں یا عورت اور ما أحد الخ نہیں ہے کوئی شخص بہتر تجھ سے اور شر اھر الخ شری نے بھونکایا ہے کتے کو اور فی الدار الخ گھر میں مرد ہے اور سلام علیک سلامتی ثابت ہو تجھ پر (ش) ایسے ہی کا مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں بھی نکرہ کا مبتدا واقع ہونا درست ہے اور وجہ آخر کا مطلب یہ ہے کہ وصف کے علاوہ اور کسی طریقہ سے نکرہ میں تخصیص آجائے اور تخصیص کی کل صورتیں چھ ہیں جیسا کہ کافیہ میں بیان کیا ہے پس أرجل فی الدار میں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ متکلم کو اتنا ضرور معلوم ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ہے یا رجل یا امرأۃ ان دو کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے اس لئے کہ ام کا استعمال دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین کے لئے آیا کرتا ہے اور ما احد خیر منک الخ میں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ احد نکرہ ہے جو نفی کے تحت میں واقع ہوا ہے اور نکرہ جب تحت نفی واقع ہوتا ہے تو عموم کا فائدہ بخشتا ہے اور عموم میں بھی ایک قسم کا تعین ہے کیونکہ تمام مخلوق ایک طرف ہو گئی اور مخاطب ایک طرف اور تمام مخلوق کا مجموعہ حکم میں امر واحد کے ہے اور امر واحد تو متعین ہوتا ہے تو ایسے ہی یہ مجموعہ بھی متعین ہوگا اور شر اھر ذا ناب میں تخصیص کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس کا تنوین تعظیم کا لیا جائے یعنی شر عظیم اھر ذا ناب یا یہ کہا جائے کہ یہ عبارت اصل میں یوں تھی کہ ما اھر ذا ناب الا شر اور شر اس میں اھر کے فاعل سے بدل ہے پھر اس کو فعل سے بھی مقدم کر کے شر اھر ذا ناب بولتے ہیں کیونکہ تقدیم ما حقہ التاخیر مفید حصر ہوتا ہے اور حصر میں ایک قسم کی تخصیص ہوتی ہے پس اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ شری نے بھونکایا ہے کتے کو اور سلام علیک میں تخصیص اس وجہ سے ہے کہ سلام مبتدا ہے اور چونکہ اس کی نسبت متکلم کی طرف ہے اس وجہ سے اس میں تخصیص آگئی کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سلمت سلاما علیک فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو اس کی جگہ قائم کر دیا پھر سلاما کے نصب کو رفع سے بدل دیا تاکہ استمرار اور دوام حاصل ہو اس لئے کہ نصب دلالت کریگا فعل پر اور فعل میں حدوث ہوتا ہے ۱۲ **سلہ قولہ** وان کان احد الاسمین معرفۃ الی قولہ وعمر فی الدار (ت) اور اگر ہوں دو اسموں میں سے ایک اسم معرفہ اور دوسرا نکرہ تو کر تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر ضروری جیسا کہ گذرا اور اگر ہوں دونوں معرفہ تو کر جون سے کو چاہے مبتدا اور دوسرے کو خبر جیسے اللہ الٰہنا اللہ ہمارا معبود ہے اور محمد ہمارے نبی ہیں اور آدم ہمارے باپ ہیں اور کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم زید اس کا باپ کھڑا ہے یا جملہ فعلیہ جیسے زید قام ابوہ زید اس کا باپ کھڑا ہو گیا یا جملہ شرطیہ جیسے زید ان جاءنی فاکرمتہ زید اگر میرے پاس آئے گا تو میں اس کی عزت کروں گا یا جملہ ظرفیہ جیسے زید تیرے پیچھے ہے اور عمر گھر میں ہے (ش) ایک اسم معرفہ اور ایک نکرہ ہونے کی صورت میں معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر اس لئے ٹھہرایا جائے گا کہ یہ بات ناجائز ہے کہ مبتدا نکرہ ہو اور خبر معرفہ اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو جس کو چاہو مبتدا بناؤ اور جس کو چاہو خبر اگرچہ معرفہ کی مقداریں مساوی نہ ہوں مثلاً ایک علم ہو اور ایک ضمیر یا اسم اشارہ اور ایک ضمیر خطاب کی ہو اور غائب کی اور وقد یکون الخبر میں لفظ قد لانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اصل خبر میں افراد ہے اور افراد سے مراد یہ ہے کہ مرکب تام نہ ہو اور جملہ اسمیہ وہ ہے کہ جس کا جزو اول اسم ہو اور جملہ فعلیہ وہ ہے جس کا جزو اول فعل ہو اور جملہ شرطیہ کے خبر واقع ہونے کی صورت میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ خبر شرط اور جزا دونوں ہیں اور بعض کا قول ہے کہ خبر صرف شرط ہے یا صرف جزا اور بعض کا قول ہے کہ خبر صرف جزا ہے اور بعض کا قول ہے کہ جملہ شرطیہ کا خبر ہونا صحیح نہیں اور ظرفیہ عام ہے خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان۔ پھر جب جملہ ظرفیہ خبر ہو تو (باقی بر صفحہ دیگر)

مؤمنٌ خيرٌ من مشركٍ وكذا اذا تخصصت بوجهٍ اٰخر نحو
ارجلٌ في الدار ام امرأةٌ وما احدٌ خيرٌ منك وشرٌّ اهرّ ذا نابٍ
وفي الدار رجلٌ وسلامٌ عليك وان كان احد الاسمين
معرفةً والاٰخر نكرةً فاجعل المعرفة مبتدأً والنكرة خبرًا
البتّة كما مرّ وان كانا معرفتين فاجعل ايّهما شئت
مبتدأً والاٰخر خبرًا نحو الله الٰهنا ومحمدٌ نبيّنا واٰدم ابونا
وقد يكون الخبر جملةً اسميّةً نحو زيدٌ ابوه قائمٌ او فعليةً

(بقیہ صـ۳ـ) تو نحویوں کا اختلاف ہے بقول بعض خبر وہ فعل ہے کہ ظرف اس کے قائم مقام کردیا گیا ہے اور بقول بعض خبر ظرف ہی ہے۔ نہ فعل اور بقول بعض فعل اور ظرف دونوں مل کر خبر ہیں بعض نحویوں کے نزدیک جملہ کی کل چار قسمیں ہیں جن کا ذکر ہوا اور بقول بعض تین اور بقول بعض دو ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) ــلـہ قولہ والظرف متعلق بجملۃ الٰی قولہ زید استقر فی الدار (ت) اور ظرف متعلق ہوتا ہے جملہ کے ساتھ اکثر نحویوں کے نزدیک اور وہ استقر ہے مثلاً تو کہے کہ زید فی الدار۔ اس کی تقدیر زید استقر فی الدار تھی (ش) یعنی جب خبر ظرف واقع ہو تو چونکہ ظرف ایک معمول ہے کہ جس کے لئے کسی عامل کا پایا جانا نہایت ضروری ہے تو وہ عامل اکثر کے نزدیک فعل ہے خواہ وہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان یا جار مجرور، اب اگر وہ فعل لفظوں میں مذکور ہو تو اس کو ظرف لغو کہتے ہیں اور اگر وہ فعل مقدر رہو تو اس کا نام ظرف مستقر ہے اور بعض نحوی مفرد کے متعلق کرتے ہیں جیسے زید فی الدار یعنی زید ثابت فی الدار یا مستقر فی الدار ۱۲

ــلـہ قولہ ولابد فی الجملۃ الٰی قولہ فاضل عاقل (ت) اور ضروری ہے جملہ میں کوئی ضمیر جو لوٹتی ہو مبتدا کی طرف مثلاً ہا گذشتہ شکل میں اور جائز ہے حذف کرنا اس ضمیر کا وقت پائے جانے کسی قرینہ کے جیسے السمن منوان الخ گھی دو سیر ایک درہم کے عوض ہے گیہوں ایک کر ساٹھ درہم کے عوض ہے اور خبر کبھی مقدم ہوتی ہے مبتدا سے جیسے فی الدار زید اور جائز ہے ایک مبتدا کے لئے بہت سی خبریں جیسے زید عالم فاضل عاقل (ش) اور جب خبر جملہ ہو تو مبتدا کی طرف عائد ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے ساتھ ربط اور تعلق ہو جائے جیسے گذشتہ مثالوں میں لفظ ہا ہے جیسے زید ابوہ قائم وغیرہ اور اس عائد کا حذف کرنا بھی جائز ہے جب کوئی قرینہ موجود ہو جیسے السمن منوان الخ گھی دو سیر ہے ایک درہم کے بدلے میں تو یہاں منوان بدرہم جملہ ہے مگر اس میں عائد محذوف ہے یعنی منہ بدرہم اور قرینہ یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا فروخت کرنے والا ہے وہ اسی کا نرخ بتلائے گا اس مثال میں منوان مَن کا تثنیہ ہے جس کے معنی سیر کے ہیں اور کر ایک پیمانہ ہوتا ہے بارہ وسق کا اور وسق ساٹھ صاع کا اور صاع چار مد کا اور مد ایک سیر کچھ کم اور جس طرح ایک مبتدا کی چند خبریں ہوتی ہیں ایسی ایک خبر کے لئے چند مبتدا بھی ہوتی ہیں مگر چونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے اس لئے مصنف نے اس کا بیان نہیں کیا ۱۲ عـہ بالضم پیمانہ خوراک اندک ۱۲ عـہ برآوردن قد کہ برائے تقلیل ست اشارے است بسوئے اینکہ اصل در خبر تاخیرست ۱۲

(۳۸)

نحو زيدٌ قام ابوهُ او شرطيةً نحو زيدٌ ان جاءني فاكرمتهُ او ظرفيةً نحو زيدٌ خلفك وعمرٌو في الدار والظرفُ متعلقٌ بجملةٍ عند الاكثر وهي استقر مثلاً تقولُ زيدٌ في الدار تقديرهُ زيدٌ استقر في الدار ولابدّ في الجملةِ من ضميرٍ يعودُ الى المبتدأ كالهاء في ما مرّ ويجوز حذفهُ عند وجود قرينةٍ نحو السمنُ منوانِ بدرهمٍ والبُرُّ الكرُّ بستين درهماً وقد يتقدم الخبرُ على المبتدأ نحو في الدار زيدٌ ويجوز للمبتدأ الواحد اخبارٌ كثيرةٌ نحو

زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ واعلم ان لهم قسما اخر من المبتدأ
ليس مسندا اليه وهو صفة وقعت بعد حرف النفي نحو ما قائم
زيدٌ او بعد حرف الاستفهام نحو اقائم زيدٌ بشرط ان ترفع تلك
الصفة اسما ظاهرا نحو ما قائم الزيدان واقائم الزيدان بخلاف
ما قائمان الزيدان فصل خبر انّ واخواتها وهي انّ واَنّ و
كانّ ولكنّ وليت ولعلّ فهذه الحروف تدخل على المبتدأ
والخبر فتنصب المبتدأ ويسمى اسم انّ وترفع الخبر ويسمى خبر
انّ فخبر انّ هو المسند بعد دخولها نحو انّ زيدا قائم وحكمه

۱ قولہ واعلم ان لہم قسما آخر الی قولہ نحو اقائم زید (ت) اور جاننا چاہئے کہ نحویوں کے لئے ایک اور قسم ہے مبتدا کی جو مسند الیہ نہیں ہے اور وہ صفت کا صیغہ ہے جو واقع ہوا ہو بعد حرف نفی کے جیسے ما قائم زید یا بعد حرف استفہام کے جیسے اقائم زید (ش) قسم آخر کہنے سے مبتدا کی پہلی قسم خارج ہو گئی اکثر نحویوں کے نزدیک

مبتدا کی یہ دوسری قسم ثابت ہے کیونکہ ان کو اس کے اعراب کی کوئی اور وجہ ظاہر نہیں البتہ بعض نحوی اس کو خبر مقدم اور اس کے بعد جو اسم ظاہر مرفوع آرہا ہے اس کو مبتدا مؤخر کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ ہو صفۃ اس صفت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کا مشتق ہونا ضروری ہو بلکہ غیر مشتق بھی جبکہ اس میں کوئی وصفی معنی پائے جائیں گے اسی حکم میں ہے جیسے اسم منسوب مثلاً بصری کوفی وغیرہ ۱۲ ۲ قولہ بشرط ان ترفع تلک الصفۃ الی قولہ بخلاف اقائمان الزیدان (ت) اس شرط کے ساتھ کہ رفع دے وہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو جیسے ما قائم الزیدان اور اقائم الزیدان برخلاف ما قائمان الزیدان کے (کہ یہ مبتدا کی دوسری قسم نہیں ہے) (ش) اور یہ جو کہا کہ رفع دے رہا ہو وہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم ظاہر اس صفت کا فاعل ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ قسم مبتدا کی ایک تو مسند ہوتی ہے نہ مسند الیہ جیسا کہ پہلی قسم ہوتی ہے دوسری یہ کہ مبتدا کی پہلی قسم کے واسطے خبر ہوتی ہے اور اس قسم کے لئے خبر نہیں ہوتی اور اقائم الزیدان اور ما قائم الزیدان دونوں مثالوں میں صفت کو مفرد لانا اس کی دلیل ہے کہ اسم ظاہر جو بعد میں تثنیہ آرہا ہے وہ اس کا فاعل ہے کیونکہ اگر فاعل نہ ہوتا تو وہ مفرد نہ لایا جاتا اس لئے کہ جب فاعل ظاہر ہوتا ہے تو فعل اور شبہ فعل کو مفرد لانا واجب ہوتا ہے اور جب فاعل ضمیر ہوتی ہے تو فاعل کے مطابق فعل اور شبہ فعل کو لانا ضروری ہے پس ما قائمان الزیدان میں الزیدان قائمان کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے ورنہ قائمان کے لئے دو فاعل کا ہونا لازم آئے گا جو ناجائز ہے ۱۲ ۳ قولہ خبر ان واخواتہا الی قولہ کحکم خبر المبتدا (ت) خبر ان اور اس کے اخوات کی خبر کا بیان اور اخوات انّ وکانّ ولکنّ ولیت ولعلّ ہیں پس یہ حروف داخل ہوتے ہیں مبتدا اور خبر پر پھر نصب دیتے ہیں مبتدا کو اور نام رکھی جاتی ہے اسم انّ اور رفع دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھی جاتی ہے خبر انّ تو خبر ان وہ مسند ہوتی ہے انّ کے داخل ہونے کے بعد جیسے ان زیدا قائم اور حکم خبر ان واخواتہا کا ہونے اس کے میں مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ مانند حکم خبر مبتدا کے ہے (ش) مرفوعات کی ایک قسم انّ اور اس کے اخوات (امثال) کی خبر بھی ہے اس لئے یہاں سے اس کا بیان کرتے ہیں۔ اخوات جمع ہے اخت کی اور اخت کے معنی ہمشیر کے ہیں مگر یہاں مراد مشابہ اور مثل ہے خبر ان کی تعریف میں جو ہو المسند کہا تو یہ بمنزلہ جنس کے ہوا کیونکہ جتنے مسند ہیں یہ سب کو شامل ہے جیسے خبر مبتدا اور خبر کان وغیرہ لیکن جب کہا بعد دخولہا تو اس سے باقی مسند سب خارج ہو گئے اگر کوئی اعتراض کرے کہ انّ زیدا یضرب اخوہ میں صرف یضرب پر یہ تعریف صادق ہے حالانکہ صرف یضرب انّ کی خبر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ بعد دخولہا سے مراد یہ ہے کہ انّ اور اس کے اخوات کا اس میں اثر بھی ہو گیا ہو اور صرف یضرب میں انّ کا کوئی اثر نہیں ہے بلکہ مجموعہ یضرب ابوہ میں اثر ہے وہ یہ کہ اس کو کلمہ انّ نے زید کی طرف مسند کر دیا ہے اور مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ یہ سب از قبیل اقسام ہیں اور متعدد ہونا اور واحد ہونا اور مثبت و منفی ہونا وغیرہ از قبیل احکام اور جملہ ہونے کی حالت میں عائد کا فردی ہونا از قبیل شرائط ہے ان سب امور میں خبر انّ مثل خبر مبتدا ہے۔ (باقی بر ورق دیگر)

(بقیہ صفحہ ۳۹) اور خبر ان اور خبر مبتدا میں فرق یہ ہے کہ خبر ان کا اسم ان پر مقدم کرنا ناجائز ہے اور خبر مبتدا کو مبتدا پر مقدم کرنا درست ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انّ اور اس کے اخوات کا عمل فرعی ہے لہٰذا فعل کی طرح عامل نہ ہوگا کہ جس طرح فعل میں اس کے مرفوع معمول کو منصوب سے مؤخر کرنا اور مقدم کرنا دونوں باتیں درست ہیں تو ان میں بھی ایسا ہی ہو ۱۲ عہ خواہ مشتق باغذ شل ناصر و منصور و کریم خواہ قائم مقام او شل اسم منسوب چنانکہ بصری ۱۲ عہ واسم الاستفہام نگفت تا شل بل قائم زید داخل مانند ۱۲ (متعلقہ بصفحہ ھذا) لے قولہ ولا یجوز تقدیم اخبارها الیٰ قولہ التوسع فی الظروف (ت) اور نہیں جائز ہے مقدم کرنا ان حروف کی خبروں کا ان کے اسموں پر مگر جب کہ خبر ظرف ہو جیسے ان فی الدار زیدا بوجہ گھومنے فراخی کے ظرف میں (ش) دوسرا فرق خبر مبتدا کے ساتھ اور بھی وہ یہ کہ یہ بات درست نہیں کہ

فی کونه مفردا او جملة او معرفة او نکرة کحکم خبر المبتدأ ولا

یجوز تقدیم اخبارها علی اسمائها الا اذا کان ظرفا نحو انّ

فی الدار زیدا لمجال التوسع فی الظروف فصل اسم کان

واخواتها وهی صار واصبح وامسی واضحی وظل وبات وراح

وآض وعاد وغدا ومازال ومابرح ومافتئ وماانفک ومادام

ولیس فهذه الافعال تدخل ایضا علی المبتدأ والخبر فترفع

المبتدأ ویسمی اسم کان وتنصب الخبر ویسمی خبر کان

فاسم کان هو المسند الیه بعد دخولها نحو کان زید قائما ویجوز

فی الکل تقدیم اخبارها علی اسمائها نحو کان قائما زید وعلی

کوئی اسم خبر کہ جس میں استفہام کے معنی پائے جاتے ہوں ان حروف کے خبر واقع ہو سکے اور یہ بات خبر مبتدا میں درست ہے لہٰذا انّ این زید نہیں کہہ سکتے اور صرف این زید کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اگر خبر انّ ظرف ہو تو مقدم کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے ان فی الدار زیدا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ظرف میں وہ باتیں جو دوسری جگہ ناجائز ہوتی ہیں جائز ہو جاتی ہیں کیونکہ اس کا وقوع بہت ہوتا ہے لفظ مجال مصدر میمی ہے اصلی حروف اس کے جول ہیں اور جولان کے معنی گھومنے کے ہوتے ہیں مجال کے بھی یہی معنی ہیں ۱۲ عہ قولہ فصل اسم کان واخواتها الیٰ قولہ نحو زید قائما (ت) اسم کان اور اس کے اخوات کا بیان اور وہ اخوات صار اور اصبح اور امسی اور اضحی اور ظل اور بات اور راح اور آض اور عاد اور غدا اور مازال اور مابرح اور مافتئ اور ماانفک اور مادام اور لیس ہیں پس یہ افعال داخل ہوتے ہیں نیز مبتدا اور خبر پر پس رفع دیتے ہیں مبتدا کو اور نام رکھا جاتا ہے وہ مبتدا اسم کان اور نصب دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھی جاتی ہے خبر کان۔ پس اسم کان وہ مسند الیہ بعد داخل ہونے ان افعال کے جیسے کان زید قائما (ش) تو اسم کان کی تعریف میں یہ لفظ کہ وہ مسند الیہ ہے جنس ہے کہ ہر مسند الیہ کو شامل ہے خواہ مبتدا ہو یا اسم او لا المشبہتین بلیس وغیرہ اور جب کہا بعد دخولها تو اس سے باقی سب مسند الیہ خارج ہو گئے اور بعد دخولها پر جو یہ اعتراض پڑتا ہے کہ کان زید یضرب اخوہ میں حرف اخوہ پر بھی تعریف صادق آتی ہے حالانکہ وہ صرف خبر کان نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعد دخولها سے مراد یہاں بھی وہی ہے جو پہلے بیان ہوا یعنی یہ کہ اس میں ان افعال کا اثر بھی ہو گیا ہو اور صرف اخوہ میں کوئی اثر فعل ناقص کا ہے نہیں البتہ یضرب اخوہ کے مجموعہ میں اثر ہے کہ اس کو کان نے مسند بنایا ہے ۱۲ عہ قولہ ویجوز فی الکل تقدیم اخبارها الیٰ قولہ انشاء اللہ تعالیٰ (ت) اور جائز ہے تمام افعال میں ان کے خبروں کو مقدم کرنا ان کے اسموں پر جیسے کان قائما زید اور خود ان فعلوں پر بھی اول کے نو میں جیسے قائما کان زید اور نہیں جائز ہے ان فعلوں میں کہ جنکے اول میں لفظ ما ہے پس نہیں کہا جائے گا قائما مازال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور باقی کلام ان افعال کے متعلق آ جائے گا دوسری قسم میں اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا (ش) یہ جو کہا کہ انّ کی خبروں کو ان کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۴۱) ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے تو یہ اس وقت ہے کہ جب اسم و خبر دونوں کا اعراب اور ان میں سے صرف ایک کا اعراب لفظی ہو کیونکہ ان صورتوں میں التباس لازم نہیں آئے گا اور اگر دونوں اسم مقصور ہوں تو اس حالت میں واجب ہوگا کہ پہلا لفظ اسم ہو اور دوسرا خبر جیسے ماکان عیسیٰ موسیٰ اور ان کے اسموں پر خبروں کا مقدم کرنا سب فعلوں میں درست ہے لیکن خود فعلوں پر مقدم کرنا سب افعال میں جائز نہیں صرف اول کے نو فعلوں میں درست ہے اور لفظ اُوَل اولیٰ کی جمع ہے اور یہ نو فعل کان سے لیکر راح تک ہیں اور جن فعلوں کے اول میں لفظ ما ہے ان میں یہ بات جائز نہیں کہ خود فعلوں پر ان کی خبریں مقدم ہوں کیونکہ وہاں مانع موجود ہے یعنی کلمہ ما خواہ مصدریہ ہو یا نافیہ اس لئے کہ حرف نفی اور حرف مصدری دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور لیس میں نحویوں کا اختلاف ہے سیبویہ تو یہ کہتے ہیں کہ ان کا حکم ان فعلوں کی طرح ہے جن کے اول میں ما آرہا ہے اور اکثر بصریوں کا قول یہ ہے کہ اس کا حکم کان کے حکم کی مانند ہے کیونکہ اس کے اول میں ما نہیں ہے ۱۲

۴۲

نفس الافعال ايضا في التسعة الاول نحو قائما كان زيد ولا يجوز ذلك في ما في اوله ما فلا يقال قائما ما زال زيد وفي ليس خلاف وباقي الكلام في هذه الافعال يجيئ في القسم الثاني ان شاء الله تعالى

فصل اسم ما ولا المشبهتين بليس هو المسند اليه بعد دخولهما نحو ما زيد قائما ولا رجل افضل منك ويختص لا بالنكرة ويعم ما بالمعرفة والنكرة

فصل خبر لا لنفي الجنس وهو المسند بعد دخولها نحو لا رجل قائم

المقصد الثاني في المنصوبات

الاسماء المنصوبة اثنا عشر قسما المفعول المطلق وبه وفيه وله ومعه والحال والتمييز والمستثنى واسم ان واخواتها

ع اسمیہ باشد یا فعلیہ ظرفیہ یا شد یا شرطیہ ۱۲ ع اے خبر کرد ضمن اخبار مذکور ست ۱۲ شارح ملا ع جائے جولاں نمودن ۱۲ ع فراخی کردن و فراخ نشستن در مجلس ع اے اشباہ لفظہ کان ۱۲ ع وما اشتق منہا ۱۲

متعلقہ صفحہ ہذا اے فصل اسم ما ولا المشبہتین بلیس الی قولہ النکرۃ (ت) اسم ما ولا یعنی ایسے ما اور لا جو مشابہ کئے گئے ہیں لیس کے ساتھ اور وہ مسند الیہ ہوتا ہے بعد داخل ہونے ان دونوں کے جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک اور خاص ہے لا نکرہ کے ساتھ اور عام ہے ما معرفہ اور نکرہ دونوں کو (ش) ما ولا کی مشابہت لیس کے ساتھ دو باتوں میں ہے ایک نفی دوسرے مبتدا اور خبر پر داخل ہونے میں اہل حجاز کے نزدیک کو ان ہی دونوں کے سبب اسم مرفوع ہوتا ہے اور بنو تمیم کے نزدیک ان کے اسم مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہوتے ہیں تعریف میں مسند الیہ کا لفظ بمنزلہ جنس کے ہے اور بعد دخولہا بمنزلہ فصل ہے اور جب بعد دخولہا کا مطلب پہلے سمجھ چکے ہو تو اب ما زید یضرب اخوہ میں حرف اخوہ سے تعریف پر اعتراض نہ پڑے گا کہ اس پر تعریف مذکور صادق آتی ہے حالانکہ وہ اسم ما ولا المشبہتین بلیس نہیں ہے اور یختص لا الخ سے ما اور لا میں فرق بیان کیا ہے اور دو طرح سے فرق اور بھی ہے ایک یہ کہ لا مطلق نفی کے لئے ہے اور ما نفی حال کے لئے۔ دوسرا یہ کہ لا کی خبر پر با کا داخل ہونا درست نہیں اور ما کی خبر پر درست ہے اور آیۃ و لات حین مناص میں بھی لائے نفی جنس کہ ہے اس میں تا زیادہ کردی ہے یہ مرفوعات کی ساتویں قسم تھی اب آٹھویں قسم لائے نفی جنس ہے اور اس کو لا التبریہ بھی کہتے ہیں ۱۲ ع قولہ فصل خبر لا لنفی الجنس الی قولہ لا رجل قائم (ت) خبر لا کی اس حال میں کہ ثابت ہو وہ لا نفی جنس کے لئے اور وہ خبر مسند ہوتی ہے بعد داخل ہونے لا کے جیسے لا رجل قائم (ش) نفی جنس کے معنی یہ ہیں کہ حکم کی نفی جنس سے کرتا ہے یا کسی صفت کی نفی کیونکہ لا رجل قائم میں نفی رجل کی نہیں ہے بلکہ قیام کی نفی جنس رجل سے ہے اس میں ہو المسند جنس اور بعد دخولہا فصل ہے اور جب بعد دخولہا کے معنی تم سمجھ چکے ہو تو لا رجل یضرب اخوہ میں حرف یضرب سے تعریف پر اعتراض نہیں پڑے گا اس لا کی خبر اکثر افعال عامہ میں سے ہوتی ہے جیسے کون، ثبوت وغیرہ نحویوں کا اس باب میں اتفاق ہے کہ یہ لا اپنے اس اسم کو نصب دیتا ہے جو اس کے متصل ہو اور خبر کو رفع دینے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ خبر لا کی وجہ سے مرفوع نہیں بلکہ اسی سبب سے مرفوع ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۴۱) کہ جس سبب سے قبل دخول لا مرفوع ہوتی یہ سیبویہ کا قول ہے اور اخفش اور مبرد اور زمخشری کا قول یہ ہے کہ وہ لا کی وجہ سے مرفوع ہے عبارت میں لنفی الجنس لفظ لا کی صفت بھی ہو سکتا ہے الکائنۃ کے متعلق ہو کر اور ثابتۃ محذوف کے متعلق ہو کر حال بھی ہو سکتا ہے ۵۳ قولہ المقصد الثانی الی قولہ المشبہتین بلیس (ت) دوسرا مقصد منصوبات کے بیان میں۔ اقسام منصوبہ بارہ قسم پر ہیں۔ مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنیٰ، اسم ان واخواتہا، خبر کان واخواتہا، منصوب بلا التی لنفی الجنس، خبر ما ولا المشبہتین بلیس ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) ۱ قولہ فصل المفعول المطلق الی قولہ فعل مذکور قبلہ (ت) مفعول مطلق اور وہ وہ مصدر ہے جو معنی میں اس فعل کے ہوتا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو (ش) مصدر کا لفظ عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً پس اگر کوئی اسم بولا جائے اور اس کے حقیقی معنی تو کسی ذات کے ہوں

لیکن وہاں مجازاً اور حکماً مصدری معنی مراد ہوں تو وہ بھی مفعول مطلق ہو سکے گا اور یہ جو کہا کہ معنی میں اس فعل کے ہو جو مصدر سے پہلے مذکور ہو اس کا مذکور ہونا بھی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے ضربت ضربا میں ضربت مذکور ہے اور یا حکماً مذکور ہو جیسے فضرب الرقاب میں اضربوا حکماً مذکور ہے اور خواہ فعل صریح مذکور ہو یا معنی فعل کے جیسے زید ضارب ضربا اور اگر کوئی مصدر ایسا ہو کہ اس سے پہلے فعل بالکل مذکور نہ ہو نہ حقیقۃً اور نہ حکماً جیسے الضرب واقع علی زید وہ تعریف سے خارج ہو گیا اس کو مفعول مطلق نہ کہیں گے ایسے ہی وہ مصدر بھی خارج ہو گیا کہ اس سے پہلے فعل تو مذکور ہو مگر مصدر اس فعل کے معنی میں نہ ہو جیسے کرہت قیامی کہ قیاماً مصدر سے پہلے فعل کرہت مذکور ہے مگر قیام بمعنی کرہت نہیں ہے اور اگر کسی نے کرہت کراہتی کہا تو اگر یہ کراہت متکلم کے فعل کرہت سے پہلے سرزد ہو چکا تھا تب تو یہ مفعول مطلق نہ ہوگا بلکہ مفعول بہ ہوگا اور اگر فعل کرہت سے پہلے سرزد نہ ہوا تو یہ مفعول مطلق ہے ۱۲ ۲ ویذکر للتاکید الی قولہ رعاک اللہ رعیا (ت) اور ذکر کیا جاتا ہے تاکید کے لئے جیسے ضربت ضربا مارا میں نے مارنا یا نوع بیان کرنے کے لئے جیسے جلست جِلسۃ القاری جیم کے زیر سے۔ بیٹھا میں قاری کا سا بیٹھنا یا بیان عدد کے لئے جیسے جلست جلسۃ او جلستین او جلسات بیٹھا میں ایک بار بیٹھنا دو بار یا تین بار اور کبھی ہوتا ہے مفعول مطلق سوائے

وخبر كان واخواتها والمنصوب بلا التي لنفي الجنس وخبر ما ولا المشبهتين بليس

فصل المفعول المطلق

وهو مصدر بمعنى فعلٍ مذكورٍ قبله ويذكر للتاكيد كضربت ضربًا او لبيان النوع نحو جلست جِلسة القاري ولبيان العدد كجلست جلسةً او جلستين او جلسات وقد يكون من غير لفظ الفعل المذكور نحو قعدت جلوسًا وانبت نباتًا وقد يحذف فعله لقيام قرينةٍ جوازًا كقولك للقادم خير مقدمٍ اي قدمت قدومًا خير مقدمٍ ووجوبًا سماعًا نحو سقيًا وشكرًا وحمدًا ورعيًا اي سقاك الله سقيًا وشكرتك شكرًا وحمدتك حمدًا ورعاك الله رعيًا فصل

لفظ اس فعل کے جو مذکور ہو جیسے قعدت جلوسا اور انبت نباتا اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے فعل مفعول مطلق کا کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت حذف کرنا جائز ہے جیسے قول تیرا آنے والے کے لئے خیر مقدم یعنی قدمت قدوما خیر مقدم آیا تو آنا جو اچھا آنا ہے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے حذف کرنا واجب ہو کر سماعی جیسے سقیا سیراب کرنا شکرا شکر کرنا اور حمدا (تعریف کرنا) اور رعیا (نگاہ رکھنا) یعنی سقاک اللہ سقیا۔ اور شکرتک شکرا اور حمدتک حمدا اور رعاک اللہ رعیا۔ اللہ تجھے سیراب کرے سیراب کرنا اور شکر کرتا ہوں میں تیرا شکر کرنا اور تعریف کرتا ہوں میں تیری تعریف کرنا اور نگاہ رکھے تجھے اللہ تعالیٰ نگاہ رکھنا (ش) مفعول مطلق تاکید کے لئے اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کے معنی فعل کے معنی سے زائد نہ ہوں جیسے ضربت ضربا اور جب اس کے معنی میں عدد ماخوذ ہو تو بیان عدد کے لئے ہوتا ہے اور اس کے معنی میں بیان نوع ہو تو اس وقت وہ بیان نوع کے لئے ہوتا ہے اور غیر لفظ فعل کی دو مثالیں اس وجہ سے دی ہیں کہ تا کہ یہ بتلا دیں کہ غیریت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ ہی مختلف ہو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اسی شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جس پر سفر سے آنے کی علامت موجود ہو ایسے ہی لفظ وجوبًا بھی مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی حذفًا واجبًا اور سقیًا شکرًا وغیرہ میں حذف فعل محض تخفیف کی غرض سے واجب ہے کیونکہ ان مصادر کا استعمال عرب میں بکثرت ہوتا ہے اور کثرت استعمال تخفیف کو چاہتی ہے اور قرینہ حالیہ موجود ہے وہ یہ کہ سقیًا مثلاً اس شخص کیلئے بولتے ہیں جو دعا خیر کا مستحق ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر ان مصادر کے افعال کا حذف واجب ہوتا تو ان کا لفظوں میں ذکر کرنا نا جائز ہوتا حالانکہ سقاک اللہ سقیًا کہنا بھی درست ہے جواب یہ ہے کہ ہماری گفتگو فالص قدیم عربیوں کے کلام میں ہے اور ان کے نزدیک اظہار درست نہیں البتہ جو عرب بعد کے اور جدید ہیں ان کے نزدیک ایسے بولنا درست ہے اور ہمارے گفتگو ان میں ہے نہیں ۱۲

(متعلقہ صفحہ ہٰذا) ۴۳ لہ قولہ المفعول بہ الی قولہ الطریق الطریق (ت) مفعول بہ اور

المفعول بہ وھو اسم ما وقع علیہ فعل الفاعل کضرب زید عمرًا وقد یتقدم علی الفاعل کضرب عمرًا زیدٌ وقد یحذف فعلہ لقیام قرینۃ جوازًا نحو زیدًا فی جواب من قال من اضرب ووجوبًا فی اربعۃ مواضع الاول سماعی نحو امرأً ونفسہ وانتھوا خیرًا لکم واھلًا وسھلًا والبواقی قیاسیۃ الثانی التحذیر وھو معمول بتقدیر اتق تحذیرًا مما بعدہ نحو ایاک والاسد اصلہ اتقک والاسد وذکر المحذر منہ مکررًا

وہ اس ذات کا اسم ہے جس پر فعل فاعل کا واقع ہوا ہو جیسے ضرب زید عمرًا مارا زید نے عمر کو اور کبھی مقدم ہوتا ہے مفعول بہ فاعل سے جیسے ضرب عمرًا زید اور کبھی مفعول بہ کا فعل حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے موجود ہونے کے وقت حذف کرنا جائز جیسے زیدًا اس شخص کے جواب میں جس نے کہا من اضرب (کسکو ماروں) اور حذف کرنا واجب چار جگہ ہے پہلی سماعی ہے جیسے امرأً ونفسہ (چھوڑ آدمی کو اس کے ذات کے ساتھ) اور انتھوا خیرًا لکم (بچو تم تثلیث سے اور قصد کرو بہتری (توحید) کا اپنے واسطے) اور اہلًا وسہلًا (آئے تم اہل میں اور طے کیا تم نے نرم زمین کو) اور باقی تینوں جگہیں قیاسی ہیں اور دوسرا مقام تحذیر ہے اور وہ تحذیر ایک معمول ہے ساتھ مقدر ماننے اتق کے اس شئے سے بچانے کے لئے جو اس معمول کے بعد ہے جیسے ایاک والاسد بچا اپنے آپ سے اور شیر سے۔ یہ اصل میں اتقک والاسد تھا یعنی بچ تو اپنے نفس سے یعنی اس سے کہ وہ نفس شیر کے سامنے آئے اور بچ تو شیر سے یعنی اس سے کہ وہ تجھے ہلاک کرے یا ذکر کیا جائے محذر منہ مکرر جیسے الطریق الطریق (راستہ سے راستہ سے) (ش) لفظ مفعول بہ میں یہ جار ومجرور لفظ مفعول کا نائب فاعل ہے یعنی الفعل الذی فُعِلَ وہ فعل جو کیا گیا ہے یہ تو اس کے اصلی معنی تھے اب اصطلاح میں اسم مصطلح کا جزو ہوگیا ہے اور ضمیر غائب کا مرجع المفعول کا الف لام ہے اسی طرح المفعول فیہ اور معہ وغیرہ میں لفظ فیہ اور معہ اور ما وقع علیہ فعل الفاعل سے مراد وہ فعل ہے جس کا تعلق اس ذات کے ساتھ ہو کہ اس فعل کا اس ذات کے بغیر سمجھنا ممکن نہ ہو اور من اضرب کے جواب میں زیدًا بحذف فعل کہنا جائز ہے اور باقی چار مواقع میں واجب پہلی مثال میں سائل کا سوال قرینہ حذف ہے اگر کوئی کہے کہ وجوب حذف کو چار جگہ کے ساتھ خاص کیوں کیا حالانکہ اس کے علاوہ اغرا اور مدح اور ذم اور ترحم میں بھی حذف واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ اغرا تو تحذیر کے ساتھ لاحق ہے اور مدح اور ذم اور ترحم منادی کے ساتھ لاحق ہیں اور تفصیل کتب طویلہ میں دیکھو۔ پہلا مقام سماعی ہے جیسے امرأً ونفسہ یہ اس وقت بولتے ہیں کہ جب کسی آدمی کو نصیحت کرتے کرتے زیادہ دن ہو جائیں اور وہ باز نہ آئے اور اپنی حرکت ناشائستہ نہ چھوڑے۔ اور انتھوا خیرًا لکم میں نصاریٰ کو خطاب ہے جو تثلیث کے قائل تھے اور خیر سے مراد توحید ہے۔ اور اقصدوا فعل محذوف ہے اور اہلًا کا فعل اتیت اور سہلًا کا وطیت ہے یہ اس شخص کے لئے بولتے ہیں جو سفر سے آتا ہے مراد یہ ہوتی ہے کہ تو اپنے اہل میں آیا ہے اجنبی لوگوں میں نہیں آیا ہے (باقی بر صفحہ دیگر)

(بقیہ صفحہ ۴۲) جیسے قعدت جلوسًا میں اور دوسری یہ کہ مادہ تو ایک ہو مگر باب مختلف ہوں جیسے انبت نباتًا کہ انبت باب افعال سے ہے اور نباتًا ثلاثی مجرد سے لیکن مادہ دونوں کا نبت ہے اور مفعول مطلق کو مطلق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں فیہ یا بہ یا معہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے اور اسی وجہ سے اسکو باقی مفعولوں سے پہلے ذکر کیا اور مفعول مطلق کے فعل سے مراد اس کا عامل ہے جو اس کو نصب دیتا ہے اور قرینہ عام ہے خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ لفظ جوازًا مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی جائزًا اور جائزًا کا موصوف محذوف ہے یعنی حذفًا جائزًا مثال میں جو خیر مقدم کہا ہے تو وہ اصل میں قدمت قدومًا خیر مقدم تھا۔ موصوف کو حذف کرکے صفت کو اس کی جگہ قائم کر دیا اور یہاں حذف فعل قرینہ حالیہ کی وجہ سے درست ہے کیونکہ یہ جملہ عرف

(بقیہ ص ۴۳) تاکہ اس کو تم سے انسیت اور فرحت حاصل ہو اور سہلا کے یہ معنی کہ تو نے نرم زمین کو طے کیا ہے یعنی اس میں حزن و مشقت برداشت نہیں کی یہ بھی اس کو خوش کرنے کیلئے یا بطور نیک فال کے بول دیتے ہیں اگرچہ اس نے سفر میں محنت برداشت کی ہو اور تحذیر کے لغوی معنی ڈرانے کے ہیں اور اصطلاح میں مفعول بہ کی ایک قسم کا نام ہے جس کو کتاب میں بیان کردیا ہے اور اس کے عامل کے حذف کرنا اس وجہ سے واجب ہے کہ موقع تنگ اور فرصت کم ہے اور ڈر ہے کہ اگر فعل کو لفظوں میں ذکر کیا جائے تو آدمی اس بلا میں جس سے بچانا مقصود ہے پھنس جائے اور یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ فعل اتق ہی محذوف مانا جائے بلکہ اس کی مثل اور جو فعل ہو وہ محذوف مان سکتے ہیں مثلاً باعد اور جانب اور تقدیر اتق کہنے سے وہ معمول خارج ہوگیا جس پر اتق یا اس کی مثل کوئی اور مقدر نہ ہو مثلاً زیدا اس شخص کے جواب میں جو کہے من اضرب کیونکہ اس زیدا پر اضرب

مقدر ہے نہ اتق اور تحذیرا مما بعدہ کہنے سے وہ معمول خارج ہوگیا جس پر لفظ اتق تو محذوف ہو مگر اس سے ڈرانے کے لئے نہ ہو جو ابد میں مذکور ہے جیسے کسی نے تم سے کہا من اتقی کس سے بچوں تو تم نے اس سے کہا ایاک اپنے آپ سے بچ ایاک والاسد اس معمول کی مثال ہے جس پر اتق محذوف ہے تاکہ اس کے بعد والے اسم سے ڈرایا جائے اور یہ لفظ اصل میں اتقک والاسد تھا چونکہ اس میں فاعل اور مفعول کا متحد ہونا غیر افعال قلوب میں لازم آتا تھا اس لئے اتق کے بعد نفس کا لفظ اور زیادہ کرکے اتق نفسک کہدیا پھر جب اتق کو حذف کردیا تو نفس کے لفظ کی ضرورت نہ رہی لہذا وہ بھی حذف کردیا پھر کاف کو جو ضمیر متصل تھی منفصل سے بدل دیا کیونکہ کوئی چیز یہاں ایسی موجود نہ رہی جس کے ساتھ یہ ضمیر متصل ہو پس ایاک ہوگیا اور الطریق الطریق اس معمول کی مثال ہے جس میں محذر منہ کو مکرر ذکر کیا ہو محذر منہ وہ چیز ہے جس سے ڈرایا جائے ۱۲

نحو الطريق الطريق الثالث ما أضمر عامله على شريطة التفسير وهو كل اسم بعده فعل أو شبهه يشتغل ذلك الفعل عن ذلك الاسم بضميره أو متعلقه بحيث لو سلط عليه هو أو مناسبه لنصبه نحو زيدا ضربته فان زيدا منصوب بفعل محذوف مضمر وهو ضربت يفسره الفعل المذكور بعده وهو ضربته ولهذا الباب فروع كثيرة الرابع المنادى وهو اسم مدعو بحرف النداء لفظا نحو يا عبد الله أي أدعو عبد الله وحرف النداء قائم مقام أدعو وحروف النداء خمسة يا وأيا وهيا وأي والهمزة المفتوحة وقد يحذف حرف النداء لفظا نحو يوسف أعرض عن هذا

(متعلقہ نحو ہذا) ہے قولہ الثالث ما اضمر عامله على شريطة التفسير الى قوله والهمزة المفتوحة (ت) تیسرا مقام وہ مفعول بہ ہے کہ مقدر کیا گیا ہو عامل اس کا بشرط تفسیر اور وہ ہر اسم ہے کہ اس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو کہ اعراض کرتا ہو وہ فعل اس اسم سے بوجہ اپنے ضمیر یا متعلق ضمیر کے اس طور سے کہ اگر اس اسم پر وہ فعل یا مناسب اس فعل کا داخل کیا جائے تو البتہ نصب دے دے وہ فعل یا مناسب اس اسم کو جیسے زیدا ضربتہ پس بیشک زید منصوب ہے اس فعل کی وجہ سے جو محذوف اور مقدر ہے اور وہ ضربت ہے کہ تفسیر کرتا ہے اس کی وہ فعل جو مذکور ہے اس کے بعد اور وہ ضربتہ ہے اور اس باب کیلئے بہت سی شاخیں ہیں اور چوتھا مقام منادیٰ اور وہ وہ اسم ہے جو پکارا جائے بذریعہ حرف ندا کے جو لفظوں میں ہو مثلاً یا عبد اللہ یعنی پکارتا ہوں میں عبد اللہ کو اور حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہوتا ہے اور ندا کے حروف پانچ ہیں یا اور ایا اور ہیا اور ای اور ہمزہ مفتوحہ اور کبھی حذف کیا جاتا ہے حرف ندا لفظوں میں جیسے یوسف اعرض عن ہذا اے یوسف اس بات سے اعراض کر (ش) تیسرا مقام ما اضمر عامله على شريطة التفسير ہے اس کی تعریف میں یہ لفظ کہ بعدہ فعل اس اسم کو خارج کرتا ہے کہ جس کے بعد اسم ہو مثلاً زید منطلق یا زید ابوہ منطلق اور زید فی الدار اور او شبہہ کہنے سے زید انت محبوس علیہ بھی اس قسم میں داخل ہوگیا اور مشتغل عنہ بضمیرہ کہنے سے زیدا ضربت خارج ہوگیا لہذا یہ اس قسم سے نہیں ہے اور او متعلقہ کہنے سے زید ضربت غلامہ اس قسم میں داخل ہوگیا اور لو سلط علیہ لنصبہ کہنے سے زید ہل ضربتہ خارج ہوگیا (باقی بر صفحہ آئندہ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۴۴) کیونکہ اگر قرینہ کو زید پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب نہیں دے گا کیونکہ استفہام کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا اور لفظ متعلق کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں ایک ضمیر دوسرا اسم یعنی یا وہ فعل اسم کی متعلق کی وجہ سے اسم میں عمل کرنے سے اعراض کرتا ہو یا ضمیر کے متعلق کی وجہ سے اور مناسب سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل مذکور کا مرادف یا لازم ہو اور اس باب میں اضمار الخ کے لئے بہت سی شرائط ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں یہاں ان کا ذکر مناسب نہیں مگر نمونہ کے طور پر دو شرطیں بیان کرتا ہوں ایک یہ کہ اگر یہ اسم حرف شرط مثلاً ان و لو وغیرہ کے بعد یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس کا منصوب ہونا واجب ہے جیسے ان زیدا ضربتہ۔ دوسری شرط یہ کہ یہ اسم اگر ایسے جملہ میں مذکور ہو کہ اس جملہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو تو اس اسم میں نصب پسند یدہ ہے تاکہ دونوں جملوں معطوف اور معطوف علیہ میں (فعلیہ ہونے کی) مناسبت ہو جائے مثلاً وجبت قرینۃ الفعلیۃ او لفظ ادعو بحرف الندا کہنے سے ادعو زیدا خارج ہو گیا اس کو منادی نہیں کہیں گے اور منادی میں اصل لئے واجب ہے کہ اس کا استعمال زیادہ ہے لہٰذا وہ تخفیف کو چاہتا ہے دوسرے اگر فعل کو ذکر کیا جائے تو نائب اور منیب دونوں کا اکٹھا ہونا لازم آتا ہے اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے اور مبرد کے نزدیک منادی کا ناصب حرف ندا ہے لہٰذا اس کے نزدیک منادی از قبیل حذف عامل نہیں ہے ۱۲ ع ھ واز شبہ دریں جا خرض نکرد بجہت آنکہ قریب مذکور شد ۱۲ ع ھ

اے متعلق الاسم ۱۲   او متعلق الضمیر ۱۲

متعلقہ صفحہ ہٰذا

۴۵

واعلم ان المنادیٰ علیٰ اقسامٍ فان کان مفرداً معرفۃً یُبنیٰ علیٰ علامۃ الرفع کالضمۃ ونحوِھا نحو یا زیدُ ویا رجلُ ویا زیدانِ ویا زیدونَ ویُخفَضُ بلامِ الاستغاثۃِ نحو یا لَزیدٍ ویُفتحُ بالحاق الفِھا نحو یا زیداہ ویُنصَبُ ان کان مضافاً نحو یا عبدَ اللہِ او مشابھاً للمضاف نحو یا طالعاً جبلاً او نکرۃً غیرَ معیّنۃٍ کقول الاعمیٰ یا رجلاً خُذ بیدی وان کان مُعرَّفاً باللام قیل یا ایھا الرجلُ ویا ایتھا المرأۃُ ویجوز ترخیمُ المنادیٰ وھو حذفٌ فی آخرِہٖ للتخفیف کما تقولُ فی مالکٍ یا مالِ وفی منصورٍ یا منصُ وفی عثمانَ یا عثمُ ویجوز فی آخرِ المنادیٰ المرخَّمِ الضمُّ والحرکۃُ الاصلیۃُ کما تقولُ فی حارثٍ یا حارُ

واعلم ان المنادیٰ الیٰ آخرہ (ضد زید یا ت) اور یہاں سے یہ بتاتے ہیں کہ منادیٰ چند قسم پر ہے پس اگر وہ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی کیا جائے گا مثلاً ضمہ اور اس کی مثل پر جیسے یا زید یا رجل اور یا زیدان اور یا زیدون اور مجرور ہوتا ہے منادیٰ لام استغاثہ کی وجہ سے جیسے یا لزید اور مفتوح ہوتا ہے بوجہ لاحق کرنے الف استغاثہ کے جیسے یا زیداہ اور منصوب ہوتا ہے اگر ہو مضاف جیسے یا عبد اللہ یا مشابہ مضاف جیسے یا طالعا جبلا یا نکرہ غیر معین جیسے اندھے کا قول کہ یا رجلا خذ بیدی اے کوئی آدمی پکڑ میرا ہاتھ (ش) مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف شبہ مضاف نہ ہو اور معرفہ ہونے سے مراد عام ہے خواہ قبل ندا معرفہ ہو یا بعد ندا اسی لئے دونوں مثالیں بیان کیں یا زید اس معرفہ کی مثال ہے جو قبل ندا معرفہ ہے اور یا رجل اسکی جو بعد ندا معرفہ ہے اور علامت رفع عام ہے حرف اور حرکت دونوں کو مثلاً ضمہ یہ حرکت ہے اور نحوہا سے مراد الف اور واؤ ہے اور یا زید اور یا رجل اس منادیٰ کی مثال ہے جو ضمہ پر مبنی ہے اور یا زیدان اور یا زیدون اس کی جو حرف پر مبنی ہے لو جس منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو وہ مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ وہ ہے جو استغاثہ (فریاد چاہنے) کے وقت داخل ہو کیونکہ اس میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ مستغاث کہلاتا ہے اور جس کے لئے پکارتے ہیں اس کو مستغاث لہ کہتے ہیں مستغاث کا لام مفتوح اور مستغاث لہ کا مکسور ہوتا ہے جیسے یا لزید کے معنی یہ ہوتا ہے کہ اے زید دوڑ مدد کو اور الف استغاثہ کی صورت میں مدخول الف مستغاث ہی ہوتا ہے اور یا طالعا جبلا مشابہ مضاف کی مثال ہے مشابہ مضاف وہ اسم ہے کہ اس کے ساتھ اس چیز متعلق ہو کہ اسم کے معنی کی تکمیل اس چیز کے بغیر نہ ہو سکے یعنی اے پہاڑ چڑھنے والے اور جب اندھا کسی رجل کو پکارتا ہے تو وہ معرفہ نہیں بنتا کیونکہ وہ کسی خاص آدمی کو نہیں پکارتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ جو کوئی آدمی بھی موجود ہو مجھ کو اس گڑھے یا کانٹوں سے بچا لو اور اگر بالفرض کوئی شخص اس کے نزدیک متعین ہو اور اس کو یا رجل کہکر پکارے تو اس حالت میں وہ معرفہ ہی رہے گا جس طرح بینا شخص کے پکارنے کی صورت میں معرفہ ہوتا ہے ۱۲ھ وان کان معرفا الی قولہ مختصۃ بالمندوب (ت) اور اگر ہو منادیٰ معرف باللام تو بولا جائے گا یا ایہا الرجل اور یا ایتہا المرأۃ اور جائز ہے ترخیم منادیٰ کی اور وہ ترخیم حذف کرنا ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

سو اگر بغرض تخفیف ایسا نہ ہو بلکہ کسی قانون کے ماتحت ہو اس کو ترخیم نہیں کہیں گے جیسے قاضٍ میں یا حذف ہو گئی ہے یہ ترخیم کی مصنف نے تین مثالیں اس لئے ذکر کیں کہ پہلی مثال مالک اس اسم کی ہے جو غیر مرکب ہے اور اخیر میں دو زیادتیاں ایسی کہ جو حکم میں ایک زیادتی کے ہوں نہیں ہیں اور نہ اُس کے اخیر میں کوئی ایسا حرف صحیح ہے کہ اس کے پہلے حرف مدہ ہو ایسے اسم کے اخیر میں وقت ترخیم کے حرف ایک حرف حذف کیا جائے گا اور منصور اور عثمان اس اسم کی مثالیں ہیں جس کے اخیر میں حرف صحیح اور اس سے پہلے مدہ ہے اور دونوں کے اخیر میں دو زیادتیاں حکم میں زیادت واحدہ کے ہیں ایسے اسم میں وقت ترخیم کے دو حرف حذف ہوتے ہیں لہٰذا ان کو یا منص اور یا عثم پڑھیں گے پھر اگر منادی مرخم کو اسم مستقل قرار دیا جائے تو اس پر ضمہ پڑھا جائے گا۔ اور اگر منادیٰ مستقل نہ قرار دیا جائے بلکہ حذف شدہ حرف کو ثابت اور موجود حکماً مانا جائے تو حرکت اصلیہ پڑھی جائے گی اور حرکت اصلیہ کا استعمال زیادہ ہے اور مندوب اس اسم کو کہتے ہیں جس پر رویا جاتا ہے کیونکہ ندبہ لغت میں ندبت المیت سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں کہ جب کوئی میت پر روتا ہے اور چونکہ منادیٰ اور مندوب دونوں پکارے جانے میں شریک ہیں اس لئے دونوں میں اس لفظ کا استعمال جائز کر دیا اور تفجع کے معنی رونے اور غم کرنے کے ہیں اس کا صلہ اکثر لام آتا ہے پس ممکن ہے کہ یہاں علیٰ بمعنی لام ہو ۱۲ عـہ الف و واؤ در ینجا برائے اعراب نیست بلکہ محض برائے تثنیہ و جمع ۱۲ عـہ مثال حذف دو حرف و حرف اخیر اسم صحیح و قبل او مدہ ۱۲

(۴۶)

وياحارِ واعلم انّ يا من حروف النداء قد تستعمل

في المندوب ايضا وهو المتفجع عليه بيا او وا كما يقال

(کسی پر رو کر ندا) (الذی یتحزن لاجلہ) (یا برائے اتفاق است ۱۲)

يا زيداه و وازيداه فوا مختصة بالمندوب ويا مشتركة

بين النداء والمندوب وحكمه في الاعراب و

البناء مثل حكم المنادى فصل

(ثالث ۱۲)

(بقیہ صفحہ ۴۵) منادیٰ کے اخیر میں تخفیف کے لئے جیسا کہ کہے تو مالک میں یا مالُ اور منصور میں یا منصُ اور عثمان میں یا عثمُ اور جائز ہے آخر میں منادیٰ مرخم کے ضمہ دینا اور حرکت اصلیہ جیسا کہ کہے تو یا حارث میں یا حارُ اور یا حارِ اور جاننا چاہئے کہ حرف یا حروف نداء میں سے کبھی مندوب میں استعمال کیا جاتا ہے اور وہ مندوب وہ اسم ہے جس پر درد اور غم کا اظہار کیا جائے بذریعہ لفظ یا اور یا وا کے جیسا کہ بولا جاتا ہے یا زیداہ وازیداہ پس لفظ وا مخصوص ہے مندوب کے ساتھ (ش) یعنی اگر کلام میں وسعت اور گنجائش ہو تب بھی ترخیم منادیٰ میں درست ہوتا ہے اور غیر منادیٰ میں ضرورت کے وقت درست ہوتا ہے جیسے شاعر نے کہا ہے شعر دِيَارَ مَيَّةَ اِذْمَيٌّ تُسَاعِفُهَا ۞ وَلَا يُرَىٰ مِثْلُهَا عُجْمٌ وَلَا عَرَبُ یعنی اس میں لفظ مَيَّ مرخم ہے کہ اصل میں مَيَّةُ تھا۔ مگر ضرورت شعری کے سبب آخیر حرف حذف ہو گیا۔ لغت میں ترخیم کے معنی دُم کاٹنے اور نرم کرنے کے ہیں جیسا کہ اصمعی سے منقول ہے اور اصطلاح میں اس کی تعریف وہ ہے جو کتاب میں مذکور ہے اس میں تخفیف کی قید اس لئے لگی ہے

(متعلقہ صفحہ ھٰذا) لـہ ویا مشترکۃ بین النداء والمندوب الیٰ قولہ مثل حکم المنادیٰ (ت) اور لفظ یا مشترک ہے نداء اور مندوب دونوں کے درمیان اور حکم مندوب کا معرب اور مبنی ہونے میں منادیٰ کے حکم کی مثال ہے (ش) حرف یا اگرچہ مندوب اور منادیٰ دونوں میں مشترک ہے مگر مندوب میں اس کا استعمال قرینہ کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ قرینہ مندوب کے اخیر میں الف ہوتا ہے اور حرف یا کے سوا اور کوئی حرف مندوب میں اس وجہ سے مستعمل نہیں کہ کوئی اور حرف یا کی مثل مشہور نہیں یا اس وجہ سے کہ یا نداء میں اصل ہے ۱۲ عـہ وقت بودن قرینہ وآں الف در آخر مندوب ۱۲ درایہ ـ

اور لیلۃ اور شہر اور سنۃ اور تمام ظروف زمان منصوب ہوتے ہیں کلمۂ فی مقدر مان کر کہے گا تو صمت دہرا اور سافرت شہرا یعنی میں نے روزہ رکھا دہر میں اور میں نے سفر کیا مہینہ میں (ش) تعریف میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے نہ اصطلاحی لہٰذا مصدر اور اسم فاعل اور اسم مفعول سب اس میں داخل ہیں اور چونکہ فعل کے ساتھ مذکور کی قید نہیں لگائی اس لئے یوم الجمعۃ حسن میں یوم الجمعۃ کو بھی تعریف شامل ہے کیونکہ اس میں کوئی نہ کوئی فعل فرد ضرور واقع ہوتا ہے اور زمان و مکان عام ہیں خواہ حقیقی ہوں یا حکمی حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی کی مثال جلست قدوم زید الشمس ہے (بیٹھا میں زید کے آنے کے وقت دھوپ میں) کیونکہ اس میں قدوم سے حکما وقت مراد ہے اور الشمس سے حکما وہ جگہ جہاں آفتاب کا اثر ظاہر ہو۔ اور مفعول فیہ کا نام ظرف بھی رکھا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بھی فعل کا ظرف ہوتا ہے اور کلہا منصوب بتقدیر

المفعول فيه هو اسم ما وقع فعل الفاعل فيه من الزمان والمكان ويسمى ظرفا وظروف الزمان على قسمين مبهم وهو ما لا يكون له حد معين كدهر وحين ومحدود وهو ما يكون له حد معين كيوم وليلة وشهر وسنة وكلها منصوب بتقدير في تقول صمت دهرا وسافرت شهرا اي في دهر وشهر وظروف المكان كذلك مبهم وهو منصوب ايضا بتقدير في نحو جلست خلفك وامامك ومحدود وهو ما لا يكون منصوبا بتقدير في بل لابد من ذكر في نحو جلست في الدار وفي السوق وفي

فی میں تقدیر کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر فی لفظوں میں ہوگا تو اس کو مجرور پڑھنا واجب ہوگا اور اس لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر فی لفظوں میں ہو تو مفعول فیہ وہ بھی ہوگا صرف اتنی بات ہوگی کہ منصوب نہ ہوگا جیسے خرجت فی یوم الجمعۃ مصنف کا مذہب یہی ہے اگرچہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مفعول فیہ وہی ہے کہ منصوب ہو اور لفظ فی اس پر مقدر ہو اور جس پر لفظوں میں فی ہوگا وہ مفعول بہ بواسطہ حرف جر کے ہوگا نہ مفعول فیہ اور مقدر اور محذوف میں فرق یہ ہے کہ مقدر کا اثر الفاظ میں موجود ہوتا ہے اور محذوف کا اثر الفاظ میں نہیں ہوتا ۱۲ **ے** قولہ وظرف المکان کذالک مبہم الی قولہ وفی المسجد (ت) اور ظرف مکان بھی اسی طرح مبہم ہوتا ہے اور وہ منصوب ہوتا ہے کلمۂ فی مقدر مان کر جیسے جلست خلفک بیٹھا میں تیرے پیچھے اور جلست امامک بیٹھا میں تیرے سامنے اور محدود ہوتا ہے اور وہ وہ مکان ہے کہ نہ ہو منصوب کلمۂ فی مقدر مان کر بلکہ ضروری ہو اس میں کلمۂ فی ذکر کرنا جیسے جلست فی الدار و فی السوق اور فی المسجد بیٹھا میں گھر میں اور بازار میں اور مسجد میں (ش) جلست خلفک و امامک مکان مبہم کی مثال ہے کیونکہ خلف اور امام آسمان کے کنارہ تک کو شامل ہوتا ہے اور جلست فی الدار وغیرہ کا محدود ہونا ظاہر ہے اور اس کی وجہ کہ ظرف زمان سب کے سب بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں اور ظروف مکان میں سے صرف

ے قولہ المفعول فیہ الی قولہ فی دہر و شہر (ت) مفعول فیہ اسم ہے اس ذات کا کہ جس میں فعل فاعل کا واقع ہوا ہو خواہ زمان ہو یا مکان اور اس کا نام ظرف رکھا جاتا ہے اور ظرف زمان دو قسم پر ہے ایک مبہم اور وہ وہ زمان ہے کہ اس کے لئے کوئی حد معین نہ ہو جیسے دہر اور حین دوسری قسم محدود ہے اور وہ وہ زمان ہے کہ اس کے لئے کوئی حد معین ہو جیسے یوم

وہی بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں جو مبہم ہوں یہ ہے کہ مکان مبہم فعل کے معنی کا جز ہے جس طرح مصدر جز ہے اور مصدر تو بلا واسطہ حرف منصوب ہوتا ہے ایسے ہی مکان مبہم کو بھی منصوب کر دیا اور زمان محدود کو زمان مبہم پر حمل کر لیا کیونکہ دونوں زمان ہونے میں شریک ہیں اور مکان محدود کو زمان مبہم پر تو اس لئے حمل نہیں کیا کہ کسی بات میں اس کے شریک نہیں نہ ذات میں نہ وصف میں اور مکان مبہم پر اس لئے ذکر کیا کہ مکان مبہم تو خود زمان پر حمل کر لیا گیا ہے اگر مکان مبہم پر حمل کر لیں تو مستبعد ہے استعارہ لازم آتا ہے اور وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص فقیر اور سائل سے سوال کرتے ۱۲ **عہ** مراد از فعل لغویست کہ مصدر باشد نہ اصطلاحی ۱۲ **عہ** مراد از زمان ظرفیست کہ صلاحیت جواب متی داشتہ باشد و مکان جواب این ۱۲ **عہ** اے ظروف الزمان مبہما کان او محدودا معرفۃ کان او ...

لہ قولہ فصل المفعول لہ ۔ قولہ جبنت جبنا (ت) مفعول لہ وہ اسم ہے اس ذات کا جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہوتا ہے جو اس ذات سے پہلے مذکور ہے اور نصب دیا جاتا ہے بوجہ لام مقدر ماننے کے جیسے ضربتہ تادیبا یعنی للتادیب (میں نے اس کو سزا دی ادب سکھانے کے لئے) اور بیٹھ گیا جنگ سے بوجہ بزدلی کی یعنی بزدلی کے باعث اور زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ مصدر ہے اس کی تقدیر یہ ہے کہ ادبتہ الخ یعنی میں نے سزا دی سزا دینا اور بزدل ہوگیا تو بزدل ہونا (ش) لفظ لاجلہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے اس کی مثال ادبتہ تادیبا دی ہے کہ ادب حاصل کرنے کے سزا دی دوسرا یہ کہ چونکہ وہ ذات موجود تھی اس لئے فعل مذکور وقوع میں آیا اس کی مثال قعدت عن الحرب جبنا ہے یعنی چونکہ بزدلی موجود تھی اس لئے جنگ سے بیٹھنا پایا گیا اور یہ جو کہا کہ ینصب بتقدیر اللام اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ جب لام لفظوں میں موجود ہوں تو مفعول لہ اس وقت بھی ہوگا مگر منصوب نہ ہوگا مجرور ہوگا اور زجاج نحوی ہر اس مفعول لہ جس پر لام مقدر ہو مفعول مطلق بتاتے ہیں جس کا عامل اپنی فعل محذوف ہے مثلاً تادیبا کا عامل ادبتہ ہے اور جبنا کا جبنت جبنا لیکن زجاج کے اس قول کو اس طور پر رد کیا گیا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک اس مفعول لہ سے علیت ماقبل کی سمجھی جاتی ہے اور یہ بات مفعول مطلق میں نہیں ہو سکتی

۴۸

المسجد فصل المفعول لہ[لہ] هو اسم ما لاجله يقع الفعل المذكور

قبله وينصب بتقدير اللام نحو ضربته تاديبا اي للتاديب وقعدت

عن الحرب جبنا اي للجبن وعند الزجاج هو مصدر تقديره ادبته

تاديبا وجبنت جبنا فصل المفعول معه[عہ] هو ما يذكر بعد الواو

بمعنى مع لمصاحبة معمول الفعل نحو جاء البرد والجبات وجئت

انا وزيدا اي مع الجبات ومع زيد فان كان الفعل لفظا وجاز

العطف يجوز فيه الوجهان النصب والرفع نحو جئت انا وزيدا

وزيد وان لم يجز العطف تعين النصب نحو جئت وزيدا وان

كان الفعل معنى وجاز العطف تعين العطف نحو ما لزيد وعمرو

عہ المفعول معہ الی قولہ ما تصنع (ت) مفعول معہ وہ اسم ہے جو ذکر کیا جاتا ہے اس واؤ کے بعد جو بمعنی معہ ہوتا ہے معمول فعل کے مصاحب (ہمراہ) ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد الخ یعنی آگئی سردی مع جبوں کے اور آیا میں مع زید کے پس اگر ہو فعل لفظوں میں اور عطف جائز ہو تو جائز ہوں گی اس میں دونوں وجہ نصب بھی اور رفع بھی جئت انا وزیدا اور وزید اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا جیسے جئت وزیدا اور اگر ہو فعل معنی کے لحاظ سے اور عطف جائز ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے مالزید وعمرو اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا جیسے مالک وزید اور ماشانک وعمرا کیونکہ معنی یہ ہے کہ کیا کرتا ہے تو اور زید (ش) عبارت میں لمصاحبۃ معمول الفعل کا لام یذکر کے متعلق ہے اور مصاحبۃ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہو رہی ہے اور فاعل محذوف ہے یعنی لمصاحبتہ معمول الفعل اور اس قید سے یہ مثال خارج ہوگئی : بیدہ عمرو وا طوک کہ اس میں لفظا میں عمرو اگرچہ بعد واؤ بمعنی مع مذکور ہے لیکن نہ بوجہ مصاحبت معمول فعل کے کیونکہ یہاں کوئی فعل ہی نہیں لہذا اس کو مفعول معہ نہیں کہیں گے پھر مفعول معہ کبھی جمع ہوتا ہے جیسے والجبات اور کبھی مفرد جیسے وزیدا اور یہ دونوں مثالیں فعل کے فاعل ہو سکتی ہیں اور کبھی معمول فعل مفعول بھی ہوتا ہے جیسے کفاک وزیدا درہم پھر فان کان الفعل میں فعل سے مراد وہ فعل ہے جس کے معمول کی مصاحبت کے لئے واؤ کے بعد مفعول معہ ذکر کیا جاتا ہے اور کلمہ لفظا کان کی خبر بھی ہو سکتا ہے اور حال بھی ہو سکتا ہے یعنی ملفوظا یا ما خوذا اور تمیز بھی ہو سکتی ہے یعنی من حیث اللفظ اور وجاز العطف میں واو حالیہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ عاطفہ ہو اور جملہ کا جملہ پر عطف مقصود ہو اور دونوں وجہ نصب اور رفع مراد ہے نصب کو مفعول معہ ہونے کی بنا پر اور رفع عطف کی بنا پر کیونکہ کسی صورت سے یہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے جیسے جئت انا وزیدا اور وزید ہیں کیونکہ جب ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لے آتے ہیں تو اس پر عطف جائز ہو جاتا ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ماننا پڑے گا اور عطف ٹھہرانے میں عامل لفظی رہے گا اور کلام میں جب ایسی ترکیب ممکن ہو کہ اس میں عامل لفظی ٹھہرے تو وہ ترکیب متعین ہوتی ہے جیسے مالزید وعمرو کا عطف زید پر درست ہے اور اگر عطف ناجائز ہو تو اس صورت میں نصب (یعنی مفعول معہ قرار دینا) متعین ہوگا کیوں کہ اس کے سوا اور کوئی صورت ممکن ہی نہیں لہذا مجبوراً یہی متعین ہے جیسے مالک وزیدا ور وما شانک وعمرا میں عمرا اور زیدا کا عطف ضمیر مجرور متصل پر نا جائز ہے اس لئے کہ ضمیر مجرور متصل پر عطف اس وقت جائز ہوتا ہے کہ جب جار کو معطوف پر لوٹا لیا جائے تو پہلی مثال میں لام کا لوٹانا اور دوسری میں شان کا لوٹانا جو مضاف ہے عطف کیلئے ضروری ہے ۱۲ (**متعلقہ صفحہ ھٰذا**) **لہ** والحال لفظ یدل الی قولہ او معنیٰ فعل (ت) حال وہ لفظ ہے جو دلالت کرے فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی ہیئت بیان کرنے پر جیسے جاءنی زید راکبا اور ضربت زیدا مشدودا الخ یعنی آیا میرے پاس زید اس

حال میں کہ وہ سوار تھا اور مارا میں نے زید کو اس حال میں کہ وہ باندھا ہوا تھا اور ملاقات کی میں نے عمرو سے اس حال میں کہ دونوں سوار تھے اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زید گھر میں ہے اس حال میں کہ کھڑا ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ زید مستقر ہے گھر میں اس حال میں کہ کھڑا ہے اور ایسے ہی مفعول بہ کبھی معنوی ہوتا ہے جیسے ہذا زید قائما اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہے زید ہے اور عامل حال میں فعل ہوتا ہے یا فعل کے معنی (ش) جب مصنفؒ مفاعیل سے فارغ ہو چکے تو اب ان کے متعلقات بیان کرتے ہیں حال کی تعریف میں لفظ کا لفظ استعمال کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ حال کبھی جملہ بھی ہوتا ہے اور اگر لفظ اسم ہوتے تو اس کا مفرد ہونا متعین ہو جاتا اور بیان ہیئۃ الفاعل او مفعول بہ کہکر تمیز کو خارج کردیا کیونکہ وہ فاعل کی ذات کا بیان کرتی ہے نہ ہیئت کا اور چونکہ بیان ہیئت فاعل کے ساتھ یہ قید بھی معتبر ہے کہ وقت صدور فعل تو اس سے فاعل کی صفت خارج ہوگئی جیسے جاءنی زید الراکب اس میں لفظ الراکب اگرچہ زید فاعل کی ہیئت کو بیان کرتا ہے بوقت صدور فعل نہیں بیان کرتا ہے یعنی اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وقت آنے کے زید سوار تھا لیکن حال مفاعیل میں سے سوائے مفعول بہ کے اور کسی مفعول کے ہیئت پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ باقی سب مفاعیل بہ نسبت مفعول بہ کے فضلات ہیں

وان لم یجز العطف تعیّن النصب نحو مالك وزیدًا وما شانك وعمرًا لانّ المعنٰی ما تصنع فصلٌ الحالُ لفظٌ یدلّ علٰی بیان هیأة الفاعلِ او المفعول به او کلیهما نحو جاءنی زیدٌ راکبًا وضربتُ زیدًا مشدودًا ولقیتُ عمرًا راکبین وقد یکون الفاعلُ معنویًّا نحو زیدٌ فی الدار قائمًا لانّ معناه زیدٌ استقرّ فی الدار قائمًا وکذا المفعولُ به نحو هٰذا زیدٌ قائمًا فانّ معناه المشار الیه قائمًا هو زیدٌ والعاملُ فی الحالِ فعلٌ او معنٰی فعل

(بقیہ صفحہ ۴۳) لہذا اگر اس کو معطوف قرار دیں تو مرفوع پڑھیں گے اور اگر مفعول معہ قرار دیں تو منصوب اور برخلاف جئت وزیدا کے کہ یہاں مفعول معہ بنانا متعین ہے عطف کسی طرح درست نہیں کیونکہ ضمیر مرفوع متصل پر بغیر تاکید عطف کرنا لازم آئے گا جو ناجائز ہے اور جبکہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو وہاں عطف متعین ہوگا کیونکہ اگر عطف نہ ٹھہرائیں اور مفعول معہ کہیں تو عامل معنوی

اور ہیئت سے مراد حالت ہے اور حالت عام ہے محقق ہو یا مقدر محقق تو ظاہر ہے اور مقدر کی مثال یہ آیت ہے کہ فادخلوہا خالدین داخل ہو جاؤ تم جنت میں اس حالت میں کہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور ظاہر ہے کہ دخول کے وقت خلود نہیں ہو سکتا مگر فرضاً ہو سکتا ہے یعنی داخل ہو جاؤ جنت میں اس حال میں کہ خلود اور ہمیشگی کو فرض کرنے والے ہو تو اس حال کا نام حال مقدرہ ہے پھر اور بھی تعمیم ہے وہ یہ کہ خواہ خود فاعل کا حال بیان کرے یا اس کے متعلق کا جیسے جاءنی زید قائما اخوہ آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا بھائی کھڑا تھا پھر اور بھی تعمیم ہے وہ یہ کہ خواہ حال فاعل کے لئے ہمیشہ رہنے والا ہو اس کو تو حال دائمہ بھی بولتے ہیں یا زائل بھی ہو جاتا ہو اس کو منتقلہ کہتے ہیں اور فاعل اور مفعول بھی عام ہیں حقیقی ہوں یا حکمی حقیقی کی مثال ظاہر ہے اور حکمی کی مثال جیسے جئت انا وزیدا راکبین میں زید فاعل حکمی ہے اور کبھی مضاف الیہ سے بھی حال واقع ہوتا ہے جب کہ مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور فاعل کے معنوی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کے عامل فعل کے معنی ہوں جو ظرف وغیرہ سے ماخوذ ہوں اور ہذا زید قائما کے معنی مشار الیہ قائم ہو زید (باقی بر صفحہ آئندہ) ۴

تیسرے اس قول کی مثل میں کہ رأیت رجلا راکبا اور کبھی ہوتا ہے حال جملہ خبریہ جیسے جاءنی زید وغلامہ راکب یا رکب غلامہ آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا یا سوار ہو رہا تھا غلام اس کا اور مثال اس حال کی جس کے عامل فعل کے معنی ہوں مثل ہذا زید قائما ہے اس کے معنی انبہ اور اشیر کے ہیں یعنی میں خبر دیتا ہوں اور اشارہ کرتا ہوں اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے عامل وقت قائم ہونے کسی قرینہ کے جیسا کہ کہے گا تو مسافر کے لئے سالما غانما یعنی لوٹے گا تو سلامتی اور سود مندی کی حالت میں (ش) اور حال کے نکرہ ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لفظوں میں بھی نکرہ ہو بلکہ کبھی صورت کے اعتبار سے معرفہ مگر معنی کے اعتبار سے نکرہ ہوتا ہے جیسے ارسلہا العراک میں العراک معنی نکرہ ہے کیونکہ اس کے معنی معرکۃ کے ہیں اور وحدہ کے مررت بہ وحدہ میں متوحدا

۵۰

والحال نکرۃ ابدًا وذو الحال معرفۃ غالبًا کما رأیت فی الامثلۃ المذکورۃ فان کان ذو الحال نکرۃ یجب تقدیم الحال علیہ نحو جاءنی راکبًا رجلٌ لئلا تلتبس بالصفۃ فی حالۃ النصب فی مثل قولک رأیت رجلًا راکبًا وقد تکون الحال جملۃ خبریۃ نحو جاءنی زید وغلامہ راکب او رکب غلامہ ومثال ما کان عاملہا معنی الفعل نحو ہذا زید قائمًا معناہ انبہ واشیر وقد یحذف العامل لقیام قرینۃ کما تقول للمسافر سالمًا غانمًا ای ترجع سالمًا غانمًا

فصل التمییز ہو نکرۃ تذکر بعد مقدار من عدد او کیل او وزن

چیزیکہ بآں اندازہ چیز معلوم شود ۱۲

کے ہیں اور معرفۃ غالبا میں لفظ غالبا ظرف ہے جو ذو الحال معرفۃ کے ساتھ متعلق ہے یعنی یتعرف ذو الحال فی غالب الاستعمالات یا مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی یتعرف ذو الحال تعرفا غالبا وغیرہ اور جب ذو الحال نکرہ ہو تو اس کو مؤخر کرنا واجب ہے تاکہ رأیت رجلا راکبا جیسی مثال میں صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ ایسی ترکیب میں راکب حال بھی ہو سکتا ہے اور صفت بھی گو ایسی جگہ التباس لازم نہیں آئے گا کہ جہاں رجل مرفوع ہو جیسے جاءنی رجل راکبا مگر قانون ہمیشہ کلی ہونا اچھا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ جب ذو الحال نکرہ ہو تو تقدیم حال اس وقت واجب ہے کہ جب نکرہ مخصصہ ہو اور اگر نکرہ مخصصہ نہ ہو تو واجب نہیں ہے خواہ تخصیص اضافت سے آئی ہو یا نفی یا کسی اور صورت سے مثلا مررت برجل عالم قائما۔ اور ما جاءنی رجل راکبا اور ہل اتیک نفیر سالما اور یہ جو کہا کہ کبھی حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اس میں خبریہ کی قید اس لئے لگائی کہ جملہ انشائیہ حال کبھی نہیں ہوتا اسی طرح جملہ انشائیہ کبھی صفت اور صلہ بھی نہیں ہوتا ایسا ہی بعض کے نزدیک خبر بھی نہیں ہوتا البتہ تاویل کرکے ہو جاتا ہے پہلی مثال جملہ خبریہ اسمیہ کی ہے اور دوسری جملہ فعلیہ خبریہ کی اور وقد یحذف العامل کہکر اس طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ عامل فعل ہو یا شبہ فعل یا معنی فعل ہر حال میں حذف کیا جاتا ہے اور اگر یحذف الفعل کہتا تو صرف فعل ہی کا حذف ہونا سمجھا جاتا اور للمسافر میں مسافر سے مراد وہ ہے جو سفر کا قصد کر رہا ہو۔ اور سالما کے بعد غانما یا تو صفت ہے اور یا حال بعد حال

(بقیہ صفحہ ۴۹) اس وجہ سے ہیں کہ ہذا اسم اشارہ کے معنی اشیر اور انبہ کے ہوتے ہیں اور یہ جو کہا کہ عامل میں کبھی فعل کے معنی ہوتے ہیں اس سے مراد شبہ فعل ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ ۱۲ عہ دائم نگفت تا شاں نو مرحبا ہے راکہ جملہ باشد ۱۲ عہ مثال حال از فاعل معنوی سہ چنانکہ در جاءنی زید راکبا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) لے قولہ والحال نکرۃ ابدا الی قولہ سالما غانما (ت) اور حال نکرہ ہوتا ہے ہمیشہ اور ذو الحال معرفہ ہوتا ہے اکثر جیسا کہ دیکھا تو نے دی ہوئی مثالوں میں پس اگر ذو الحال نکرہ ہو تو واجب ہوگا مقدم کرنا حال کا ذو الحال پر جیسے جاءنی راکبا رجل تاکہ حالت نصب میں صفت کے ساتھ التباس نہ پڑ جائے

سے قولہ التمییز ہو نکرۃ الی قولہ او علما او ابا (ت) تمیز وہ ایک نکرہ ہوتا ہے جو ذکر کیا جاتا ہے ایک مقدار کے بعد خواہ عدد کے ہو یا پیمانہ کے یا وزن کے یا پیمائش کے اور اس کے سوا کسی اور چیز کے بعد ان چیزوں میں سے جن میں ابہام ہو کہ دور کرتا ہے وہ نکرہ اس ابہام کو جیسے عندی عشرون درہما الخ میرے پاس بیس درہم ہیں اور دو قفیز (پیمانے) گیہوں کے یا دو سیر گھی اور دو جریب روئی اور چھوارے پر ہے برابر اسی کے مسکہ اور کبھی ہوتی ہے تمیز غیر مقدار سے جیسے یہ انگوٹھی لوہے کی ہے اور کنگن ہے سونے کا اور اس تمیز میں جر اکثر ہوتا ہے اور کبھی واقع ہوتی ہے تمیز جملہ کے بعد اس کی نسبت سے ابہام دور کرنے کے لئے جیسے طاب زید نفسا یا علما یا ابا۔ اچھا ہے زید ذات کے لحاظ سے یا علم یا باپ کے لحاظ سے (ش) تمیز کو کبھی مبینہ و مفسرہ بھی کہتے ہیں اور تمیز کو منصوبات میں شمار کیا حالانکہ اس میں جر اکثر ہوتا ہے اس لئے کہ اصل تمیز میں نصب ہی ہے عشرون درہما اس تمیز کی مثال ہے جو مفرد مقدار عدد کے بعد ذکر کی جائے اور عشرون اسم تام ہے (باقی بر صفحہ دیگر)

جربان ہے یہ سب مثالیں وہ ہیں کہ ان میں ممیز کی تمامی تثنیہ کے نون سے ہوئی اور علی التمرة مثلہا زبدا اس تمیز کی مثال ہے جو مفرد مقدار اندازہ کردہ کے بعد ذکر کی جائے کیونکہ چھوارہ پر لگا ہوا مسکہ چھوارہ کے برابر اندازہ سے معلوم ہوگا اور زبد کی زا مضموم اور با ساکن ہے بمعنی مسکہ کہ اس مثال میں ممیز کی تمامی اضافت سے ہوئی ہے اور وہ مثلہا ہے اور ہذا خاتم حدیدا اس تمیز کی مثال ہے جو غیر مقدار سے ہو کیونکہ خاتم مبہم ہے جنس کے اعتبار سے نہیں معلوم لوہے کی یا چاندی سونے کی ایسے ہی سوار ذہبا بھی اسی کی مثال ہے اور فیہ الخفض اکثر میں فیہ کی ضمیر کا مرجع وہ تمیز ہے جو غیر مقدار سے ہوئی ہے اور جملہ سے تمیز واقع ہونے کی تین مثالیں اس لئے ذکر کیں کہ پہلی مثال اس تمیز کی ہے جو منتسب عنہ یعنی زید کے لئے مخصوص ہے اس وجہ سے کہ زید خود نفس ہے اور دوسری مثال اس تمیز کی جو صرف منتسب عنہ کے متعلق کے لئے ہے کیونکہ علم زید عین ہے بلکہ اس کے متعلقات میں سے ہے اور تیسری مثال اس تمیز کی جو منتسب عنہ یعنی زید کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور اس کے متعلقات سے بھی کیونکہ اب خود زید بھی ہو سکتا ہے اور زید کا باپ بھی جو اس کے متعلقات سے ہے

(٥١)

اومساحة او غير ذلك مما فيه ابهام ترفع ذلك الابهام نحو عندي عشرون درهما وقفيزان برا ومنوان سمنا وجريبان قطنا وعلى التمرة مثلها زبدا وقد يكون عن غير مقدار نحو هذا خاتم حديدا وسوار ذهبا وفيه الخفض اكثر وقد تقع بعد الجملة لرفع الابهام عن نسبتها نحو طاب زيد نفسا او علما او ابا فصل المستثنى لفظا يذكر بعد الا واخواتها ليعلم انه لا ينسب اليه ما نسب الى ما قبلها وهو على قسمين متصل فهو ما اخرج عن

(متعلقہ صفحہ ہذا) المستثنیٰ ای فرد نحو جاءنی الا زیدا احد دات) مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو ذکر کیا جاتا ہے الا اور اس کے اخوات کے بعد تاکہ جانا جائے کہ اس کی طرف اس شئے کی نسبت نہیں کی گئی جس کی نسبت اس کے ماقبل کی طرف کی گئی ہے اور وہ مستثنیٰ دو قسم پر ہے ایک متصل اور وہ وہ مستثنیٰ ہے جو متعدد میں سے نکالا گیا بذریعہ الا اور اس کے اخوات کے جیسے جاءنی القوم الا زیدا اور دوسرا منقطع اور وہ وہ مستثنیٰ ہے جو ذکر کیا جائے بعد الا اور اس کے اخوات کے اس حال میں کہ نہ نکالا گیا ہو متعدد سے بوجہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کے جیسے جاءنی القوم الا حمارا۔ اور جاننا چاہئے کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے پس اگر وہ مستثنیٰ متصل ہو کہ واقع ہوا ہو بعد الا کے کلام موجب میں یا منقطع ہو جیسا کہ گذرا یا مقدم کیا گیا ہو مستثنیٰ منہ سے جیسے ما جاءنی الا زیدا احد (ش) مستثنیٰ بھی منصوبات سے ایک قسم ہے اس کا بیان شروع کیا اور کلمہ الا کے اخوات غیر اور لیس اور لا یکون اور غیر اور سوی ہیں مستثنیٰ کی تعریف ابن حاجب نے کچھ نہیں کی بلکہ شروع سے تقسیم کر دی ہے پھر ہر ہر قسم کی تعریف بیان کی ہے اور یہ کہا ہے کہ

(بقیہ ص٥٠) اس لئے کہ مشابہ نون جمع ہے اس کی تمامی ہوئی ہے اور قفیزان برا اس تمیز کی جو مفرد مقدار کیل کے بعد ذکر کی گئی ہے اور منوان سمنا اس تمیز کی جو مفرد مقدار وزن کے بعد ذکر کی جائے اور منوان تثنیہ ہے جس کا مفرد منا بھی مگر غیر فصیح اور فصیح منا الف مقصورہ کے ساتھ ہے بمعنی ایک سیر یا ایک پیمانہ ہے اور سمن کی سین مفتوح اور میم ساکن ہے اور جریبان قطنا اس تمیز کی مثال ہے جو مساحت کے آلہ کے بعد ذکر کی جائے مساحت کے معنی پیمائش کے اور جربان کا مفرد جریب ہے اور جریب بوزن امیر ایک سو چوالیس گز کا ہوتا ہے جریبان تثنیہ ہے اور جمع اجربہ اور

اور کہ ایسا مفہوم عام جو مستثنیٰ کی دونوں قسموں کو شامل ہو نہیں ہے متعدد سے نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ متعدد سے جو مراد ہے اس سے خارج کیا گیا ہو یعنی مستثنیٰ قرینہ ہو لفظ کا کہ جمیع متعدد نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ متعدد کے حکم سے نکالا گیا ہو ورنہ لازم آتا ہے کہ پہلے داخل ہو پھر نکالا گیا ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ متعدد کے حکم سے نکالا گیا ہو جس طرح بولتے ہیں ضیق فم الرکیۃ یعنی کنویں کا منہ ابتدا ہی سے تنگ رکھو یہ مطلب نہیں کہ پہلے فراخ تھا اب اس کو تنگ کر ایسے ہی یہاں یہ مطلب نہیں کہ مستثنیٰ پہلے حکم میں مستثنیٰ منہ میں داخل تھا اب خارج کر دیا بلکہ شروع ہی سے خارج رکھا جائے اور مستثنیٰ منقطع کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو بلکہ اگر کسی نے کہا جاءنی القوم الا زیدا اور اشارہ کیا اس قوم کی طرف جس میں زید نہ تھا تب بھی منقطع ہوگا اور واقع بعد الا کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر لفظ غیر اور سوی کے بعد واقع ہوگا تو وہ منصوب نہ ہوگا کیونکہ وہ مجرور ہوتا ہے کلام موجب سے اور وہ کلام مراد ہے جو نفی یا نہی یا استفہام نہ ہو اور جو ان میں سے کچھ ہو وہ کلام غیر موجب ہوتا ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ ۵۱) اور کلام موجب سے مراد کلام تام ہے لہذا قرئی الایوم کذا میں لفظ یوم مرفوع ہوگا کیونکہ قرئی کلام تام نہیں ہے اور مستثنیٰ منقطع ہر حال میں منصوب ہوتا ہے خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجب ۱۲ ع ۵ ا۔ فالاول فان کان آه ۱۲ **متعلقہ صفحہ ہذا** لہ او کان بعد خلا وعدا الی قولہ وما مررت الا بزید (ت) یا جو مستثنیٰ بعد خلا اور عدا کے نزدیک اکثر نحویوں کے یا بعد ما خلا اور ما عدا اور لیس اور لا یکون کے جیسے جاءنی القوم خلا زیدا الخ تو ہوگا وہ منصوب اور اگر ہو مستثنیٰ واقع بعد الا کے کلام غیر موجب میں اور وہ غیر موجب ہر کلام ہے کہ ہو اس میں نفی اور نہی اور استفہام اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو جائز ہیں اس میں دونوں صورتیں نصب اور بدل اس کے ماقبل سے جیسے ما جاءنی احد الا زیدا اور الا زید اور اگر ہو مستثنیٰ مفرغ

۵۲

مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا نَحْوُ جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا وَمُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْکُوْرُ
بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَیْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ جَاءَنِی
الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ کَانَ
مُتَّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا کَمَا مَرَّ اَوْ مُتَقَدِّمًا عَلَی
الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ مَا جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ اَوْ کَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ
الْاَکْثَرِ اَوْ بَعْدَ مَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَیْسَ وَلَا یَکُوْنُ نَحْوُ جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا
اِلَخْ کَانَ مَنْصُوْبًا وَاِنْ کَانَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ غَیْرِ مُوْجَبٍ وَهُوَ کُلُّ کَلَامٍ
یَکُوْنُ فِیْهِ نَفْیٌ اَوْ نَهْیٌ اَوِ اسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ مَذْکُوْرٌ یَجُوْزُ فِیْهِ الْوَجْهَانِ
النَّصْبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَاِلَّا زَیْدٌ وَاِنْ
کَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ یَکُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ غَیْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ غَیْرُ

بایں طور کہ ہو بعد الا کے کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ غیر مذکور ہو تو ہوگا اس کا اعراب موافق عوامل کے کہیگا تو ما جاءنی الا زید اور ما رأیت الا زیدا اور ما مررت الا بزید (ش) عند الاکثر کہنے سے بعض کا قول خارج ہوگیا اور وہ یہ کہ بعد خلا اور عدا کے جر پڑھنا بھی درست ہے۔ کیونکہ یہ حرف جر بھی ہوتے ہیں اور ان چاروں قسموں میں مستثنیٰ کے منصوب ہونیکی وجہ یہ ہے کہ پہلی تینوں قسمیں تو مشابہت مفعول کے سبب مستحق نصب ہیں اور چوتھی قسم خلا اور عدا کے بعد واقع ہونے والے مستثنیٰ کے منصوب ہونیکی وجہ یہ ہے کہ وہ مفعول بہ ہے اور لبعد الا کہنے سے وہ مستثنیٰ خارج ہوگیا جو خلا اور عدا اور ما خلا اور ما عدا وغیرہ کے بعد واقع ہو کیونکہ وہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مستثنیٰ بھی خارج ہوگیا جو غیر اور سوی اور سواء کے بعد واقع ہو کیونکہ وہ ہمیشہ مجرور رہتا ہے اور کلام غیر موجب کی قید سے کلام موجب نکل گیا کیونکہ اس کا حکم گذر گیا اور مستثنیٰ منہ مذکور ہونے کی قید سے وہ مستثنیٰ نکل گیا جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو کیونکہ اس کا اعراب علیٰ حسب العوامل ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ آئیگا لیکن یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے بدل ٹھہرانے کیلئے اور بھی شرطیں ہیں جن کو مصنف نے بیان نہیں کیا ایک یہ کہ مستثنیٰ لفظ الا کے متصل ہو دوسری مستثنیٰ منہ سے مقدم نہ ہو تیسری یہ کہ کسی ایسے کلام کا جواب نہ ہو جو استثناء کو شامل ہو جیسے کسی نے کہا اقام القوم الا زیدا تو اس کے جواب میں تم نے کہا کہ اقام القوم الا زیدا کیونکہ اس صورت میں بدل خلاف اصل ہے اس لئے کہ بدل ٹھہرانے میں سوال اور جواب باہم مطابق نہیں رہینگے چوتھی شرط یہ ہے کہ مستثنیٰ کلام متراخی نہ ہو ورنہ بدل پسندیدہ نہ ہوگا جیسے ما جاءنی احد حین کنت جالسا الا زیدا اور جب سب شرطیں موجود ہوں تو بدل مختار ہے جیسے ما جاءنی احد الا زید اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدل کلام میں مقصود ہوتا ہے اور جب منصوب پڑھیں گے تو فضلہ ہو جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بدل ٹھہراتے ہیں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں اعراب میں مطابق ہو جائیں گے اور جائز ہے کہ مستثنیٰ بنا کر منصوب پڑھیں کیونکہ وہ مفعول کے ساتھ مشابہ ہے اور جو مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ غیر مذکور ہو تو اس کا نام مفرغ ہے اور مفرغ اس کا نام اس وجہ سے ہے کہ مفرغ کے معنی فارغ کئے گئے کے ہیں تو چونکہ اس مستثنیٰ نے عامل سابق الذکر کو مستثنیٰ منہ میں عمل کرنے سے فراغت دیدی ہے اس لئے اس کو مفرغ کہتے ہیں تو حقیقت میں تو مفرغ عامل ہے مستثنیٰ کو مجازاً مفرغ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کے فارغ ہو جانے کا سبب ہے ۱۲ ۔

مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی وجہ ظاہر ہے یعنی مضاف مضاف الیہ ہونا اور حاشا کے بعد مجرور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حاشا اس وقت حرف جر ہے **۵۲ قولہ** واعلم ان اعراب غیر الی قولہ وما مررت بغیر (ت) اور جاننا چاہئے کہ اعراب لفظ غیر کا مستثنیٰ بالا کے اعراب کی مثل ہے کہے گا تو جاءنی القوم غیر زید اور غیر حمار الخ نہیں آئی میرے پاس قوم سوا زید کے اور نہیں آئی میرے پاس سوا زید کے قوم اور نہیں آیا میرے پاس کوئی سوائے زید کے اور نہیں آیا میرے پاس سوائے زید کے اور نہیں دیکھا میں نے سوائے زید کے اور نہیں گذرا میں غیر زید پر (ش) یعنی جو تفصیل مستثنیٰ بالا میں بیان ہو چکی ہے وہی تفصیل لفظ غیر کے اعراب میں ہے مثلاً پہلی مثال جاءنی القوم غیر زید میں نصب پڑھا جائے گا کیونکہ وہ کلام موجب ہے اور کلام موجب میں مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے لہٰذا یہاں لفظ غیر منصوب ہوگا۔ اور دوسری مثال غیر حمار مستثنیٰ منقطع کی ہے پس اگر مستثنیٰ ہوتا تو وہ منصوب ہوتا لہٰذا اب لفظ غیر منصوب ہوگا۔ اور تیسری مثال ماجاءنی غیر زید القوم مستثنیٰ مقدم کی ہے وہ بھی منصوب ہوتا ہے لہٰذا یہاں لفظ غیر منصوب ہوگا اور ماجاءنی احد غیر زید کلام غیر موجب اور مستثنیٰ منہ مذکور ہونے کی مثال ہے اس میں مستثنیٰ منصوب بھی ہو سکتا ہے اور بدل ٹھہرانا بھی جائز ہے۔ اس طرح اس مثال میں لفظ غیر مستثنیٰ بنا کر منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور بدل ٹھہرانا بھی درست ہے اور ماجاءنی غیر زید مستثنیٰ مفرغ کی مثال ہے اس میں مستثنیٰ کا اعراب علیٰ حسب العوامل ہوتا ہے لہٰذا یہاں غیر کا اعراب علیٰ حسب العوامل ہوگا ۱۲ **۵۳ قولہ** واعلم ان لفظۃ غیر موضوعۃ الی قولہ الا اللہ لفسدتا (ت) اور جاننا چاہئے کہ لفظ غیر وضع کیا گیا ہے صفت کے لئے اور کبھی استعمال کیا جاتا ہے استثناء کیلئے بھی جیسا کہ لفظ الا وضع کیا گیا ہے استثناء کے لئے اور کبھی استعمال کیا جاتا ہے صفت کے لئے بھی جیسا کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول میں لو کان فیہما الخ اگر ہوتے زمین و آسمان میں چند معبود سوائے اللہ کے تو البتہ وہ دونوں خراب ہو جاتے یعنی الا اللہ بمعنی غیر اللہ ہے اور ایسے ہی تیرا قول لا الہ الا اللہ بھی بمعنی غیر اللہ ہے (ش) لفظ الا کے استثناء کے لئے موضوع ہونے کی وجہ یہ ہے

۵۳

مذكورٍ كان اعرابُه بحسب العوامل تقول ما جاءني الا زيدٌ وما رأيت الا زيدًا وما مررت الا بزيدٍ وان كان بعد غير وسوى وسواء وحاشا عند الاكثر كان مجرورًا نحو جاءني القوم غير زيدٍ وسوى زيدٍ وسواء زيدٍ وحاشا زيدٍ واعلم ان اعراب غير كاعراب المستثنى بالا تقول جاءني القوم غير زيدٍ وغير حمارٍ وما جاءني غير زيدٍ القوم وما جاءني احدٌ غير زيدٍ وغير زيدٍ وما جاءني غير زيدٍ وما رأيت غير زيدٍ وما مررت بغير زيدٍ واعلم ان لفظة غير موضوعة للصفة وقد تستعمل للاستثناء كما ان لفظة الا موضوعة للاستثناء وقد تستعمل للصفة كما في قوله تعالى لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا اي غير الله وكذلك

۵۱ قولہ وان کان بعد غیر الی قولہ وحاشا زید (ت) اور اگر ہو مستثنیٰ واقع بعد غیر اور سوی اور سواء اور حاشا کے اکثر کے نزدیک تو ہوگا وہ مجرور جیسے جاءنی القوم غیر زید اور سوی زید اور سواء زید اور حاشا زید (ش) لفظ غیر اور سوی کے بعد

کہ وہ حرف ہے اور حروف میں اصل یہ ہے کہ وہ صفت نہ ہوں مگر چونکہ الا کے معنی غیر کے معنی سے قریب ہیں اس وجہ سے ہر ایک کا استعمال دوسرے کے معنی میں درست ہے۔ مگر کلمہ الا کا استعمال صفت میں اس وقت ہوتا ہے کہ جب استثناء دشوار ہو جیسا کہ آیت الا اللہ لفسدتا میں الا کا استثناء میں استعمال دشوار ہے اس وجہ سے کہ جمع منکر سے محققین کے نزدیک استثناء درست نہیں ایسے ہی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ میں بھی لفظ الا بمعنی غیر ہے کیونکہ استثناء کے لئے نہیں ہو سکتا وجہ یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ متصل قرار دیتے ہیں تو لازم آئے کہ آلہ سے مراد آلہ حقہ ہوں ورنہ اللہ ان میں داخل نہ ہوسکے گا اور مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اور جب آلہ حقہ مراد ہوئے تو معبودان حق کا تعدد لازم آگیا اور اگر مستثنیٰ منقطع قرار دیتے ہیں تو آلہ سے باطلہ مراد لینگے تو آلہ باطلہ کی نفی کر آلہ حقہ کی نفی لازم نہیں آئی اسلئے توحید ثابت نہیں ہوگی بہر حال کلمہ توحید نہیں رہتا اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ کلمہ توحید ہے **۵۵** بکسر سین وضم آں یا تقدیر بفتح سین وکسر آں بایدہ، تثن

ؔ قولہ فصل خبر کان واخواتہا الیٰ قولہ کان القائم زید (ت) خبر کان اور اس کے اخوات کی وہ مسند ہوتی ہے بعد داخل ہونے کان کے جیسے کان زید قائما تھا زید کھڑا اور حکم اس خبر کا خبر مبتدا کی مانند ہے مگر یہ کہ جائز ہے مقدم کرنا خبر کان واخواتہا کا ان کے اسموں پر باوجود ہونے خبر کان کے معرفہ برخلاف خبر مبتدا کے جیسے کان القائم زید (ش) جب داخل ہونے کے معنی اثر چھا لینے کے ہیں تم فرعات یں سمجھ چکے ہو تو اب کان زید یغرب اخوہ میں صرف یغرب سے تعریف منقوض نہ ہوگی اور حکم سے مراد اقسام اور احکام اور شرائط ہیں اور تقدیم خبر کان کی اسم کان پر ہر حالت میں درست ہے خواہ خبر کان معرفہ ہونے میں یا تخصیص میں اسم کان کے ساتھ مساوی ہو جیسے کان اخاک صدیقک اور جیسے کان خیر امن زید شر امن عمرو لیکن یہ

جو اتنا اسی صورت میں ہے کہ جب التباس نہ لازم آئے جیسا کہ ان مثالوں میں نصب قرینہ ہے خبر کا جس سے التباس دور ہو جاتا ہے اور اگر مثلاً دونوں اسم مقصور ہوں جیسے کان موسیٰ عیسیٰ تو وہاں پہلا ہی اسم اسم کان کے لئے متعین ہوگا البتہ اگر کوئی قرینہ وہاں بھی موجود ہو تو یہ ضروری نہیں کہ پہلا ہی اسم کان کا اسم ہو

ؔ قولہ فصل ان واخواتہا ہو المسند الیہ الیٰ قولہ ان زیدا قائم (ت) اسم ان اور اسکے اخوات کا وہ مسند الیہ ہوتا ہے ان اور اس کے اخوات کے داخل ہونے کے بعد جیسا ان زیدا قائم (ش) اس کی کچھ زیادہ تفصیل تیسری قسم میں آجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲

ؔ قولہ فصل المنصوب بلا التی لنفی الجنس الیٰ قولہ رجل ولا امرأۃ (ت) وہ اسم منصوب ہوتا ہے اس لا کے سبب سے جو نفی جنس کے لئے آتا ہے وہ مسند الیہ ہوتا ہے لا کے داخل ہونے کے بعد اس حال میں کہ متصل ہوتا ہے اسی کے اس حال میں کہ مضاف ہوتا ہے جیسے لا غلام رجل فی الدار (نہیں ہے کوئی غلام کسی مرد کا موجود گھر میں) یا اس حال میں کہ مشابہ ہو نکرہ مضاف کے جیسے لا عشرین درہما فی الکیس (نہیں ہیں بیس درہم تھیلی میں) سو اگر وہ منصوب بلا واقع ہو اس حال کہ نکرہ مفردہ ہو تو وہ مبنی ہوگا فتح پر جیسے لا رجل فی الدار نہیں ہے کوئی مرد گھر میں اور اگر ہو وہ منصوب بلا معرفہ یا ایسا نکرہ کہ فاصلہ لایا گیا ہو اس کے درمیان اور لا کے درمیان تو ہوگا وہ مرفوع اور واجب ہوگا مکرر لانا لا کا ایک اور اسم کے ساتھ کہیگا تو لا زید فی الدار ولا عمرو ولا فیہا رجل ولا امرأۃ (نہ زید ہے گھر میں نہ عمرو اور نہ گھر میں کوئی مرد ہے نہ عورت) (ش) اسکی وجہ کہ یہاں اسم لا التی لنفی الجنس نہ کہا بلکہ المنصوب بلا کہا یہ ہے کہ ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا بلکہ بعض صورتوں میں منصوب ہوتا ہے اور وہ صورتیں بہت کم ہیں پس اگر اسم لا کہہ دیتے تو یہ سمجھا جاتا کہ تمام اقسام اسم لا کے منصوب ہی ہوتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے لفظ یلیہا میں ضمیر مرفوع مستتر مسند الیہ کی طرف راجع ہے اور ضمیر بارز لا کی طرف اور یہ جملہ یا تو الیہ کی ضمیر سے حال ہے یا دخولہا کی ضمیر سے حال ہے (او نکرۃ) یلیہا کی ضمیر مستتر سے حال ہے اور اس قید سے معرفہ نکل گیا کیونکہ اس کا حکم آئندہ بیان کیا گیا ہے اور لفظ مضافۃ نکرہ کی صفت ہے اس کے کہنے سے نکرہ مفردہ نکل گیا اس کا حکم آئندہ مذکور ہے لا عشرین درہما مشابہ مضاف کی مثال ہے کیونکہ عشرین کے پورے معنی بغیر درہما کے سمجھ میں نہیں آسکتے اور لا رجل فی الدار فتح پر مبنی ہونے کی مثال ہے اور حروف پر مبنی ہونے کی مثالیں یہ ہیں لا غلامین لک کہ یہ یائے ماقبل مفتوح پر مبنی ہونے کی مثال ہے اور لا مسلمین لک یہ یائے ماقبل مکسور پر مبنی ہونے کی مثال ہے اور یہ دونوں حرف یعنی یائے ماقبل مفتوح اور یائے ماقبل مکسور تثنیہ اور جمع میں نصب کی جگہ آتے ہیں اور اگر اسم لا کا معرفہ ہو تو رفع واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ لا اس میں کچھ عمل نہ کرے گا اور نکرہ مفصول میں رفع کی وجوب کی وجہ یہ ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

قولك لا اله الا الله فصلٌ ؔ خبر كان واخواتها هو المسند بعد دخولها نحو كان زيدٌ قائمًا وحكمه كحكم خبر المبتدأ الا انه يجوز تقديمه على اسمائها مع كونه معرفة بخلاف خبر المبتدأ نحو كان القائم زيدٌ فصلٌ ؔ اسم انّ واخواتها هو المسند اليه بعد دخولها نحو انّ زيدًا قائمٌ فصلٌ ؔ المنصوب بلا التي لنفي الجنس هو المسند اليه بعد دخولها يليها نكرةً مضافةً نحو لا غلام رجلٍ في الدار او مشابهًا لها نحو لا عشرين درهمًا في الكيس فان كان بعد لا نكرةً مفردةً تبنى على الفتح نحو لا رجل في الدار وان كان معرفةً او نكرةً مفصولًا بينها وبين لا كان مرفوعًا ويجب تكرير لا مع اسمٍ آخر تقول لا زيدٌ في الدار ولا عمرٌو ولا فيها رجلٌ ولا امرأةٌ

اول کا اور رفع دوم کا اور رفع اول کا اور فتح دوم کا اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اسم لا کا کسی قرینہ کے وقت جیسے لا علیک یعنی لا باس علیک تجھ پر کوئی مضائقہ نہیں۔
(ش) اور مثل لا حول ولا قوۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ ترکیب ایسی ہو کہ اس میں نکرہ مع لا کے مکرر لایا گیا ہو اور درمیان میں فاصلہ کچھ نہ ہو اور لا حول ولا قوۃ الخ کے معنی یہ ہیں کہ نہ گناہ سے پھرنا ہے اور نہ اطاعت پر قدرت پانا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس ترکیب میں دونوں اسموں کا فتح تو اس وجہ سے جائز ہے کہ لا دونوں میں نفی جنس کا ہو اور دونوں کے رفع سے مراد پیش کی تنوین ہے یہ اس وجہ سے جائز ہے کہ اسکو مبتدا پڑھتے ہیں تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے کیونکہ کسی سائل نے سوال کیا تھا کہ احول لنا ام قوۃ تو جواب میں بھی دونوں کو مرفوع لائے اور تیسری ترکیب میں فتح اول کا لائے نفی جنس ہونیکی وجہ سے ہے اور نصب ثانی کا بغرض تاکید محض لا ثانی کے زائد ہونیکی وجہ سے یا اول کے لفظ پر عطف ہونیکی وجہ سے اور نصب سے مراد زبر کی تنوین ہے اور چوتھی ترکیب میں اول کا فتح تو اس وجہ سے کہ لائے نفی جنس ہے اور دوسرے کا رفع اس وجہ سے کہ لا دوم محض تاکید نفی کے لیئے زائد لایا گیا ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا عطف ہو اول کے محل پر اور اول محلا مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے اس لیئے یہ بھی مرفوع کیا گیا اور پانچویں ترکیب میں اول کا رفع اس وجہ سے کہ وہ لا بمعنی لیس ہے اگرچہ یہ عمل ضعیف ہے کیونکہ لا بمعنی لیس کم آتا ہے اور دوم کا فتح اس وجہ سے کہ وہ لا لائے نفی جنس ہے اور لا علیک میں حذف اسم کا قرینہ یہ ہے کہ کلمہ لا علیٰ پر داخل نہیں ہوتا کیونکہ علیٰ حرف ہے اور حرف پر لا داخل نہیں ہوتا اور یہ اس شخص کے لیئے بولتے ہیں جس کو کسی بات کا ڈر ہو اور تم ان کو تسلی دینا چاہتے ہو
۵۶ قولہ فصل خبر ما ولا الیٰ قولہ بطل العمل (ت) خبر ما اور لا کی ایسے ما اور لا جو مشابہ کیئے گئے ہیں لیس کے ساتھ وہ مسند ہوتی ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما اور لا رجل حاضرا نہیں زید کھڑا اور نہیں ہے کوئی مرد موجود اور اگر واقع ہو خبر بعد الا کے جیسے ما زید الا قائم یا پہلے آوے اسم سے جیسے ما قائم زید یا زیادہ کیا جائے کلمہ ان بعد ما کے جیسے ما ان زید قائم تو باطل ہوگا عمل (ش) مرفوعات کی بحث میں ما اور لا کی لیس کے ساتھ مشابہت کا بیان ہو چکا کہ کن کن باتوں میں مشابہت رکھتا ہے اسم سے پہلے خبر آنے کی مثال لفظ ما میں تو بیان کر دی اور لفظ لا میں لا افضل منک رجل سمجھو اور لفظ ان کو حرف ما کے بعد زیادہ ہونا بیان کیا نہ لا کے بعد اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی زیادتی لا کے بعد کبھی نہیں دیکھی پھر اس لفظ ان میں جو کلمہ ما کے بعد آتا ہے نحویوں کا اختلاف ہے بصری تو یہ کہتے ہیں کہ یہ زائدہ ہے ان نافیہ نہیں ہے اور کوفی یہ کہتے ہیں کہ یہ نافیہ ہے محض تاکید نفی کے لیئے لایا گیا ہے ورنہ نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے اس سے اس کلام کا اثبات ہونا لازم آئے گا اور خبر ما و لا کے بعد الا واقع ہونے کی صورت میں تو ما و لا کا عمل اس لیئے باطل ہے کہ ما و لا کا عمل نفی کی وجہ سے تھا اور وہ کلمہ الا کی وجہ سے جاتی رہی لیکن یاد رکھو کہ یونس نحوی الا کے بعد بھی عمل کو جائز کہتے ہیں اور خبر کے اسم سے پہلے آنے کی صورت میں اس لیئے باطل ہے کہ ما اور لا دونوں عامل ضعیف ہیں کیونکہ ان میں لیس کے برابر بھی گردان نہیں ہوتی اور جب ضعیف العمل ہیں تو مقدم میں عمل نہیں کر سکتے اور اسی سے کلمہ ان بعد ما واقع ہونے کی صورت میں عمل باطل ہونیکی وجہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

۵۵

وَیَجُوزُ فِی مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ خَمْسَۃُ اَوْجُہٍ فَتْحُہُمَا وَرَفْعُہُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِی وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِی وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِی وَقَدْ یُحْذَفُ اسْمُ لَا لِلْقَرِیْنَۃِ نَحْوُ لَا عَلَیْکَ اَیْ لَا بَاْسَ عَلَیْکَ فَصْلٌ خَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّہَتَیْنِ بِلَیْسَ ہُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِہِمَا نَحْوُ مَا زَیْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَی الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَیْدٌ اَوْ زِیْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ

(بقیہ ص ۵۴) کہ اس لا کا عمل ضعیف ہے کیونکہ ان کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے لہٰذا فصل کی حالت میں عمل نہیں کر سکتا اور تکرار کی وجوب کی وجہ یہ ہے کہ جب اسم لا کا نکرہ ہوتا ہے تو اس میں گویا تکرار ہوتی ہے مثلا جب کہا لا رجل فی الدار تو گویا یوں کہا کہ لا زید فی الدار ولا عمرو ولا خالد وغیرہ کیونکہ جنس کی نفی کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے افراد کی نفی ہو پس جب کسی خاص فرد کی نفی ہوگی تو اس کے ساتھ کم از کم ایک فرد کی اور بھی نفی ہونی چاہیئے تاکہ اگر جنس کی نفی پوری نہ ہو تو کم سے کم اس کی مشابہ تو ہو جائے ۱۲ ع۵ معنف اگر اسمہا گفتے اولیٰ بودے ۱۲ ش ع۵ واسم لا نگفت زیراچہ از منصوبات علی الاطلاق نیست ۱۲ ہ۵ عطف ست بر نکرۃ مضافۃ ۲ للعہ ۵ اے مضاف ومشابہ مضاف نیا شد ص۵ فی المفرد علی الیاء فی المثنیٰ والمجموع نحو لا غلامین لک ولا مسلمین لک ۱۲ س۵ اے بین ذالک المنصوب النکرۃ ۱۲ مع۵ مثال تکریر لا با معرفہ ل۵ مثال تکرار لا با نکرہ مفصولہ ۱۲

(متعلقہ صفحہ ہذا) ۵۵ قولہ ویجوز فی المثل الیٰ قولہ لا باس علیک (ت) اور جائز ہیں مثل لا حول ولا قوۃ الا باللہ میں پانچ ترکیبیں فتح دونوں کا اور رفع دونوں کا اور فتح اول اور نصب دوم کا اور فتح

بقیہ صفحہ (ش) وجہ بھی ظاہر ہوگئی یعنی یہ کہ وہ عمل میں ضعیف ہے لہٰذا معمول اور اس کے درمیان فصل ان ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کر سکتا۔ کذا فی الہامیۃ ۱۲

ــــہ قولہ کما رأیت فی الامثلۃ الی قولہ برفع حرام (ت) جیسا کہ دیکھا تو نے دی ہوئی مثالوں میں اور یہ ما و لا کی خبر کا مسند بعد دخول ما و لا ہونا لغت اہل حجاز کا ہے بہرحال بنو تمیم پس عمل نہیں دلاتے ہیں ان دونوں کو بالکل شاعر نے بنو تمیم کی زبان میں کہا ہے شعر ومہفہف کالغصن الخ میں نے ایک پتلی کمر والے سے کہ جو مانند شاخ کے تھا ملاقات کر کے کہا کہ تو نسب بیان کر تو اس نے جواب دیا کہ عاشقوں کا قتل کرنا حرام نہیں ہے (ش) بنو تمیم کے بارے میں جو یہ کہا کہ فلا یعملونہا اصلاً اس میں اصلاً سے مراد یہ ہے کہ خواہ شرطیں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں ہر حال میں غیر عامل ٹھہراتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے مابعد مبتدا اور خبر ہے اور مصنف نے اس کی دلیل میں کہ بنو تمیم ان کو عامل نہیں مانتے یہ شعر پیش کیا ہے کیونکہ اس میں ما قتل المحب حرام کہا ہے اگر عامل ہوتا تو لفظ حرام کی میم پر الف بھی لکھا جاتا اور حراماً پڑھا جاتا اور اس شعر میں انتسب کا جواب اسی وقت درست ہوگا کہ جب یہ بات مسلم ہو کہ بنو تمیم کے نزدیک ما عامل نہیں ہوتا گویا اس لڑکے نے ضمناً یہ بتلایا کہ میں قبیلہ بنو تمیم کا ہوں اگرچہ اس نے صراحۃً لفظوں میں یہ کہا ہے کہ عاشقوں کا قتل کرنا حرام نہیں ہے اور مہفہف میں واؤ بمعنی رب ہے اور اسم مفعول ہے مہفہفہ سے کمر کے پتلے ہونے کے معنی میں اور اجاب میں ضمیر مہفہف کی طرف راجع ہے اور قتل المحب میں اضافت مصدر کی مفعول کی طرف ہے اور فاعل محذوف ہے یعنی ما قتل المحبوب المحب بحرام ۱۲

ــــہ قولہ المقصد الثالث الی قولہ مررت بزید (ت) تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں وہ اسم جو مجرور ہوتے ہیں وہ صرف مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے کہ نسبت کی گئی ہو اس کی طرف کوئی چیز بواسطہ حرف جر کے اس حال میں کہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزید (ش) مصنف نے جو یہ فرمایا کہ اسماء مجرورہ صرف مضاف الیہ میں منحصر ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کے غیر میں جو مجرور پایا جاتا ہے وہ مجرور اصلی نہیں ہے جیسے بحسبک اور کفٰی باللہ وغیرہ اور یہاں گفتگو مجرور اصلی میں ہے اور یہ جو مثالیں دی گئیں یہ مجرور کے ملحقات ہیں کلام میں اسم کا لفظ لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ غیر اسم مضاف الیہ نہیں ہوتا مگر اسم عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے یوم ینفخ فی الصور میں ینفخ حکماً اسم ہے اس لئے کہ وہ یوم النفخ فی الصور کے معنی میں ہے ۱۲

بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْأَمْثِلَةِ وَهٰذِهِ لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ أَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَلَا يَعْمَلُوْنَهَا أَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِيْ تَمِيْمٍ شِعْرٌ وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ ؛ فَأَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ بِرَفْعِ حَرَامٍ

الْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِي الْمَجْرُوْرَاتِ

الْأَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ إِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ نُسِبَ إِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيْبِ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِأَنَّهُ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ أَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهُ غُلَامٌ لِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِأَنَّهُ مُضَافٌ وَمُضَافٌ إِلَيْهِ وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ أَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهُ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُ جَاءَنِيْ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْا مِصْرٍ وَاعْلَمْ

ــــہ قولہ ویعبر عن ہذا الترکیب الی قولہ ومسلموا مصر (ت) اور تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاح میں بایں طور کہ یہ جار و مجرور ہے یا اس حال میں کہ وہ حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید کہ اسکی تقدیر غلام لزید ہے تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاح میں بایں طور کہ مضاف اور مضاف الیہ ہے اور واجب ہوتا ہے خالی کرنا مضاف کا تنوین یا اس شئے سے جو قائم ہو مقام تنوین کے اور وہ قائم مقام نون تثنیہ و نون جمع ہے جیسے جاءنی غلام زید اور غلاما زید اور مسلموا مصر آیا میرے پاس غلام زید کا اور دو غلام زید کے اور مسلمان شہر کے (ش) لفظاً اور تقدیراً یا تو اس لئے منصوب ہیں کہ کان کی خبر یا تمیز ہونے کی وجہ سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہوں یعنی حال کرن ذالک الحرف ملفوظاً او مقدراً اور مضاف کو تنوین اور اس کے قائم مقام سے خالی کرنا اس وجہ سے واجب ہے کہ تنوین کلمہ کے پورے ہو جانے کی خبر دیتی ہے اور اضافت مضاف الیہ کے ساتھ کلمہ کے پورے ہونے کو بتلاتی ہے اور یہ اجتماع متنافیین ہے اور نون تثنیہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ ص۵۶) اور نون تثنیہ وجمع تنوین کے قائم مقام ہے اور جاءنی غلام زید تنوین سے خالی کرنے کی مثال ہے اور غلاما زید نون تثنیہ سے اور مسلمو مصر نون جمع سے خالی ہے، اصل میں غلامان تھا اور مسلمو اصل میں مسلمون تھا، متعلقہ صفحہ ھٰذا ۵۱ قولہ ان الاضافۃ الی قولہ الی معمولہا (ت) اور جاننا چاہئے کہ اضافت دو قسم پر ہے ایک معنویہ دوسری لفظیہ بہرحال معنویہ پس وہ یہ ہے کہ وہ مضاف سوائے اس صفت کے جو مضاف ہو اپنے معمول کی طرف (ش) معنویہ معنی کی طرف منسوب ہے اس لئے کہ در اضافت مضاف میں ایک معنی پیدا کرتی ہے یعنی تعریف یا تخصیص اور اس کو اضافت حقیقیہ بھی کہتے ہیں اور اضافت لفظیہ لفظ کی طرف منسوب ہے یعنی وہ صرف لفظ ہی میں ثابت ہوتی ہے معنی میں کوئی فائدہ اور اثر نہیں چھوڑتی اضافت معنویہ کی تعریف یہ ہے کہ اس میں مضاف وہ صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو خواہ اس میں صیغہ صفت کا ہی نہ ہو یا ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو پہلے کی مثال غلام زید ہے اور دوسرے کی مثال مضارع مصر (پہلوان شہر کا) ۱۲ ۵۲ قولہ وہی اما بمعنی اللام الی قولہ اللفظ فقط (ت) اور وہ اضافت معنویہ یا لام کے معنی میں ہوتی ہے جیسے غلام زید یا معنی میں من کے جیسے خاتم فضۃ (انگوٹھی چاندی کی) یا معنی میں فی کے جیسے صلوۃ اللیل رات کی نماز اور اس اضافت کا فائدہ مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اضافت معرفہ کی طرف کی جائے جیسا کہ گذرا یا مضاف کو خاص کرنا ہے اگر اضافت نکرہ کی طرف کی جائے جیسے غلام رجل اور بہرحال اضافت لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ ہو مضاف صیغہ صفت جو اضافت کیا گیا ہو اپنے معمول کی طرف اور وہ اضافت (لفظیہ) انفصال (علیحدگی) کی تقدیر میں ہوتی ہے جیسے ضارب زید اور حسن الوجہ اور اس اضافت کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہو جانا ہے (ش) اضافت بمعنی لام اس جگہ ہوتی ہے کہ جہاں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے نہ ہو جیسے غلام زید میں غلام زید کی جنس سے نہیں اور اضافت بمعنی من وہاں ہوتی ہے کہ جہاں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسے خاتم فضۃ میں خاتم جنس فضہ سے ہے اور اضافت بمعنی فی اس جگہ ہوتی ہے کہ جہاں مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو جیسے صلوۃ اللیل میں مضاف الیہ یعنی لیل صلوۃ کا ظرف ہے اور اسی لئے کہ اضافت معنویہ مضاف الیہ کے معرفہ ہونے کی صورت میں مضاف کو معرفہ بنا دیتی ہے غلام زید میں غلام معرفہ ہے اور غلام لزید میں غلام معرفہ نہیں ہے اور اس کی وجہ کہ یہ اضافت تعریف مضاف کا فائدہ بخشتی ہے یہ ہے کہ اصل میں یہ اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اختصاص کا فائدہ دیتی ہے تو جیسا مضاف الیہ ہوگا ایسا ہی تعین مضاف میں پایا جائے گا اور اضافت لفظیہ تقدیر انفصال میں ہے یعنی اس اضافت کے سبب مضاف میں کوئی تغیر معنوی پیدا نہیں ہوتا بلکہ جو معنی پہلے سے تھے وہی اب بھی رہتے ہیں مثلاً ضارب زید حکم میں ضارب زیداً کے ہے اور حسن الوجہ حکم میں حسن وجہہ کے اس لحاظ سے اضافت لفظی کا فائدہ صرف یہ رہا کہ اس کی وجہ سے مضاف کی تنوین حذف ہو گئی اور کبھی تنوین کا قائم مقام مثلاً نون تثنیہ وجمع حذف ہو جاتا ہے ۵۳ قولہ واعلم انک اذا اضفت الی قولہ ودلوی وظبیی (ت) اور جاننا چاہئے کہ تو جب مضاف کرے اسم صحیح یا قائم مقام صحیح کو یاء متکلم کی طرف تو اس کے آخر کو کسرہ دیگا اور فتح دیگا جیسے غلامی اور دلوی اور ظبیی (ش) قائم مقام صحیح اور صحیح کے معنی (باقی بر صفحہ آئندہ)

۵۷

إنّ الإضافة على قسمين معنوية ولفظية أما المعنوية فهي أن يكون
المضاف غير صفة مضافة إلى معمولها وهي إما بمعنى اللام
نحو غلام زيد أو بمعنى من نحو خاتم فضة أو بمعنى في نحو صلوة
الليل وفائدة هذه الإضافة تعريف المضاف إن أضيف
إلى معرفة كما مرّ أو تخصيصه إن أضيف إلى نكرة كغلام رجل
وأما اللفظية فهي أن يكون المضاف صفة مضافة إلى
معمولها وهي في تقدير الانفصال نحو ضارب زيد وحسن
الوجه وفائدتها تخفيف في اللفظ فقط واعلم أنك إذا أضفت
الاسم الصحيح أو الجاري مجرى الصحيح إلى ياء المتكلم كسرت
آخره وأسكنت الياء أو فتحتها كغلامي ودلوي وظبيي

(بقیہ صد ۵۷) اور صحیح کے معنی تو اس کتاب میں جو اعراب اسم کے بیان میں ہیں پچھے ہو اور ایسے اسم کو یاء متکلم کی طرف مضاف کرنے کی صورت میں کسرہ تو اس وجہ سے پڑھتے ہیں کہ وہ یاء کے مناسب ہے اور یاء کو ساکن کرنا تخفیف کی وجہ سے ہے اور فتحہ اس وجہ سے کہ ایک حرف والے کلمہ میں اصل یہ ہے کہ وہ متحرک ہو تاکہ ابتداء بسکون لازم نہ آئے اور اصل حرکات بنائیہ میں فتح ہے کیونکہ وہ خفیف ہے مگر چونکہ مصنف نے سکون کو پہلے بیان کیا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ انکے نزدیک افضل سکون ہی ہے ۱۲

عہ لے ثابتۃ فی اللفظ دون المعنی ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا)

وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تَثْبُتُ كَعَصَايَ وَرَحَايَ خِلَافًا لِلْهُذَيْلِ كَعَصَيَّ وَرَحَيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ يَاءً مَكْسُوْرًا مَا قَبْلَهَا اُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِيْ قَاضِيْ قَاضِيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَا قَبْلَهَا قُلِبَتْهَا يَاءً وَعُمِلَتْ كَمَا عُمِلَتِ الْاٰنَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ مُسْلِمِيَّ وَفِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَبِيْ وَاَخِيْ وَحَمِيْ وَهَنِيْ وَفِيْ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ شِعْرٌ

اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ ۞ شَاذٌّ

لے وان کان آخر الاسم الخ اور اگر ہو آخیر اسم کا الف تو وہ ثابت رکھا جائے گا جیسے عصای ورحای بخلاف ہذیل کا جیسے عصی ورحی اور اگر ہو آخیر حرف اسم کا یاء جس کا ماقبل مکسور ہو تو ادغام کرے گا یاء کا یاء میں اور فتحہ دیگا تو دوسری یاء کو تاکہ نہ ملاقات کریں دو ساکن کہے گا تو قاضی میں قاضی اور اگر ہو آخیر حرف اسم کا واؤ کہ ماقبل مضموم ہو تو بدل دیگا تو اس واؤ کو یاء سے اور عمل کرے گا تو جیسا کہ عمل کیا تو نے ابھی یعنی کہے گا تو جاءنی مسلمی اور چھیوں اسماء میں در انحالیکہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف کہے گا تو ابی اور اخی اور حمی اور ہنی اور فی اکثر نحویوں کے نزدیک۔ اور فمی ایک گروہ کے نزدیک

(ش) وان کان آخر الاسم الفا الخ کی عبارت بعض شارحوں نے نہیں لی اس سے معلوم ہوتا ہے بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے اور ہذیل جو عصی اور رحی پڑھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ الف کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیتے ہیں اور جب قاضی یا اس کی مانند کسی اور کلمہ کو یاء متکلم کی مضاف کرتے ہیں تو اس کی یاء محذوفہ پھر لوٹ آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قاض کو مضاف کریں گے تو تنوین مضاف سے ضرور دور ہوگی اور جب تنوین دور ہوگئی تو اب یاء ساکن اور تنوین میں جو التقاء ساکنین تھا اور اسکی وجہ سے یاء کو حذف کرنا پڑا تھا وہ جاتا رہا لہذا پھر یاء کا عود کر آنا ضروری ہوا اس لئے اس یاء کو مضاف والی یاء میں ادغام کیا اور ثانی یاء کو متحرک کر دیا اور یہ جو کہا کہ جیسا ابھی عمل کیا ویسا عمل کرے گا اس سے مراد بھی یہی ہے کہ یاء کو یاء میں ادغام کرنا ہوگا اور پھر یاء ثانی کو فتحہ دینا ہوگا اور واؤ کو یاء سے بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ جب واؤ اور یاء جمع ہوں اور پہلا ساکن ہو تو واؤ کو یاء کرکے یاء کو یاء میں ادغام کرنے کا قاعدہ ہے اور اسماء ستہ میں سے اول کے چار اسموں کو یاء متکلم کی طرف مضاف کرتے ہیں تو ان کا اخیر حرف جو حذف ہو چکا ہے واپس نہیں کیا جاتا مثلاً ابی اور اخی اور حمی اور ہنی گویا حذف شدہ حرف کو نسیا منسیا کر دیتے ہیں جس طرح یدی اور دمی میں کر دیتے ہیں اور لفظ فو کو جب مضاف کرتے ہیں تو فی اکثر نحوی پڑھتے ہیں یعنی فو کے واؤ کو پہلے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیتے ہیں اور بعض لوگ فمی پڑھتے ہیں یعنی واؤ کو میم سے بدل کر۔ عہ۵۳ وذو لا یضاف الی قولہ شاذ (ت) اور کلمہ ذو مضاف نہیں کیا جاتا ضمیر کی طرف بالکل اور قول قائل کا انما یعرف الخ شاذ ہے یعنی سوائے اس کے نہیں کہ پہچانتے ہیں بزرگی والوں کو لوگوں میں سے بزرگی والے (ش) کلمہ ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذو کو اسی واسطے وضع کیا گیا ہے کہ اگر کسی اسم جنس کو کسی اسم کی صفت قرار دینا ہو تو اس لفظ (ذو) کے ذریعہ صفت بنا دیا جائے جیسے رجل کی صفت مال بنانا چاہیں تو مال پر ذو داخل کریں گے اور ضمیر اسم جنس ہے نہیں اور نہ وہ کسی کی صفت واقع ہوتی ہے البتہ اس ایک شعر میں فرور ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہو رہی ہے اس لئے کہا کہ یہ شاذ ہے اور اس شعر کا ترجمہ فارسی کا یہ مصرع ہے ف قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری۔ عہ۵۶ سواء وجدت للتثنیۃ او للجمع ابقیہا ۱۲ عہ۵۵ اے فی یاء المتکلم لاجتماع المثلین ۱۲ لہ۵۰ جز ایں نیست کہ شناسد صاحب بزرگی را ۱۲

وإذا قطعت هذه الأسماء عن الإضافة قلت أخٌ وأبٌ وحمٌ وهنٌ وفمٌ وذو لا يقطع عن الإضافة البتة هذا كله بتقدير حرف الجر أما ما يذكر فيه حرف الجر (أي الاسم المجرور) لفظا فسيأتيك في القسم (أي بحث الحرف ۱۲) الثالث إن شاء الله تعالى

الخاتمة في التوابع اعلم أن التي مرت من الأسماء المعربة كان إعرابها بالأصالة بأن دخلتها العوامل من المرفوعات و المنصوبات و المجرورات (لا بالتبعية ۱۲) فقد يكون إعراب الاسم بتبعية ما قبله و يسمى التابع لأنه يتبع ما قبله في الإعراب (من النصب والرفع والجر) وهو كل ثان معرب بإعراب سابقه من جهة واحدة والتوابع خمسة أقسام النعت والعطف بالحروف والتأكيد والبدل وعطف البيان

لـہ قولہ واذا قطعت الی قولہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ت) اور جب تو ان چھوؤں اسموں کو اضافت سے جدا کرے تو کہیگا تو اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ اور ہَنٌ اور فَمٌ اور لفظ ذو اضافت سے کبھی علیحدہ نہیں کیا جاتا یہ سب بیان تقدیر حرف جر والی اضافت کا ہے بہرحال وہ اضافت کہ ذکر کر دیا جائے اس میں حرف جر لفظا پس قریب ہے کہ آجائے گا تیرے پاس تیسری قسم میں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا (ش) چونکہ اسماء ستہ کا یہاں ذکر آیا تھا اس لئے تبعا یہ بھی بتلا دیا کہ جب ان کا استعمال اضافت سے الگ کر کے ہو تو اس طرح ہوگا اگرچہ عدم اضافت کا بیان اصولاً یہاں غیر مناسب ہے اور تیسری قسم سے مراد حرف کی بحث ہے اور جس طرح اضافت معنویہ میں یہ بتلایا تھا کہ کبھی تمیں لام مقدر رہتا ہے اور کبھی مِن اور کبھی فی اس طرح اضافت لفظیہ میں نہیں بیان کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اضافت لفظیہ میں ان ہی تین قسموں کے اندر انحصار نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ اور حروف بھی مقدر ہوتے ہیں۔ تہ قولہ الخاتمۃ فی التوابع الی قولہ من جہۃ واحدۃ (ت) خاتمہ توابع کے بیان میں جان تو بیشک تحقیق وہ اسماء معربہ جو گذر گئے تھے اعراب ان کا بالاصالۃ یعنی طریقہ سے تھا بایں طور کہ ان پر خود عوامل داخل ہوتے تھے یعنی مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے اور کبھی ہوتا ہے اعراب اسم کا اپنے ماقبل کے تابع ہو کر اور نام رکھا جاتا ہے وہ اسم تابع اس وجہ سے کہ وہ تابع ہوتا ہے اپنے ماقبل کا اعراب میں اور وہ تابع ہر دوسرا ہے کہ اعراب دیا گیا ہو اپنے سابق (کلمہ) کے اعراب کے مطابق ایک ہی سبب سے (ش) عبارت مذکورہ میں بان دخلتها اعراب بالاصالۃ کے معنی ہیں اور عوامل سے مراد عامل رافع اور ناصب اور جار ہیں اور من المرفوعات الخ اسماء کا بیان ہے اور فقد یکون میں فاء تفسیریہ ہے اور یا جواب ہے شرط محذوف کا یعنی اذا کان ذلک منقول قد یکون الخ اور ما قبل کے تابع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ اسم مرفوع تھا تو اس کا اعراب رفع ہوگا اور اگر وہ منصوب تھا تو اس کا اعراب نصب ہوگا اور اگر وہ مجرور تھا تو اس کا اعراب جر ہوگا اور ثان میں لفظ کل حصر کے لئے نہیں ہے ورنہ دوسری نعت اور تیسری نعت توابع سے خارج ہو جائے گی بلکہ یا تو اکثر کے اعتبار سے کہہ دیا ثانی سے مراد غیر ہے اور معرب باعراب سابقہ کہنے سے ان اور ان کی خبر تابع سے خارج ہوگئی کیونکہ وہ اگرچہ ثانی ہوتی ہے اس لئے کہ اول کان اور ان کا اسم ہوتا ہے مگر معرب باعراب سابق نہیں ہوتی اور جب کہا من جہۃ واحدۃ تو مبتدأ کی خبر نکل گئی اور باب علمت اور اعلمت کا مفعول دوم و سوم نکل گیا کیونکہ یہ سب اگرچہ ثانی ہیں اور معرب باعراب سابق بھی ہیں مگر من جہۃ واحدۃ نہیں ہیں اس لئے کہ خبر تو خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور مفعول دوم و سوم مفعول دوم و سوم ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور تابع کا اعراب بھی سابق کے مطابق ہوتا ہے اور اس کا سبب بھی وہی ہوتا ہے جو سابق کا ہے جیسا کہ مثلاً جاءنی رجل عالم میں رجل کا مرفوع ہونے کا جو سبب ہے یعنی فاعلیت وہی سبب عالم کا مرفوع ہونے کا ہے کیونکہ رجل کی طرح عالم بھی فاعل ہے۔ ۱۲ سہ قولہ والتوابع خمسۃ اقسام الی قولہ عطف البیان (ت) اور توابع پانچ قسم پر ہیں نعت اور عطف بحروف اور تاکید اور بدل اور عطف بیان (ش) توابع کے پانچ قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تابع خالی نہیں یا وہ پہلے حکم کو تقویت دینے والا ہوگا یا نہیں اول تاکید ہے اور دوم خالی نہیں یا اپنے حکم کے لئے مبین ہوگا یا نہیں اول پھر خالی نہیں مشتق ہوگا یا نہیں اگر مشتق ہوگا تو وہ نعت ہے اور اگر غیر مشتق ہوگا تو وہ عطف بیان دوم بھی خالی نہیں یا بواسطہ کسی حرف کے ہوگا یا نہیں اول عطف بالحرف ہے دوم بدل ۱۲ ع لہ ما بینہما من قسم الاضافۃ المعنویۃ واللفظیۃ ۱۲ ، ربعہ عمدان الرافع والناصب والجار ۱۲ ، عدہ لہ التابع فی اصطلاح النحاۃ ۱۲

اور زید العالم آیا میرے پاس زید جاننے والا اور امرأۃ عالمۃ اور آئی میرے پاس ایک عورت جاننے والی اور دوسری قسم اس کے سوا نہیں کہ تابع ہوتی ہے اپنے متبوع کے صرف اول کی پانچ چیزوں میں مراد لیتا ہوں میں اعراب اور تعریف اور تنکیر کو (ش) اور نعت کی تعریف میں جب یہ کہا کہ علی معنی فی متبوعہ تو اس سے تاکید کے ماسوا سب توابع خارج ہو گئے لیکن تاکید باقی رہی اس لئے اگر اس میں مطلقا کا لفظ مصنفؒ نے اور زیادہ کر دیتے جس طرح صاحب کافیہ نے کیا ہے تو اس سے تاکید بھی خارج ہو جاتی کیونکہ مطلقاً کے معنی یہ ہیں کہ اس میں قید حال نسبت کی نہیں ہے یعنی نعت متبوع کے جس معنی پر دلالت کرتی ہو اس کے لئے یہ قید نہیں کہ وہ معنی وہی ہوں جو وقت نسبت متبوع میں پائے جائیں بلکہ وہ وقت نسبت کے علاوہ بھی پائے جاسکتے ہیں برخلاف تاکید کے کہ اس میں یہ قید ہے کہ وہ معنی ایسے ہوں کہ نسبت کے علاوہ اور وقت متبوع میں نہ پائے جائیں یعنی شمول اور اجتماع کذا فی شرح الکافیہ ۱۲ ہم جن دس چیزوں میں مطابق ہوتی ہے ان میں سے تین تو اعراب میں آگئیں رفع نصب جر اور باقی سات مذکور ہیں کل دس ہوئیں اور اس کی وجہ کہ نعت کی قسم اول ان دس چیزوں میں کیوں مطابق ہوتی ہے یہ ہے کہ یہ نعت منعوت کے ساتھ مصداق میں متحد ہیں لیکن مثال میں وجود منجملہ ان دس کے چار کا ہوتا ہے اعراب میں سے ایک اور تعریف و تنکیر میں سے ایک اور افراد و تثنیہ و جمع میں سے ایک اور تذکیر و تانیث میں سے ایک اور نعت کی دوسری قسم منعوت کے ساتھ پانچ چیزوں میں تابع نہیں ہوتی یعنی افراد تثنیہ و جمع تذکیر و تانیث بلکہ ان میں اس کا حکم فعل کی طرح ہے کہ جب اس کا اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو تو فعل کا مفرد لانا واجب ہے تثنیہ جمع نہیں لاسکتے ایسے ہی صفت کا حکم ہوگا کیونکہ وہ فعل کی جگہ آتی اور اسی کا سا عمل کرتے ہیں اور جس طرح فعل کا اسناد جب اسم ظاہر کی طرف ہو تو اگر وہ مونث حقیقی ہو تو فعل کو مونث لانا اور مذکر ہو تو مذکر لانا واجب ہوتا ہے اور مونث غیر حقیقی ہو تو مونث لانا جائز ہوتا ہے یہی حال نعت کا ہے لہذا نعت کی دوسری قسم صرف اول کی پانچ چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے مگر ہر مثال میں ان پانچ میں سے صرف دو موجود ہوں گی چنانچہ رفع نصب جر میں سے ایک اور تعریف و تنکیر میں سے ایک نعت کو باقی توابع سے پہلے اسلئے لائے کہ بہ نسبت دوسرے توابع کے نعت اپنے متبوع کے تابعداری میں بہت سخت اور کثیر الاستعمال اور کثیر الفوائد اور کثیر البیان ہے ۱۲

فصل[1] النعت تابع یدل علی معنی فی متبوعہ نحو جاءنی رجل عالم او فی متعلق متبوعہ نحو جاءنی رجل عالم ابوہ ویسمی صفۃ ایضا والقسم الاول یتبع متبوعہ فی عشرۃ اشیاء فی الاعراب والتعریف والتنکیر والافراد والتثنیۃ والجمع والتذکیر والتانیث نحو جاءنی رجل عالم ورجلان عالمان ورجال عالمون وزید العالم وامرأۃ عالمۃ والقسم الثانی انما یتبع متبوعہ فی الخمسۃ الاول فقط اعنی الاعراب والتعریف والتنکیر کقولہ[2] تعالی من ہذہ القریۃ الظالم اھلھا وفائدۃ النعت تخصیص

[1] قولہ فصل النعت تابع الی قولہ والتعریف والتنکیر (ت) فصل نعت ایک تابع ہے کہ دلالت کرتا ہے ایک معنی پر جو اس کے متبوع میں ثابت ہیں جیسے جاءنی رجل عالم آیا میرے پاس ایک مرد جو عالم تھا یا اس کے متبوع کے متعلق میں ثابت ہیں جیسے جاءنی رجل عالم ابوہ آیا میرے پاس ایک مرد کہ جاننے والا ہے اس کا باپ اور نام رکھی جاتی ہے نعت صفت بھی اور پہلی قسم تابع ہوتی ہے اپنے متبوع کو دس چیزوں میں اعراب میں اور معرفہ اور نکرہ ہونے میں اور مفرد اور تثنیہ اور جمع ہونے میں اور مذکر اور مونث ہونے میں جیسے جاءنی رجل عالم آیا میرے پاس ایک مرد جاننے والا اور رجلان عالمان اور دو مرد جاننے والے اور رجال عالمون اور بہت سے مرد جاننے والے

[2] قولہ کقولہ تعالی من ہذہ القریۃ الی قولہ نفخۃ واحدۃ (ت) جیسے اللہ تعالی کا فرمان من ہذہ الخ اس گاؤں سے کہ ظالم ہیں اہل اس کے اور فائدہ نعت کا خاص کرنا منعوت کو ہوتا ہے اگر ہوں دونوں نکرے جیسے جاءنی رجل عالم اور واضح کرنا منعوت کا اگر ہوں دونوں معرفے جیسے جاءنی زید الفاضل آیا میرے پاس زید جو فاضل ہے اور کبھی ہوتی ہے نعت محض ثنا اور مدح کے لئے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور کبھی ہوتی مذمت کے لئے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پناہ مانگتا ہوں میں شیطان راندہ درگاہ سے اور کبھی ہوتی ہے تاکید کے لئے جیسے نفخۃ واحدۃ ایک بار پھونکنا (ش) نحویوں کی اصطلاح میں تخصیص کے معنی نکرہ کے اندر شرکت کم کر دینے کے ہیں اور توضیح کے معنی معرفوں میں احتمال دور کرنے کے ہیں تخصیص کی مثال رجل عالم ہے کہ رجل میں جتنے شریک (باقی بر صفحہ آئندہ)

منعوت اس نعت کے ساتھ مخاطب کو معلوم ہو کیونکہ جب مخاطب کو معلوم نہ ہوگا تو وہ نعت ثنا اور توضیح کے لئے ہوگی اور نعت تاکید کے لئے اس وقت ہوتی ہے کہ جب نعت اور منعوت دونوں کا مدلول (معنی) ایک ہو جیسے نفخۃ واحدۃ میں نفخہ کے معنی بھی ایک بار کے اور واحدۃ کے معنی میں بھی اور ان کے علاوہ اور اغراض کے لئے بھی نعت آتی ہے مثلاً تعمیم کے لئے جیسے کان ذالک فی یوم من الایام اور کبھی ترحم کے لئے جیسے ان زیداً الفقیر اور کبھی کشف ماہیت کے لئے جیسے الجسم الطویل العریض العمیق ۱۲ ع۵ غیر منصرف بسبب الف ممدودہ کہ قائم مقام دو سبب است ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) ۵ قولہ واعلم ان النکرۃ توصف الی قولہ ولا یوصف بہ (ت)

٦١

المنعوت ان كانا نكرتين نحو جاءني رجلٌ عالمٌ وتوضيحٌ ان
كانا معرفتين نحو جاءني زيدٌ الفاضلُ وقد يكون لمجرد
الثناء والمدح نحو بسم الله الرحمن الرحيم وقد يكون للذم
نحو اعوذ بالله من الشيطان الرجيم وقد يكون للتاكيد
نحو نفخةٌ واحدةٌ واعلم انّ النكرة توصف بالجملة الخبرية
نحو مررتُ برجلٍ ابوه عالمٌ او قام ابوه والمضمر لا
يوصف ولا يوصف به فصل العطف بالحروف
تابعٌ ينسب اليه ما نسب الى متبوعه وكلاهما
مقصودان بتلك النسبة ويسمى عطف النسق

(بقیہ صفحہ) وہ عالم کہنے سے کم ہوگئے اور توضیح کی مثال زید الفاضل ہے کہ صرف زید فاضل اور غیر فاضل دونوں کا احتمال رکھتا تھا لیکن الفاضل کہنے سے غیر فاضل کا احتمال جاتا رہا اور نعت محض ثنا اور مدح کے لئے اس وقت ہوتی ہے کہ جب

اور جاننا چاہئے کہ نکرہ صفت لایا جاتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مررت برجل الخ گذرا میں اس مرد کے ساتھ کہ اس کا باپ عالم ہے یا کھڑا ہے اس کا باپ اور ضمیر نہ صفت لائی جاتی ہے کسی شئے کے ساتھ اور نہ اس کے ساتھ کوئی چیز صفت لائی جاتی ہے (ش) جب جملہ نکرہ کی صفت ہوتا ہے تو جملہ میں ایک ضمیر کا پایا جانا ضروری ہے کہ جس کا مرجع نکرہ ہو اور جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں ایک اسمیہ اس کی مثال ابوہ عالم ہے اور دوسری جملہ فعلیہ اس کی مثال قام ابوہ ہے اور جملہ کو خبریہ کے ساتھ مقید کرکے جملہ انشائیہ خارج کر دیا کیونکہ وہ نعت واقع نہیں ہوتا اور اگر کہیں واقع ہوتا ہے تو اس میں تاویل کرنی پڑتی ہے اور نکرہ کی قید لگا کر معرفہ کو نکال دیا کیونکہ جملہ خبریہ معرفہ کی صفت واقع نہیں ہوتا کیونکہ جملہ خبریہ نکرہ کی حکم میں ہے اور ضمیر کسی چیز کے ساتھ صفت نہیں لائی جاتی یعنی وہ موصوف نہیں ہوتی اور نہ اس کے ساتھ کوئی چیز صفت لائی جاتی ہے یعنی وہ صفت بھی واقع نہیں ہوتی۔ موصوف تو اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ معرفہ میں صفت کا فائدہ توضیح ہے اور ضمیر متکلم اور مخاطب تو اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے محتاج توضیح ہی نہیں ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی اور ضمیر غائب کو متکلم پر محمول کر لیا ہے۔ اور صفت اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ موصوف ہمیشہ یا صفت سے اعرف ہوتا ہے یا اس کے مساوی اور کوئی معرفہ ضمیر کی برابر اعرف نہیں زائد تو بھلا کیا ہوتا ۱۲ عـه قولہ فصل العطف بالحروف الی قولہ عطف النسق (ت) فصل عطف بالحروف

ایک تابع ہوتا ہے کہ نسبت کی جائے اس کی طرف وہ چیز کہ نسبت کی گئی ہو وہ چیز اس کے متبوع کی طرف اور وہ دونوں مقصود ہوتے ہیں اس نسبت کے ساتھ اور نام رکھا جاتا ہے وہ عطف عطف نسق (ش) عطف کے لغوی معنی موڑنے اور مائل کرنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی مابعد حرف عطف کو ماقبل کی طرف مائل کیا جاتا ہے اس لئے اس کا نام عطف رکھا اور اس کی تعریف میں لفظ تابع بمنزلہ جنس کے ہے اور جب کہا کلاہما مقصودان بتلک النسبۃ تو اس سے باقی سب توابع نکل گئے کیونکہ اگر بدل ہے تو وہ خود مقصود ہوتا ہے نہ اس کا متبوع اور اگر غیر بدل ہو تو وہاں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ زید عالم و عاقل میں عاقل پر عطف کی تعریف صادق نہیں آتی ہے اس لئے کہ اس پر یہ صادق نہیں کہ اسکی طرف وہ چیز نسبت کی گئی ہو کہ جو چیز اسکی متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ذکر حروف عطف کا تیسری قسم میں اگر چاہا خدائے تعالیٰ نے جیسے قام زید وعمرو۔ اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو واجب ہے تاکید اس ضمیر کی ضمیر منفصل کے ساتھ جیسے ضربت انا وزید مارا میں نے اور زید نے (ش) قام زید وعمرو میں عمرو معطوف بحرف ہے کیونکہ یہ ایک تابع ہے کہ اس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہے کہ جس کی نسبت زید کی طرف کی گئی ہے یعنی قیام۔ اور دونوں نسبت سے مقصود بھی ہیں اور اس کی وجہ کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف بغیر تاکید کے درست نہیں یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل بمنزلہ جز فعل کے ہے اور معطوف اسم مستقل ہے اور مستقل قوی ہوتا ہے اور غیر مستقل ضعیف پس اگر ضمیر متصل پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو قوی کا عطف ضعیف پر لازم آئیگا

وشرطه ان يكون بينه وبين متبوعه احد حروف العطف وسياتي ذكرها في القسم الثالث ان شاء الله تعالى نحو قام زيد وعمرو واذا عطف على الضمير المرفوع المتصل يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربت انا وزيد الا اذا فصل نحو ضربت اليوم وزيد واذا عطف على الضمير المجرور يجب اعادة حرف الجر نحو مررت بك وبزيد

اور یہ مستلزم ہے متبوع کا مرتبہ تابع سے گھٹ جانے کو اور تابع کے متبوع سے بڑھ جانے کو جو امر قبیح ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے متصل کی تاکید منفصل ضمیر کے ساتھ لائی جائے پھر اس پر عطف کیا جائے تاکہ جزو کلمہ پر عطف لازم آئے اور تابع متبوع سے نہ بڑھے اور ضمیر مرفوع کی قید سے منصوب اور مجرور خارج ہوگئی کیونکہ ان پر عطف بغیر تاکید کے درست ہے جیسے ضربتک وزیدا ومررت بک وبزید اور مرفوع کو متصل کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ اگر منفصل ہوگی تو اس پر عطف بلا تاکید درست ہوگا جیسے انا وزید ذاہبان اور مصنف رحمہ نے جو یہ کہا کہ واجب ہے تاکید اس کی ضمیر منفصل کے ساتھ یہی وجوب مذہب ابن حاجب کا ہے اور بصری نحوی اس کو مستحسن کہتے ہیں لیکن بغیر تاکید اور بغیر فاصلہ کے عطف کو جائز کہتے ہیں اگرچہ قبیح بتلاتے ہیں اور کوفی نحوی بلا قبح کے جائز کہتے ہیں۔

سے قولہ الا اذا فصل الی قولہ مررت بک وبزید (ت) مگر جب فاصلہ لایا جائے جیسے ضربت الیوم وزید مارا میں نے آج اور زید نے اور جب عطف کیا جائے ضمیر مجرور پر تو واجب ہوتا ہے لوٹانا حرف جر کا جیسے مررت بک وبزید گذرا میں تجھ پر اور زید پر (ش) اور مصنف رحمہ کا قول الا اذا فصل یہ استثناء مفرغ ہے یعنی واجب ہے تاکید لانا تمام اوقات میں مگر وقت وقوع فصل کے الخ اور فاصلہ کی صورت میں ترک تاکید اس لئے درست ہے کہ معطوف میں بوجہ بعد کے دوری آگئی اور اس لئے متبوع سے تابع کا بڑھ جانا نہ لازم آیا اور صورت فصل میں جس طرح تاکید واجب نہیں ایسے ہی ناجائز بھی نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے فکبکبوا فیہا ہم والغاوون اور فصل عام ہے خواہ حرف عطف کے قبل ہو یا بعد اور ضمیر مجرور متصل پر عطف کرنے کی صورت میں لوٹانا حرف جر کا اسی لئے ضروری ہے کہ تاکہ جزو کلمہ پر عطف نہ لازم آوے اس وجہ سے کہ ضمیر مجرور حرف جر کی جزو کی مثل ہے بصری نحوی صرف حالت مجبوری میں اس اعادہ کے ترک کو جائز کہتے ہیں اور کوفی ہر حالت میں جائز کہتے ہیں اور بعض نحویوں سے منقول ہے کہ اگر مجرور متصل ضمیر کی تاکید اسم ظاہر کے ساتھ لے آئے تو بھی عطف جائز ہے جیسے مررت بک نفسک وبزید ۱۲

(بقیہ ص ٦١) اس لئے کہ اس مثال میں نہ عالم منسوب الیہ ہے اور نہ عامل بلکہ دونوں کے دونوں منسوب اور مسند ہیں تو ان کی نسبت دوسری شئے کی طرف کی گئی ہے کسی اور شئی کی نسبت ان کی طرف نہیں کی گئی تو جواب یہ ہے کہ عبارت مصنف میں کچھ حذف ہے اور وہ یہ کہ او ینسب الی شئی نسب الیہ متبوعہ یعنی یا یہ بات ہو کہ اس کی نسبت بھی اس شئے کی طرف کیگئی ہو کہ جس کی طرف اس کی متبوع کی کی گئی ہے چنانچہ عالم کی نسبت مثال مذکور میں زید کی طرف کی گئی ہے اور عامل کی بھی اسی کی طرف کی گئی ہے اور عطف نسق اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نسق کے معنی طریقہ کے آتے ہیں تو چونکہ یہ دونوں معطوف اور معطوف علیہ ایک طریقہ پر ہیں اس لئے اس کا نام عطف نسق رکھا یا نسق کے معنی ترتیب کے لئے جائیں اور اسی عطف میں ترتیب بھی ہوتی ہے جبکہ فا یا ثم کے ساتھ عطف کیا جائے اور نام کے لئے ادنیٰ مناسبت کافی ہوتی ہے ۱۲ ع ہ اذا اول الموصوف علی معنی ذالک الوصف بالتضمن ۱۲ غایۃ

(متعلقہ صفحہ ھذا) سلہ قولہ وشرطہ ان یکون الی قولہ ضربت انا وزید (ت) اور شرط عطف بالحرف کی یہ ہے کہ ہو اس کے درمیان اور اس کے متبوع کے درمیان ایک حرف حروف عطف میں سے اور عنقریب آجائیگا

چیزیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں معطوف کا حکم معطوف علیہ کی مثل نہیں ہے جیسے بناء (مبنی ہونا) مثلاً لا رجل و زیداً اس میں زید معطوف علیہ اور رجل معطوف ہے حالانکہ رجل مبنی اور زید معرب ہے کیونکہ مبنی ہونا یہاں رجل کے ساتھ اسم لا نکرہ ہونے کی وجہ سے مخصوص ہے جو زید میں معرفہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے ۱۲ **۵۲** والضابطۃ فیہ انہ حیث الی قولہ وحیث لا فلا (ت) اور قاعدہ کلیہ اس عطف کے بارہ میں یہ ہے کہ جس جگہ جائز ہوگا یہ کہ قائم کیا جا سکے معطوف معطوف علیہ کی جگہ تو جائز ہوگا عطف اور جس جگہ جائز نہ ہوگا وہاں عطف بھی جائز نہ ہوگا (ش) فیہ انہ میں ان کا اسم ضمیر منصوب ضمیر شان ہے اور والضابطۃ فیہ کی ضمیر کا مرجع عطف ہے اور جہاں معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کر سکیں وہاں عطف کے جائز ہونے

۶۳

واعلم ان المعطوف فی حکم المعطوف علیہ اعنی اذا کان الاول صفۃ لشیئ او خبرا او صلۃ او حالا فالثانی
مثل زید عاقل و عالم، مثل قام الذی صلی و صام، مثل جاءنی زید مشدودا و مضروبا
کذلک ایضا والضابطۃ فیہ انہ حیث یجوز ان یقام
یعنی قاعدہ کلیہ، ای فی العطف،
المعطوف مقام المعطوف علیہ جاز العطف وحیث
لا فلا والعطف علی معمولی عاملین مختلفین جائز ان
لا یجوز العطف،
کان المعطوف علیہ مجرورا مقدما والمعطوف کذلک
نحو فی الدار زید والحجرۃ عمرو وفی ہذہ المسئلۃ
مذہبان آخران وہما ان یجوز مطلقا عند الفراء

سلہ قولہ واعلم ان المعطوف الی قولہ کذلک ایضا (ت) اور جاننا چاہئے کہ معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے یعنی جب ہو معطوف علیہ صفت کسی شئے کی یا خبر کسی کلمہ کی یا صلہ یا حال تو ثانی معطوف بھی ایسا ہی ہوگا (ش) کلام مصنف میں اول سے مراد معطوف علیہ ہے اور صفت کی مثال جاءنی زید العالم والشاعر ہے اور خبر کی مثال زید عاقل و شاعر ہے اور صلہ کی مثال قام الذی صلی و صام ہے اور حال کی مثال تعمد زید مشدودا و مضروبا ہے ایسے ہی اگر کسی جگہ معطوف علیہ میں کسی وجہ سے ضمیر کا ہونا واجب ہو تو معطوف میں بھی واجب ہوگا جیسے زید ابوہ قائم و غلامہ راکب وغیرہ مگر بعض

کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک چیز دوسری چیز کے قائم مقام ہو سکے تو وہ چیز اس کا حکم بھی لے لیگی جیسے مفعول ما لم یسم فاعلہ فاعل کے قائم مقام ہے تو وہ اس کا حکم بھی لے لیتا ہے اور جہاں قائم مقام ہونا جائز نہیں وہاں عطف بھی جائز نہیں مثلاً ما زید بقائم اور قاعد ولا ذاہب عمرو میں ذاہب کو مرفوع پڑھنا اس بناء پر کہ وہ خبر ہے مبتدا مؤخر یعنی عمرو کی واجب ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر ہے اس وجہ سے کہ اگر ذاہب کو منصوب یا مجرور پڑھیں گے تو اس کا عطف قائم پر ہوگا لہذا وہ قائم کی طرح زید کی خبر ہوگا اور تقدیر کلام کی یہ ہوگی کہ ما زید ذاہبا عمرو اور یہ ترکیب منع ہے اس وجہ سے کہ اس وقت ذاہب ضمیر سے خالی ہوگا اور حال یہ ہے کہ خبر میں ایک ضمیر کا پایا جانا جو اسم ما کی طرف لوٹتی ہو ضروری ہے اور ضمیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا فاعل ظاہر یعنی عمرو موجود ہے اور جب اس میں ضمیر نہ ہوئی تو یہ قائم کے قائم مقام نہیں رکھا جا سکتا لہذا عطف بھی ناجائز ہوا **۵۳** والعطف علی معمولی الی قولہ عند سیبویہ (ت) اور عطف کرنا دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر جائز ہے اگر ہو معطوف علیہ مجرور مقدم اور معطوف بھی ایسا ہی ہو جیسے فی الدار زید والحجرۃ عمرو اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ کہ جائز ہے ہر حال میں فراء کے نزدیک اور ناجائز ہے ہر حال میں سیبویہ کے نزدیک (ش) اور مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کرنا جو تو اس کی جوازکی شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ میں جو حصہ مجرور ہے وہ غیر مجرور سے پہلے ہو ایسے ہی معطوف میں بھی جو مجرور ہے وہ غیر مجرور سے مقدم ہو چنانچہ

مثال مذکور میں دار اور زید دو معمول ہیں جن کے عامل الگ الگ ہیں دار کا عامل کلمہ فی اور زید کا عامل ابتداء ہے پھر الحجرۃ کا عطف دار پر اور عمرو کا زید پر مقصود ہو تو یہ عطف جائز ہے کیونکہ مجرور کے مقدم ہونے کی شرط پائی جاتی ہے اس لئے کہ معطوف علیہ میں بھی مجرور مرفوع سے مقدم ہے اور معطوف کے جانب میں بھی مجرور یعنی الحجرۃ مرفوع یعنی عمرو سے مقدم ہے اور اس شرط کے ساتھ عطف کے جائز ہونے کی وجہ صرف عربیوں سے سننا ہے چنانچہ شعراء کے کلام میں اس طرح پر عطف پایا گیا ہے اور فراء جو اس عطف کو ہر حال میں جائز کہتے ہیں خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو اس کی وجہ ایک عامل کے دو معمولوں پر قیاس کرنا ہے کہ جیسی طرح ان دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف بلا شرط درست ہے اسی طرح یہ بھی درست ہے مثلاً ان زیدا فی الدار و عمرو فی الحجرۃ اور سیبویہ جو اس عطف کو ہر حال میں ناجائز کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حرف عطف سے دو عطف کا کام نہیں لے سکتے (باقی برصفحہ آئندہ)

سله قوله فصل التاكيد تابع يدل الى قوله لكل فرد من افراد المتبوع (ت) تاکید ایک تابع ہے جو دلالت کرتا ہے متبوع کے مقرر (مضبوط اور ثابت) کرنے پر اس چیز میں کہ جس کی نسبت اس متبوع کی طرف کی گئی ہے یا دلالت کرتا ہے حکم کے شامل ہونے پر ہر فرد کو افراد متبوع سے (ش) تعریف میں لفظ تابع بمنزلہ جنس کے ہے اور یدل علی تقریر المتبوع فصل ہے کہ اس سے عطف بالحرف اور بدل دونوں خارج ہو گئے کیونکہ یہ دونوں تقریر پر دلالت نہیں کرتے اور فیما نسب الیہ سے نعت اور عطف بیان خارج ہو گئے کیونکہ یہ دونوں اگرچہ تقریر پر دال ہیں لیکن تقریر اس شئے میں نہیں کرتے کہ جسکی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہے بلکہ صرف ذات کی تعیین میں تقریر کرتے ہیں اور علی شمول الحکم الخ اس لئے زیادہ کیا تاکہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ جو تاکید ہوتی ہے وہ بھی داخل ہو جائے اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان ان زیدا قائم کو یہ تعریف شامل نہیں کیونکہ اس تاکید میں نہ تقریر پائی جاتی ہے اور نہ شمول جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود بیان کرنا اس تاکید کا ہے جو بذریعہ اسم کے ہو اور جو حرف یا کسی اور کلمہ کے ذریعہ ہو اس کا بیان مقصود نہیں ہے ١٢

ولا يجوز مطلقا عند سيبويه. **فصل** التاكيد تابع يدل على تقرير المتبوع في ما نسب اليه او على شمول الحكم لكل فرد من افراد المتبوع. والتاكيد على قسمين لفظي وهو تكرير اللفظ الاول نحو جاءني زيد زيد وجاء جاء زيد ومعنوي وهو بالفاظ معدودة وهي النفس والعين للواحد والمثنى والمجموع باختلاف الصيغة والضمير نحو جاءني زيد نفسه والزيدان انفسهما او نفساهما والزيدون انفسهم وكذلك عينه واعينهما او عيناهما واعينهم وجاءتني هند نفسها وجاءتني الهندان انفسهما او نفساهما وجاءتني

سله والتاكيد على قسمين الى قوله وجاءتني الهندات انفسهن (ت) اور تاکید دو قسم پر ہے ایک لفظی اور وہ مکرر لانا پہلے لفظ کا ہوتا ہے جیسے جاءنی زید زید اور جاء جاء زید اور دوسری قسم معنوی ہے اور وہ الفاظ گنے چنے کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ لفظ نفس اور عین ہیں واحد اور تثنیہ اور جمع کے لئے مع اختلاف صیغہ کے اور ضمیر کے جیسے جاءنی زید نفسہ اور الزیدان انفسہما یا نفساہما اور الزیدون انفسہم یعنی آیا میرے پاس زید نفس اس کا اور دو زید نفس ان کے اور بہت سے زید نفس ان کے اور ایسے ہی عینہ اور عینہما یا عیناہما اور اعینہم اور جاءتنی ہند نفسہا اور جاءتنی الہندان انفسہما یا نفساہما الخ یعنی آئی میرے پاس ہند ذات اس کی آخر تک (ش) اور تاکید لفظی کی تعریف میں جو یہ کہا کہ وہ پہلے لفظ کو مکرر لانے سے ہوتی ہے تو یہ مکرر لانا عام ہے خواہ حقیقۃ ہو یا حکما تاکہ ضربت انت اور ضربت انا اور ضربتک ایاک کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ ان سب مثالوں میں اول لفظ کو حقیقۃ مکرر نہیں لایا گیا جیسا کہ ظاہر ہے مگر حکما لایا گیا ہے اور تعریف تاکید لفظی میں تکریر لفظا کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ اول اسم ہو یا فعل یا حرف یا جملہ یا مرکب تقییدی وغیرہ اور تاکید معنوی کو معنوی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ محض معنی کے لحاظ سے ہوتی ہے اور گنے چنے الفاظ کی شمار رکھتی ہے جن کو مصنف نے بیان فرما دیا اور ہم نے ان پر نمبر بھی لگا دیئے اور علاوہ ازیں لفظ جمیع اور عامۃ بھی بمعنی لفظ کل آتے ہیں جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے ان الفاظ میں سے نفس اور عین میں تو مفرد اور تثنیہ اور جمع تینوں صیغے بنتے ہیں ١٢ عہ بہمزہ و داو ہر دو آمدہ ١٢

(بقیہ ص ٦٣) کیونکہ ایک حرف عطف ایک عامل کا کام دے سکتا ہے نہ دو کا عہ مثل جاءنی زید العالم والعاقل ١٢ عہ یجوز ان یقام المعطوف مقام المعطوف علیہ ١٢ ءے علی بعض المعطوف المرفوع او المنصوب ١٢

الهندات انفسهن وكلا وكلتا للمثنى خاصة نحو قام الرجلان
كلاهما وقامت المرأتان كلتاهما وكل واجمع واكتع وابتع وابصع
لغير المثنى باختلاف الضمير في كل والصيغة في البواقي
تقول جاءني القوم كلهم اجمعون اكتعون ابتعون ابصعون
وقامت النساء كلهن جمع كتع بتع بصع واذا اردت تاكيد
الضمير المرفوع المتصل بالنفس والعين يجب تاكيده
بالضمير المنفصل نحو ضربت انت نفسك ولا يؤكد بكل
واجمع الا ماله اجزاء وابعاض يصح افتراقها حسا كالقوم
او حكما كما تقول اشتريت العبد كله ولا تقول اكرمت
العبد كله واعلم ان اكتع وابتع وابصع اتباع لاجمع ليس

له قوله وكلا وكلتا للمثنى خاصة الى قوله نحو ضربت انت نفسك (ت) اور کلا کلتا ہیں تثنیہ کے لئے خاص کر جیسے قام الرجلان کلاہما آخر تک۔ کھڑے ہوئے دو مرد دونوں کے دونوں اور کھڑی ہوئیں دو عورتیں دونوں کے دونوں اور لفظ کل اور اجمع اور اکتع اور ابتع اور ابصع ہیں غیر تثنیہ کے لئے مع اختلاف ضمیر کے لفظ کل میں اور صیغہ کے باقیوں میں کہیگا تو جاءنی القوم کلہم الخ یعنی آئی میرے پاس قوم سب کے سب اور کھڑی ہوئیں عورتیں سب کی سب اور جب تو ارادہ کرے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ لانے کا تو واجب ہوگا تاکید لانا ضمیر متصل کی ضمیر منفصل کے ساتھ جیسے ضربت انت نفسک (ش) لفظ کلا اور کلتا صرف تثنیہ کے لئے ہوتے ہیں اور اور کل اور اجمع وغیرہ مفرد اور جمع کے لئے خواہ جمع مذکر ہو جمع مونث اور لفظ کل مع ضمیر مختلف ہوتی رہتی ہے اور لفظ کل کے لفظ میں کچھ فرق نہیں آتا اور باقی صیغوں میں صرف صیغہ ہی بدلتا ہے ضمیر نہیں بدلتی اور لفظ جمع کتع بصع تبع مونث کے صیغے ہیں اور ان کے واحد کتعاء بصعاء جمعاء ہے جمع مونث میں یہ الفاظ کل کی تاکید کے لئے بتاویل جماعت آتے ہیں اور واحد مونث میں یہ الفاظ کل کی تاکید کے لئے بلا تاویل آتے ہیں جیسے اشتریت الجاریۃ کلہا جمعاء کتعاء بصعاء اور اس کی وجہ کہ ضمیر متصل کی بغیر تاکید بہ منفصل کے درست نہیں یہ ہے کہ نفس اور عین بہت مرتبہ فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے زید ضرب نفسہ اور بشر جاء عینہ پس اگر ان کا کہ یقینا ضمیر متصل کی بلا تاکید بہ منفصل جائز ہو جائے تو التباس تاکید کا فاعل کے ساتھ لازم آنے کا پس اگر نفس وعین کو ضمیر متصل غائب کی تاکید بنانا چاہیں تو یوں کہیں گے زید ضرب ہو نفسہ اور بشر جاء ہو عینہ اور جب اس صورت میں التباس لازم آیا تو جہاں التباس نہیں ہے جیسے ضمیر مرفوع متصل بارز اس میں بھی طرد اللباب تاکید کو لازم کر لیا ۲ **سے** ولا یؤکد بکل واجمع الی قولہ ولا ذکر یا بدونہا (ت) اور تاکید نہیں لایا جاتا لفظ کل اور اجمع کے ساتھ مگر وہ اسم کہ جس کے لئے اجزاء اور حصے ہوں کہ صحیح ہو جدا ہونا ان کا از روئے حس کے جیسے قوم یا از روئے حکم کے جیسے کہے تو اشتریت الخ خریدا میں نے غلام سب اور نہیں کہہ سکتا ہے تو میں نے سب غلام کا اکرام (اعزاز) کیا اور جاننا چاہئے کہ اکتع اور ابتع اور ابصع تابع ہیں اجمع کے اور نہیں ہیں ان کے لئے کوئی معنی اس جگہ اجمع کے بغیر پس نہیں جائز مقدم کرنا ان سب کا اجمع پر اور نہ ذکر کرنا ان کا بغیر اجمع کے (ش) لفظ کل اور اجمع کے ساتھ صرف اسی چیز کی تاکید لائی جاتی ہے جس کے اجزاء اور ابعاض ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظ کی وضع افادۂ شمول کے لئے ہوئی ہے اور افادۂ شمول کا اس چیز میں نہیں ہو سکتا کہ جس کے اجزاء نہ ہوں نہ حساً نہ حکماً اور اجزاء سے مراد امور متعددہ ہیں خواہ افراد ہوں یا اجزاء اور افتراق کبھی حساً ہوتا ہے جیسے قوم اور رجال کہ ان کے افراد میں افتراق ہوتا ہے جیسے زید عمر و بکر وغیرہ اور کبھی حکمی افتراق ہوتا ہے جیسے اشتریت العبد کہ اس میں افتراق حکمی ہو سکتا ہے کہ نصف خریدے اور نصف نہ خریدے اور یہ بات افعال کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے چنانچہ فعل اشتراء کے اعتبار سے افتراق ممکن ہے اور فعل اکرام اور محمود و ذہاب کے اعتبار سے ناممکن ہے اور اکتع وابتع وغیرہ کے تابع ہونیکا یہ مطلب ہے کہ اجمع کے بغیر یہ الفاظ تاکید میں مستعمل نہیں ہوتے (باقی برصفحہ دیگر)

(بقیہ صفحہ ٦٥) کیونکہ ان کے معنی جمع کے اجمع کے ساتھ ہی ہوتے ہیں اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے اردو میں پانی کے بعد وانی بولتے ہیں اور اس کو تابع لفظی یا تابع مہمل کہتے ہیں کہ بغیر پانی کے وانی نہیں بولا جاتا اور نہ پانی سے پہلے بولا جاتا ہے ۱۲ ؏ یستعملان لتاکید المثنیٰ حاشیہ ۱۲ ؏ حال از مثنیٰ و تابرائے مبالغہ ۱۲ درایہ ؏ لا بکلا و کلتا و کل و اجمع و اخواتہ ۱۲ درایہ **متعلقہ صفحہ ہذا) ؏ قولہ فصل البدل الی قولہ دون متبوعہ** (ت) فصل بدل ایک تابع ہے کہ نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف وہ شئے کہ نسبت کی جاتی ہے اسکے متبوع کی طرف اور وہ بدل مقصود ہوتا ہے نسبت کے ساتھ نہ اس کا متبوع (ش) تابع جنس ہے اور ینسب الیہ ما نسب الی متبوعہ تابع کی صفت ہے اس کے بعد ہو المقصود کہنے سے نعت اور تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اور دون متبوعہ کہنے سے عطف بالحرف خارج ہو گیا اور زیادہ تفصیل ہماری تالیف سعدیہ شرح کافیہ میں دیکھو ۱۲

؏ قولہ واقسام البدل اربعۃ الی قولہ ورأیت رجلا حمارا (ت) اور بدل کے چار اقسام ہیں بدل الکل یعنی کل کا کل سے بدل ہونا اور وہ وہ بدل ہے کہ جس کے معنی متبوع کے معنی ہوں جیسے جاءنی زید اخوک آیا میرے پاس زید تیرا بھائی اور بدل البعض یعنی بعض کا کل سے بدل ہونا اور وہ وہ بدل ہے جسکے معنی متبوع کے معنی کا جزو ہوں جیسے ضربت زیدا راسہ ۱۲ میں نے زید کو اس کے سر کو اور بدل الاشتمال اور وہ وہ بدل ہے جس کے معنی متبوع کا متعلق ہوں جیسے سلب زید ثوبہ لوٹا گیا زید اس کے کپڑے اور بدل الغلط اور وہ وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جاءنی زید جعفر آیا میرے پاس زید جعفر اور رأیت رجلا حمارا دیکھا میں نے آدمی گدھا (ش) بدل کے چار قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بدل کے معنی یا بعینہ مبدل منہ کے معنی ہونگے یا نہیں اول بدل الکل ہے اور ثانی صورت میں بدل مبدل منہ کا بعض ہوگا یا نہیں اول بدل البعض ہے اور ثانی صورت میں بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے سوا کوئی دوسرا علاقہ ہوگا یا نہیں اول بدل الاشتمال ہے اور دوم بدل الغلط اور یہ جو کہا کہ معنی بدل کے معنی مبدل منہ کے ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا مصداق ایک ہوں یا نہیں کہ دونوں مرادف ہوں اس لئے کہ اخوک اور زید مرادف نہیں ہیں اور اگر مرادف ہوں گے تو بدل بدل نہ رہیگا بلکہ تاکید ہو جائے گا اور بدل الاشتمال کو اشتمال اس لئے کہتے ہیں کہ مبدل منہ بدل کو شامل ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ مبدل منہ سامع کو بدل کا مشتاق بنا دیتا ہے گویا مبدل منہ بدل پر اجمالا دال ہوتا ہے کہ سامع کو مبدل منہ کے بعد بدل کا انتظار ہو جاتا ہے اور بعض نحویوں نے اس کی اور بھی وجوہ بیان کی ہیں اور بدل الغلط کا نام غلط اس لئے رکھا ہے کہ وہ غلطی کے بعد لایا جاتا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ خود غلط ہے ۱۲ **؏ والبدل ان کان نکرۃ الی قولہ ولا فی المتجانسین (ت)** اور بدل اگر ہے نکرہ معرفہ سے تو واجب ہوگی نعت بدل کی جیسے قول خدائے تعالیٰ کا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ البتہ ضرور کھینچیں گے ہم پیشانی سے ایسی پیشانی جو جھوٹی ہے اور واجب نہیں ہے اس کے عکس میں اور نہ ہم جنسوں میں (باقی بر صفحہ آئندہ ملاحظہ ہو)

٦٦

لها معنى ههنا بدونه فلا يجوز تقديمهما على أجمع ولا ذكرهما بدونه

فصل البدل تابع ينسب إليه ما نسب إلى متبوعه وهو المقصود بالنسبة دون متبوعه وأقسام البدل أربعة بدل الكل من الكل وهو ما مدلوله مدلول المتبوع نحو جاءني زيد أخوك وبدل البعض من الكل وهو ما مدلوله جزء مدلول المتبوع نحو ضربت زيدا رأسه وبدل الاشتمال وهو ما مدلوله متعلق المتبوع كسلب زيد ثوبه وبدل الغلط وهو ما يذكر بعد الغلط نحو جاءني زيد جعفر ورأيت رجلا حمارا والبدل إن كان نكرة من معرفة يجب نعته كقوله تعالى بالناصية ناصية كاذبة ولا يجب ذلك في عكسه ولا في المتجانسين

(متعلقہ صفحہ ھٰذا) لـه قوله فصل عطف البیان الی قوله ترقبه وقوعا (ت) عطف بیان ایک تابع ہے صفت کے سوا جو واضح کر دیتا ہے اپنے متبوع کو اور زیادہ مشہور ایک شئے کے دو ناموں میں سے ہوتا ہے جیسے کھڑا ہوا ابو حفص عمرؓ اور کھڑا ہوا عبداللہ بیٹا عمرؓ کا اور نہیں ملتبس ہے عطف بیان بدل کے ساتھ لفظوں میں مانند قول شاعر میں شعر انا ابن التارک الخ میں بیٹا اس شخص کا ہوں جو کہ چھوڑنے والا ہے بکری بشر کو اس حالت میں کہ اس پر پرندے انتظار کرتے تھے اس کے گرنے کا۔

(ش) تعریف میں لفظ تابع جنس ہے اور غیر صفت کہنے سے صفت نکل گئی اور یوضح متبوعہ کہنے سے توابع نکل گئے اور یہ جو کہا کہ وہ زیادہ مشہور ایک شئے کے دو ناموں میں کا ہوتا ہے یہ مفصل زمخشری سے سمجھا جاتا ہے اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ کچھ ضروری نہیں کہ تابع مشہور زیادہ ہو بلکہ کبھی ایسا ہے کہ عطف بیان اور معطوف علیہ دونوں کے ملنے سے وضاحت ہو جاتی ہے اگرچہ تنہا عطف بیان سے زیادہ وضاحت نہیں ہوتی تو ابو حفص عمرؓ میں عطف بیان اور ابو حفص عمرؓ معطوف علیہ ہے جو حضرت عمرؓ کی کنیت ہے اور عبداللہ بن عمر میں عبداللہ معطوف علیہ اور ابن عمر عطف بیان ہے اور یہ جو کہا کہ عطف بیان بدل کے ساتھ لفظوں میں شاعر کے اس قول کی مانند میں ملتبس نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ معنی کے لحاظ سے تو کہیں بھی التباس نہیں بلکہ بدل کے معنی اور عطف بیان کے اور ہیں کیونکہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان میں یہ بات نہیں اور شاعر کے اس قول کے مانند سے مراد ہر وہ عطف بیان ہے جس کا معطوف علیہ معرف باللام ہو اور صیغہ صفت معرف باللام اس کی طرف مضاف ہو اور عطف بیان علم غیر معرف باللام ہو تو وہاں عطف بیان تو ہو سکتا ہے بدل کی ترکیب نہیں ہو سکتی مثلاً اسی شعر میں بشر عطف بیان اور البکری معطوف علیہ ہے اور التارک معرف باللام صیغہ صفت ہے جو معرف باللام ہے پس یہاں بشر کو البکری سے بدل نہیں ٹھہرا سکتے اس وجہ سے کہ بدل حکم میں تکریر عامل کے ہوتا ہے لہٰذا بدل کی صورت میں عبارت یوں ہو جائے گی کہ التارک بشر جیسے الضارب زید اور یہ ترکیب ناجائز ہے لہٰذا بدل ٹھہرانا درست نہیں اور اگر عطف بیان قرار دیں تو التارک کو بشر پر نکالنے کی ضرورت نہیں ترکیب کے لحاظ سے علیہ الطیر الخ

فصلٌ عطفُ البیانِ تابعٌ غیرُ صفةٍ یُوضحُ متبوعَه وھو

(خامس — احتراز است از صفت — از توابع باقیہ احتراز شد)

اشھرُ اسمَی شیءٍ نحو قامَ ابو حفصٍ عمرُ رضی اللہ عنہ وقامَ عبدُ اللہِ بنُ عمرَ رضی اللہ عنہ

(کنیت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ)

ولا یلتبسُ بالبدلِ لفظاً فی مثلِ قولِ الشاعرِ شعر

(یعنی ہر جا کہ عطف بیان ہو و التباس لفظی ندارد — اے قول المرار الاسدی، الکبل)

انا ابنُ التارکِ البکریِّ بشرٍ ٭ علیهِ الطیرُ ترقبُه وقوعا

البابُ الثانی فی الاسمِ المبنیِّ وھو اسمٌ وقع غیرَ مرکبٍ

مع غیرِه مثلُ ا ب ت ث ومثلُ واحدٌ اثنانِ ثلٰثةٌ وکـ

لفظةِ زیدٍ وحدَه فانه مبنیٌّ بالفعلِ علی السکونِ ومعربٌ

(بقیہ صفحہ ٦٦) (ش) یہ جو کہا کہ اگر بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو تو بدل کی نعت لانا واجب ہے جیسے بالناصیة الخ میں الناصیة مبدل منہ اور ناصیة بدل ہے اور ظاہر ہے کہ اول معرفہ اور دوم نکرہ ہے اس لئے نکرہ کی صفت کاذبة لائے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نکرہ کی صفت نہ لائی جائے تو غیر مقصود کا جو مبدل منہ ہے مقصود سے جو کہ بدل ہے بڑھ جانا لازم آئے گا اس لئے کہ معرفہ نکرہ سے بڑھ کر ہوتا ہے اور جب اس کی صفت لے آئے تو اس سے اس میں تخصیص آ جائے گی لہٰذا معرفہ کی مثل نہیں تو اس کے قریب تو ہو ہی جائے گا اسی لئے اس کے عکس میں کہ جب وہ مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو تو یہ ضروری نہیں کہ نکرہ کی صفت لائی جائے جیسے قام رجل زید ایسے ہی جب دونوں ہم جنس ہوں اس وقت بھی نعت لانا واجب نہیں خواہ دونوں معرفے ہوں یا دونوں نکرے ١٢ عـه یعنی آں تابع ست کہ آ ۱۲

عـه اے بدل ہو بعض المبدل منہ ١٢

التارک کا دوسرا مفعول ہے اگر التارک بمعنی المصیر ہو اور اگر تصییر کے معنی میں نہ ہو تو علیہ الطیر الخ حال ہوگا اور لفظ ترقبه کلمة الطیر سے حال ہے اور اگر الطیر مبتدا ہو تو علیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہوگا اور وقوعا واقع کی جمع ہے جو ترقبه کے فاعل سے حال ہے ١٢ لـه قوله الباب الثانی الی قوله بالقوة (ت) دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں اور وہ ایک اسم ہے جو واقع ہوتا ہے غیر مرکب ہو کر غیر اپنے کے جیسے الف با تا ثا اور جیسے واحد اثنان اور ثلثة اور جیسے لفظ زید تنہا کہ یہ بالفعل سکون پر مبنی ہے اور بالقوة معرب ہے (ش) غیر مرکب مع غیرہ کے یہ معنی ہیں کہ کسی دوسرے کلمہ کے ساتھ اس کی ترکیب اسنادی نہ ہو یا یہ کہ وہ کلمہ خود اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہ ہو یا یہ کہ وہ کلمہ کسی ایسی ترکیب میں نہ پایا جاتا ہو جس میں اس کا عامل بھی موجود ہو اور یہ جو کہا کہ جیسے ا ب ت ث تو ظاہر ہے کہ اس سے ان کے اسماء مراد ہیں یعنی الف با تا ثا نہ مسمیات یعنی باشکال آ ب ت ث (باقی بر صفحہ آئندہ)

زمخشری کے نزدیک اسماء معربہ جو مشابہت مبنی اصل سے خالی ہیں بالفعل معرب ہیں کیونکہ ان کے نزدیک محض صلاحیت اعراب کی کافی ہے استحقاق کی ضرورت نہیں ۱۲
عے مراد اسماء این حروف است نہ مسمیات آنہا کہ حروف ہجا باشد زیرا کہ بحث از اسم مبنی است ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) لے قولہ او شابہ مبنی الاصل الی قولہ ذا ومن (ت) یا مشابہت رکھتا ہو مبنی اصل کے بایں طور کہ دلالت کرنے میں اپنے معنی پر محتاج کسی قرینہ کا جیسے اسم اشارہ مثلاً ہؤلاء وغیرہ یا ہو کم تین حرفوں سے یا متضمن ہو حرف کے معنی کو جیسے ذا و من (ش) یعنی کلمہ مبنی دو طرح سے ہوتا ہے یا تو کسی کے ساتھ مرکب ہی نہ ہو یہ قسم تو ترکیب کے بعد معرب ہو سکتی ہے اور

بالقوة او شابه مبنى الاصل بان يكون فى الدلالة على معناه محتاجا الى قرينة كالاشارة نحو هؤلاء ونحوها او يكون على اقل من ثلثة احرف وتضمن معنى الحرف نحو ذا ومن و احد عشر الى تسعة عشر وهذا القسم لا يصير معربا اصلا وحكمه ان لا يختلف اخره باختلاف العوامل وحركاته تسمى ضما وفتحا وكسرا وسكونه وقفا وهو على ثمانية انواع المضمرات واسماء الاشارات والموصولات واسماء الافعال والاصوات والمركبات والكنايات وبعض الظروف فصل المضمر اسم وضع ليدل على متكلم او مخاطب او غائب تقدم ذكره لفظا

(مثال قرینہ ۱۲ — مثال اسم مشابہ مبنی اصل محتاج قرینہ ۱۲ — لا لفظا ولا تقديرا لكونه مقابلا للمعرب ۱۲ — لحصول الضم بالشفتين ۱۲ — لانفتاح الشفتين عند التلفظ ۱۲ — لانكسار الشفة السفلى فى التلفظ ۱۲ — اى المبنى ۱۲ — اول ۱۲)

یا اس طرح کے مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو یہ قسم کبھی معرب نہیں ہوتی اور مشابہت سے مناسبت مراد ہے تاکہ اس کلمہ کو بھی شامل ہو جائے جو مبنی اصل کے معنی کو متضمن ہو اور اس کو بھی جو مبنی اصل کی جگہ واقع ہو جیسے مثلاً نزال کہ یہ امر انزل کی جگہ واقع ہوتا ہے اور اس کو بھی شامل ہو جائے جو مبنی اصل کی طرف مضاف ہو جیسے یومئذ کیونکہ مناسبت ان سب کو شامل ہے اور مناسبت سے بھی وہ مناسبت مراد ہے جو بنا میں مؤثر ہو تو جو اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو چونکہ اس میں وہ مناسبت نہ ہوگی جو مؤثر ہو اس لئے وہ مبنی نہ ہوگا اور اسم اشارہ اپنے معنی بتلانے میں مشار الیہ کا محتاج ہے جس طرح حرف اپنے معنی بتلانے میں ضمیمہ کا محتاج ہے اور اسم موصول اور ضمیر بھی اسی دوسری قسم میں داخل ہیں کہ وہ اپنے معنی بتلانے میں صلہ اور مرجع کی محتاج ہیں اور ذا اور من اس کی مثال ہے جس میں تین حرف سے کم ہیں کیونکہ یہ حرف من اور حرف عن کے ساتھ مشابہت ہیں کہ ان میں بھی دو ہی دو حرف ہیں اور ان میں بھی ۱۲ سے قولہ واحد عشر الی قولہ وبعض الظروف (ت) اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک اور یہ قسم نہیں ہوتی ہے معرب بالکل اور مبنی کا حکم یہ ہے کہ مختلف نہیں ہوتا اس کا آخر عاملوں کے مختلف ہونے سے اور مبنی کی حرکتیں نام رکھی جاتی ہیں ضمہ اور فتحہ اور کسرہ اور اس (مبنی) کا سکون نام رکھا جاتا ہے وقف اور وہ (مبنی) آٹھ قسم پر ہیں مضمرات اسماء اشارات اسماء موصولہ اسماء افعال اسماء اصوات مرکبات کنایات بعض ظروف (ش) اور احد عشر سے لیکر تسعۃ عشر تک اس مبنی کی مثال ہے جو حرف عطف کو متضمن ہے اس لئے کہ یہ اصل میں احد وعشر اور تسعۃ وعشر تھا تو سمجھ لو کہ کل وجوہ مشابہت سات ہوئیں مبنی اصل کے معنی کو متضمن ہونا معنی بتلانے میں قرینہ کا محتاج ہونا مبنی اصل کی جگہ واقع ہونا مبنی اصل کی جگہ واقع ہونے والے کے ہم شکل ہونا جیسے وہ افعال جو امر کے معنی میں نہ ہوں اصل کے مشابہ کی جگہ واقع ہونا جیسے منادی مفرد کہ کاف اسمی کی جگہ واقع ہے اور وہ کاف حرفی کے مشابہ ہے مبنی اصل کے مشابہ کی طرف مضاف ہونا تین حرف سے کم پر مبنی ہونا اور ضمہ کو ضمہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے تلفظ میں ہونٹ مل جاتے ہیں اور فتحہ کو فتحہ اس لئے کہ اس کے تلفظ میں ہونٹ کھل جاتے ہیں اور کسرہ کو کسرہ اس لئے کہ نیچے کا ہونٹ اس کے تلفظ میں جھک جاتا ہے اور سکون کو وقف اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت سانس رک جاتی ہے یہ قول یعنی مبنی کی حرکتوں کے ناموں کی تخصیص بصریوں کا مذہب ہے اور کوفیوں کے نزدیک معرب کے اعراب کا اطلاق مبنی میں اور مبنی کے اعراب کا معرب میں ہوتا ہے اور حرکات کی قید اس لئے لگائی کہ کبھی مبنی کا اعراب بحروف بھی ہوتا ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۶۷) کیونکہ گفتگو تو اسم مبنی میں ہے اور ان کے مسمیات حروف ہیں اور اسماء اسماء ہیں اور یہ جو کہا کہ جیسے لفظ زید تنہا کہ یہ بالفعل سکون پر مبنی ہے یہ مذہب علامہ ابن حاجب کا ہے کہ وہ معرب میں صلاحیت اعراب کے ساتھ اس کے استحقاق کا بھی اعتبار کرتے ہیں لہٰذا جب تک کلمہ ترکیب میں نہ واقع ہو اس وقت تک استحقاق اعراب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک کلمہ معرب نہیں برخلاف علامہ

سو نہیں اور لفظوں میں ذکر ہو چکنا عام ہے کہ تحقیقاً ہو جیسے ضرب زید غلامہ میں زید کا ذکر ضمیر سے پہلے تحقیقاً ہو چکا ہے یا تقدیراً ہو چکا ہے جیسے ضرب غلامہ زید میں زید تقدیراً پہلے مذکور ہے اس وجہ سے کہ وہ فاعل ہے اور فاعل تقدیراً پہلے ہوتا مذکور رہتا ہے اور معنی مذکور ہو چکنے سے مراد یہ ہے کہ ایسا لفظ پہلے گذر چکا ہو جو ضمیر کے مرجع کو متضمن ہو مثلاً اعدلوا ہو اقرب للتقوی ہو کا مرجع میں معنی مذکور ہے یعنی اعدلوا کے ضمن میں اور وہ عدل ہے اور یا کلام کا سیاق التزاماً اس پر دال ہو جیسے ولابویہ لکل واحد منہما السدس اس میں ولابویہ کی ضمیر کا مرجع میت ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے وہ بھی التزاماً اس لئے کہ تذکرہ وراثت کا ہے اور وراثت بغیر میت کے جاری نہیں ہوتی اور حکماً مذکور ہو چکنے سے مراد یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع حاضر فی الذہن ہو جیسے ضمیر شان ۱۲

او معنًى او حكمًا وهو على قسمين متصل وهو ما لا يستعمل

وحده إمّا مرفوع نحو ضربتُ الى ضربنَ او منصوب نحو

ضربني الى ضربهنّ وإنّني الى إنّهنّ او مجرور نحو غلامي

ولي الى غلامهنّ ولهنّ ومنفصل وهو ما يستعمل

وحده إمّا مرفوع نحو انا الى هنّ او منصوب نحو إيّاي الى

إيّاهنّ فذالك ستون ضميرًا واعلم

بقیہ صفحہ ۶۸ جیسے یا زیدان اور لارجلین وغیرہ اور بلفظ اصوات پر اسماء کا لفظ اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کا اسماء ہونا محقق نہیں ہے اور مبنیات میں ان کو اس لئے شمار کیا ہے کہ یہ ملحقات اسماء میں سے ہیں اور بعض الظروف میں لفظ بعض اس لئے بڑھایا کہ تمام ظروف مبنی نہیں ہیں جیسا کہ معلوم ہو جائے گا صفحہ ۶۹ قولہ فصل المضمر اسم وضع الی قولہ او معنی او حکما (ت) ضمیر ایک اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے متکلم یا مخاطب یا غائب پر ایسا غائب کہ گذر چکا ہو اس کا ذکر لفظوں میں یا معنی میں یا حکماً (ش) چونکہ ضمیر کے تمام افراد مبنی ہیں اور ان کے مبنی ہونے میں کسی کا اختلاف بھی نہیں اس لئے سب قسموں سے پہلے ضمیر کی بحث لائے اس کی تعریف میں اسم کہنے سے کاف خطاب کا نکل گیا ہے جیسے ذالک وغیرہ میں کیونکہ وہ حرف ہے اور وضع لیدل الخ سے باقی قسمیں خارج ہو گئیں اور جب غائب کے ساتھ تقدم ذکرہ کی قید لگائی تو اس سے اسماء ظاہرہ نکل گئے اس لئے کہ وہ اگرچہ غائب ہیں مگر ان کے استعمال کے لئے پہلے ذکر ہو چکا

(متعلقہ صفحہ ہذا) ۱ قولہ وہو علی قسمین الی قولہ ستون ضمیرا (ت) اور وہ ضمیر دو قسم پر ہے ایک متصل اور وہ وہ ضمیر ہے کہ استعمال نہیں کی جاتی تنہا یا مرفوع ہو جیسے ضربت سے لے کر ضربن تک یا منصوب جیسے ضربنی سے لیکر ضربہن تک اور اننی سے لیکر انہن تک یا مجرور ہو جیسے غلامی سے لیکر غلامہن تک اور لی سے لیکر لہن تک اور دوسری قسم منفصل ہے اور وہ وہ ضمیر ہے جو تنہا استعمال کی جاتی ہے یا مرفوع ہو جیسے انا سے ہن تک یا منصوب جیسے ایای سے ایاہن تک پس یہ کل ساٹھ ضمیریں ہیں۔ (ش) اور ضمیر متصل کی تعریف میں جو کہا کہ تنہا اس کا استعمال نہ ہو سکے اس سے مراد یہ ہے کہ عامل سے علیحدہ اصطلاحاً اس کا تلفظ نہ ہو سکے پھر اس کی تین قسمیں بیان کیں مرفوع یعنی جو علامت فاعل کی ہو اور وہ ضربت صیغہ متکلم سے شروع ہو کر ضربن جمع مونث غائب پر ختم ہے اس طرح ضربت ضربنا ضربتَ ضربتما ضربتم ضربتِ ضربتما ضربتن ضرب ضربا ضربوا ضربت ضربتا ضربن اور نحوی لوگ گردان متکلم کے صیغہ سے شروع کرتے ہیں کیونکہ اعرف المعارف ہے پھر مخاطب پھر غائب اور صرفی برعکس کرتے ہیں دوسری قسم منصوب جو علامت مفعول کی ہو جیسے ضربنی ضربنا ضربک ضربکما ضربکم ضربک ضربکما ضربکن ضربہ ضربہما ضربہم ضربہا ضربہما ضربہن اور کبھی ضمیر منصوب حرف کے ساتھ متصل ہوتی ہے جیسے اننی اننا انک انکما انکم انک انکما انکن انہ انہما انہم انہا انہما انہن تیسری قسم مجرور ہے جیسے غلامی سے غلامہن تک جو اضافت کے سبب مجرور ہے اور لی سے لیکر لہن تک جو حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے اور ضمیر منفصل وہ ہے جو عامل سے الگ رہے اس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں ایک مرفوع اس کی مثال انا سے ہن تک ہے گردان اس کی یوں ہے انا نحن انت انتما انتم انت انتما انتن ہو ہما ہم ہی ہما ہن دوسری قسم منصوب ہے اس کی مثال ایای ایانا ایاک ایاکما ایاکم ایاک ایاکما ایاکن ایاہ ایاہما ایاہم ایاہا ایاہما ایاہن ہے اور منفصل کبھی مجرور نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ منفصل اور متصل دونوں کی پانچ قسمیں ہیں اور ہر قسم میں بارہ ضمیریں نکلتی ہیں دو متکلم کی اور تین مخاطب مذکر کی اور دو مونث کی کیونکہ تثنیہ مونث وہی ہے جو تثنیہ مذکر کی ہے اور تین غائب مذکر کی اور دو غائب مونث کی کیونکہ تثنیہ مونث غائب کی ضمیر بعینہ وہی ہے جو تثنیہ مذکر غائب کی ہے تو کل بارہ ہوئیں اور بارہ کو پانچ میں ضرب دینے سے کل ساٹھ ہوئیں ۱۲ عہ وہو اما متصل بالاسم او بالحرف نحو غلامی الخ عہ وہو باعتبار الاعراب قسمان ۱۱ الخ عہ ای الذی یصح التلفظ بہ منفرداً فی الاصطلاح ۱۲

۱ قولہ ان المرفوع المتصل الى قولہ وما انت الا قائما (ت) اسے جاننا چاہئے کہ ضمیر مرفوع متصل خاص کر ہوتی ہے مستتر (پوشیدہ) ماضی میں واسطے غائب مذکر اور غائب مؤنث کے جیسے ضرب یعنی ہو اور ضربت یعنی ہی اور مضارع متکلم میں مطلقا جیسے اضرب یعنی انا اور نضرب یعنی نحن اور واسطے مخاطب کے جیسے تضرب یعنی انت اور واسطے غائب مذکر اور مؤنث کے جیسے یضرب یعنی ہو اور تضرب یعنی ہی اور صیغہ صفت مراد لیتا ہوں اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ مطلقا اور نہیں جائز ہے استعمال ضمیر منفصل کا مگر وقت دشوار ہونے متصل کے جیسے ایاک نعبد اور ما ضربک الا انا زید اور ما انت الا قائما (ت) خاصۃ کا یہ مطلب کہ منصوب متصل اور مجرور متصل کبھی مستتر نہیں ہوتیں اور فعل ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے علاوہ تثنیہ اور جمع کے صیغوں میں مستتر نہیں ہوتی واحد مذکر غائب کی مثال ضرب اور واحد مؤنث غائب کی مثال ضربت ہے ضرب میں ہو پوشیدہ ہے اور ضربت میں ہی اور فی المضارع کا عطف فی الماضی پر ہے اور لفظ مطلقا یا زمانہ کی صفت ہے یعنی ہر زمانہ میں اور یا استتار کی یعنی استتارا مطلقا اور مطلقا سے مراد یہ ہے کہ خواہ تثنیہ ہو یا جمع مذکر ہو یا مؤنث جیسے اضرب میں انا اور نضرب میں نحن پوشیدہ ہے اور وللمخاطب کا عطف وللمتکلم پر ہے یعنی واحد مذکر مخاطب میں بھی پوشیدہ ہوتی ہے جیسے تضرب میں انت پوشیدہ ہے اور یضرب غائب مذکر میں ہو اور تضرب واحد مؤنث میں ہی پوشیدہ ہے اور چونکہ مضارع کے ان صیغوں میں علامات موجود ہیں اس لئے ان سب میں پوشیدہ ہوتی ہے مثلا واحد متکلم میں ہمزہ اور جمع متکلم میں نون اور واحد مذکر غائب میں یاء اور مؤنث غائب میں تاء بخلاف ماضی کے کہ وہاں علامات شناخت نہیں کی ہیں اس لئے ان سب میں پوشیدہ نہیں رکھی گئی اور اسم فاعل اور اسم مفعول ایسے ہی صفت مشبہ اور اسم تفضیل کے کل صیغوں میں پوشیدہ ہوتی ہے خواہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث کیونکہ ان میں بھی علامات دالہ موجود ہیں مثلا تثنیہ کے لئے الف اور جمع کے لئے واؤ اور مفرد کو طردا للباب تثنیہ و جمع پر محمول کر لیا اور یہ جو کہا کہ الا عند تعذر المتصل یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی جائز نہیں ہے استعمال ضمیر منفصل کا کسی وقت مگر وقت دشوار ہونے متصل کے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمائر کی وضع اختصار کی غرض سے ہوئی ہے اور متصل منفصل سے اخصر ہے تو جب تک متصل ممکن ہوگی منفصل نہیں لائی جائے گی پس ضربتک کی جگہ ضربت ایاک کہنا درست نہ ہوگا برخلاف ایاک نعبد کے کہ یہ درست ہے کیونکہ ضمیر متصل عامل سے قبل آ نہیں سکتی اور یہاں قبل لانا مقصود ہے اس وجہ سے کہ حصر اسی سے حاصل ہوگا علیٰ ہذا ما ضربک الا انا میں ضمیر متصل نہیں آ سکتی ورنہ حرف کے ساتھ ضمیر کا متصل ہونا لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے علیٰ ہذا انا زید میں (انا ضمیر منفصل لانا درست ہے کیونکہ ضمیر متصل مبتدا نہیں ہوتی اور ما انت الا قائما میں بھی انت کی جگہ ضمیر متصل نہیں آ سکتی اس لئے کہ حرف کے ساتھ ضمیر متصل نہیں ہوتی ہے۔

۲ قولہ واعلم ان لہم ضمیرا الی قولہ الرقیب علیہم (ت) اسے جاننا چاہئے کہ نحویوں کے لئے ایک ضمیر ہے جو واقع ہوتی ہے جملہ سے پہلے ایسا جملہ کہ تفسیر کرتا ہے وہ اس ضمیر کی اور نام رکھی جاتی ہے ضمیر شان بیچ مذکر کے اور ضمیر قصہ مؤنث میں جیسے قل ہو اللہ احد کہو وہ شان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور انہا زینب قائمۃ تحقیق قصہ یہ ہے کہ زینب کھڑی ہے اور داخل ہوتا ہے مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کا جو مطابق ہوتا ہے مبتدا کے جب کہ ہو خبر معرفہ یا افعل من کذا اور نام رکھا جاتا ہے وہ صیغہ فصل اس لئے کہ وہ فصل کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زید ہو القائم اور کان زید ہو افضل من عمرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کنت انت الرقیب علیہم (باقی بر صفحہ آئندہ)

اِنَّ المرفوعَ المتصلَ خاصّةً يكونُ مستترًا في الماضي للغائب
(سوائے مضروب مجرور منفصل کہ درین ہر دو استتار نیست ۱۲)
والغائبةِ كضَرَبَ اي هو وضَرَبَتْ اي هي وفي المضارعِ المتكلّم
(ومن تثنیتہا وجمعہا ۱۲)
مطلقًا نحو اَضْرِبُ اي انا ونَضْرِبُ اي نحن وللمخاطب كتَضْرِبُ
(مذکر باشد خواہ مؤنث واحد باشد یا مثنی و مجموع ۱۲)　(وتثنیہ مفرد مذکر باشد ۱۲)
اي انتَ وللغائب والغائبةِ كيَضْرِبُ اي هو وتَضْرِبُ اي
هي وفي الصفةِ اعني اسمَ الفاعلِ والمفعولِ وغيرِهما مطلقًا
(مثل صفت مشبہ و افعل التفضیل ۱۲)
ولا يجوز استعمالُ المنفصلِ الا عند تعذّرِ المتصلِ كاِيّاك
(مرفوعا کان او منصوبا ۱۲)
نَعْبُدُ وما ضَرَبَكَ الا انا وانا زيدٌ وما انتَ الا قائمًا واعلم
اَنَّ لهم ضميرًا يقع قبل جملةٍ تُفَسِّرُهُ ويُسَمّٰى ضميرَ الشأنِ في المذكّر
(اے ضمیر مفرد اغائبا غیر مجرور ۱۲)　(من غیر تقدم مرجعہ ۱۲ رکیہ)
وضميرَ القصّةِ في المؤنث نحو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وانّها زينبُ قائمةٌ
(بگو منزا نگارست ۱۲ کنج الرحمٰن)

(بقیہ صفحہ) تھا تو ہی نگہبان ان پر (ش) اور یہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ ہمیشہ مفرد ہوتی ہے اور غائب اور یاد رکھو کہ وہ جملہ ہمیشہ اسمیہ خبریہ ہی ہوتا ہے البتہ اگر اس ضمیر پر کوئی عامل ایسا داخل ہو جائے جو اس کے مبتدا ہونے کو باطل کر دے تو اس وقت جملہ فعلیہ بھی آ سکتا ہے فانہا لا تعمی الابصار اور اس ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کہے الشان ہو زید قائم تو وہ ضمیر شان نہ ہوگی جب کہ اس کا مرجع لفظ شان ہو چونکہ یہ بات تحقیق کو نہیں پہونچی کہ یہ ضمیر ہوتی ہے اس لئے صیغہ مرفوع کہا اور ضمیر منفصل نہیں کہا اس کو اکثر لوگ ضمیر فصل کہتے ہیں اور مرفوع کا صیغہ اس کام کے لئے مخصوص کیا گیا کہ تا کہ مبتدا اور خبر دونوں کے ساتھ مناسبت رہے کہ جس طرح مبتدا اور خبر مرفوع ہیں ایسے ہی یہ بھی مرفوع ہے اور مبتدا کے ساتھ اس کی مطابقت افراد تثنیہ جمع تذکیر و تانیث اور تکلم و خطاب اور غیبت میں ہوگی جبکہ مبتدا کی خبر معرفہ یا افعل من کذا ہو یعنی وہ اسم تفضیل ہو جو لفظ من کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اور اس کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ موصوف صفت اور مبتدا خبر کے درمیان فصل کی ضرورت ہی اس وقت ہوگی کہ جب خبر معرفہ ہو کیونکہ اگر خبر معرفہ نہ ہو تو اس کا التباس صفت کے ساتھ ناممکن ہوگا لہٰذا فرق کی حاجت نہ ہوگی اور افعل من کذا بھی معرفہ کے مشابہ ہوتا ہے اس وجہ سے کہ اس پر معرفہ کی طرح الف لام لانا ناجائز ہوتا ہے چنانچہ زید الافضل من عمرو نہیں کہہ سکتے اور اس کا نام فصل اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ خبر اور صفت کے درمیان فصل یعنی فرق کرتی ہے اور یہ بصریوں کا مذہب اور کوفیوں کے نزدیک اس کو عماد کہتے ہیں اس لئے کہ یہ ستون کی طرح مابعد کلمہ کی حفاظت کرتی ہے کہ اس کے خبر ہونے کو گرنے نہیں دیتی اس کی مثال زید ہو القائم ہے اس میں ہو ضمیر فصل ہے اور وہ عوامل لفظیہ لانے سے پہلے لائی گئی ہے اور خبر معرفہ ہے اور کان زید ہو افضل الخ میں ہو عامل لفظی داخل کرنے کے بعد لایا گیا ہے اور اس میں خبر افعل من کذا ہے اور کنت انت الرقیب اس ضمیر فصل کی مثال ہے جو عامل لفظی کے داخل کرنے کے بعد لائی گئی ہے اور خبر معرفہ ہے ۱۲

متعلقہ صفحہ ہذا

قولہ فصل اسماء الاشارۃ الی والقصر لجمعہما (ت) فصل اسم اشارہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے مشار الیہ پر اور وہ پانچ لفظ ہیں چھ معنی کیلئے اور وہ ذا ہے مذکر کے لئے اور ذان ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا اور تی اور ذی اور تہ اور ذہ اور تہی اور ذہی مؤنث اور تان اور تین تثنیہ مؤنث کے لئے اور آولاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لئے (ش) تعریف میں لفظ ما جنس ہے اور وضع لیدل علی مشار الیہ فصل ہے کہ تمام ماسوائے اسم اشارہ اس سے خارج ہو گئے اگر کوئی کہے کہ ذوالکرم اسم اشارہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ مشار الیہ نہیں ہے جواب یہ ہے کہ یہ مجازاً بولا گیا ہے اگر کوئی کہے کہ ضمیر غائب میں بھی اشارہ ہوتا ہے تو چاہئے کہ اس کو بھی اسم اشارہ کہیں جواب یہ ہے کہ اشارہ سے اصطلاحی اشارہ مراد ہے نہ لغوی اور ضمیر میں اشارہ لغوی پایا جاتا ہے نہ اصطلاحی۔ اور پانچ الفاظ چھ معانی کے لئے اس وجہ سے ہیں کہ واحد مذکر تثنیہ مذکر اور واحد مؤنث تثنیہ مؤنث کے چار لفظ الگ الگ ہیں اور جمع مذکر و جمع مؤنث دونوں کے لئے ایک ہی لفظ ہے یعنی اولاء الف ممدودہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور الف مقصورہ کے ساتھ بھی مگر جب الف مقصورہ ہوتا ہے تو اس کو یا کے ساتھ لکھتے ہیں ۱۲ **قولہ وقد یلحق باوائلہا الی قولہ حرف الخطاب** (ت) اور کبھی لاحق کیا جاتا ہے ان کے اول میں ہاء تنبیہ کا جیسے ہذا اور ہذان اور ہؤلاء اور متصل ہوتا ہے ان کے اخیر میں حرف خطاب (ش) اسماء اشارہ کے اخیر میں حرف خطاب اس لئے لگاتے ہیں تاکہ مخاطب کے احوال پر دلالت کرے کہ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع۔ مذکر ہے یا مؤنث ۱۲ ع ضمیر واحد باعتبار ما ۱۲ ع فی حالتی النصب والجر ۱۲ ع باشباع والاختلاس کسر و بالسکون ۱۲ للعہ بقلب الالف والتاء ہاء من غیر وصل الیاء بہا ۱۲ ع یدل علی تنبیہ المخاطب ۱۲ ع ذہ ذین وہاکما وہاتان وہاتین ۱۲

ويدخل بين المبتدأ والخبر صيغة مرفوع منفصل مطابق للمبتدأ إذا كان الخبر معرفة أو أفعل من كذا ويسمّى فصلا لأنه يفصل بين الخبر والصفة نحو زيدٌ هو القائم وكان زيدٌ هو أفضل من عمرٍو وقال الله تعالى كنت أنت الرقيب عليهم

فصل

أسماء الإشارة ما وُضع ليدلّ على مشارٍ إليه وهي خمسة ألفاظٍ لستّة معانٍ ذا للمذكر وذان وذين لمثناه وتا وتي وذي وته وذه وتهي وذهي للمؤنث وتان وتين لمثناه وأولاء بالمدّ والقصر لجمعهما وقد يلحق بأوائلها هاء التنبيه نحو هذا وهذان وهؤلاء ويتصل بأواخرها حرف الخطاب

لہ قولہ وہو ایضاً خمسۃ الفاظ الی قولہ وذاک للمتوسط (ت) اور وہ یعنی حرف خطاب بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے جیسے کَ کما کمْ کِ کما کنّ پس یہ کل پچیس الفاظ ہیں جو حاصل ہوتے ہیں پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاک سے لیکر ذاکنّ تک اور ذانک سے لیکر ذانکنّ تک اور ایسے ہی باقی الفاظ سمجھو اور جاننا چاہئے کہ ذا قریب کے لئے اور ذالک بعید کے لئے اور ذاک متوسط کے لئے (ملّ) اور یہ حرف خطاب بھی اسم اشارہ کی طرح پانچ الفاظ ہیں جو چھ معنی کا کام دیتے ہیں اور جب ان پانچ کو پانچ میں ضرب دو تو پچیس ہو جاتے ہیں یعنی ذاک ذاکما ذاکم ذاکِ ذاکما ذاکنّ اور ذانکَ ذانکما ذانکم ذانکِ ذانکما ذانکنّ ایسے ہی باقی کو سمجھو مثلاً تاکَ تاکما تاکم تاکِ تاکما تاکنّ اولٰئکَ اولٰئکما اولٰئکم اولٰئکِ اولٰئکما اولٰئکنّ ۱۲

ےہ قولہ فصل الموصول اسم الی قولہ او قام ابوہ (ت) موصول ایک اسم ہے کہ صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس کی کہ ہو وہ جزء تام جملہ کا مگر صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے کوئی عائد صلہ میں کہ لوٹتا ہو موصول کی طرف اس کی مثال الذی ہے ہمارے اس قول میں کہ جاء الذی ابوہ قائم یا قام ابوہ آیا وہ شخص کہ جس کا باپ کھڑا ہے یا کھڑا ہوا باپ اس کا (ش) موصول کے جزء تام ہونے کی نفی سے یہ معلوم ہوا کہ موصول جزء ناقص جملہ کا ہو جاتا ہے اور جزء تام سے مراد مسند یا مسند الیہ ہوتا ہے اور صلہ کا ایسا جملہ ہونا ضروری ہے کہ جس کا علم مخاطب کو پہلے سے ہو پھر اس کا جملہ خبریہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ گویا جملہ صفت ہے کہ جس کو بواسطہ ما موصول کے کسی معین ذات کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اثبات شئے فرع ہے اس کے خود ثابت ہونے کی اور جملہ انشائیہ خود ہی ثابت نہیں وہ دوسرے کے لئے کیا ثابت ہوگا اور جملہ میں عائد ہونا اس لئے ضروری ہے کہ تاکہ موصول کے ساتھ اس کا ربط ہو جائے ورنہ اجنبی رہے گا جس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا ۱۲ سہ قولہ وہو الذی للمذکر الی قولہ والذی طویتہ (ت) اور وہ اسم موصول الذی ہے مذکر کے لئے اور اللذان اور اللذین تثنیہ مذکر کے لئے اور التی مؤنث کے لئے اور اللتان اور اللتین تثنیہ مؤنث کے لئے اور الذین اور الاولی جمع مذکر کے لئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللوئی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کے لئے اور ما اور من اور ایّ اور ایۃ اور ذو بمعنی الذی لغت بنی طے میں جیسے شاعر کا قول ہے شعر فان الماء ماء ابی الخ یعنی پس بیشک یہ پانی پانی میرے باپ اور دادا کا ہے اور میرا کنواں ہے جو کہ میں نے کھودا اور جس کا کھولا ہیں نے تیار کیا ہے یہ اصل میں الذی حفرتہ اور الذی طویتہ تھا۔

وهو ايضاً خمسة الفاظ لستة معان نحو كَ كما كمْ كِ كما كنّ فذلك
خمسة وعشرون الحاصل من ضرب خمسة في خمسة وهي ذاكَ
الى ذاكنّ وذانكَ الى ذانكنّ وكذالك البواقي واعلم انّ
ذا للقريب وذالك للبعيد وذاك للمتوسط فصل الموصول
اسم لا يصلح ان يكون جزأ تاما من جملة الا بصلة بعده
والصلة جملة خبرية ولابد من عائد فيها يعود الى الموصول
مثاله الذي في قولنا جاء الذي ابوه قائم او قام ابوه وهو
الذي للمذكر واللذان واللذين لمثناه والتي للمؤنث
واللتان واللتين لمثناها والذين والاولى لجمع المذكر
واللاتي واللواتي واللاء واللائي لجمع المؤنث وما ومن واي

(ق) الذی مذکر واحد کے لئے آتا ہے یہ اصل میں لَذِیٌ تھا جیسے عَمِیٌ اور اس لام میں اور بھی لغات ہیں جیسے الذی بتشدید یا اور الذ بحذف یا وغیرہ اور اللذان حالت رفع میں اور اللذین حالت نصب و جر میں مستعمل ہے اور اولیٰ بروزن عُلیٰ اور مُدًی یہ دونوں جمع مذکر سالم ہیں اور ما اور من دونوں بمعنی الذی ہیں اور ان میں مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث سب برابر ہیں صرف یہ فرق ہے کہ من ذوی العقول کے لئے ہے اور ما غیر ذوی العقول کے لئے اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ بھی مستعمل ہے اور ای جو معرفہ کی طرف مضاف ہو خواہ لفظاً یا تقدیراً مذکر کیلئے بمعنی الذی ہے جیسے فرمایا ایہم اشد علی الرحمٰن عتیا کون سا ان میں کا زیادہ سخت ہے از روئے سرکشی کے اور ایۃ کی مثال ایتہن احسن من ہند عندی ہے یہ مؤنث کے لئے مستعمل ہے اور لفظ ذو بمعنی الذی صرف قبیلہ بنی طے کے لوگ پڑھتے ہیں اور ذو بمعنی صاحب سب کے نزدیک عام ہے اس کی مثال جاءنی ذو قام اور رأیت ذو قام اور مررت بذو قام (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس ہو اور جاننا چاہئے کہ کلمہ ای اور ایۃ معرب ہیں مگر جب حذف کیا جائے شروع صلہ اس کا جیسے قول اللہ تعالیٰ کا ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد یعنی پھر البتہ ضرور کھینچیں گے ہم ہر گروہ سے اس کو کہ ان میں سے زیادہ سخت ہے رحمان پر از روئے سرکشی کے یعنی ہوا شد کہ وہ زیادہ سخت ہے (ش) اور یہ جو کہا کہ صلۃ اسم الفاعل الخ یہ جملہ چونکہ الالف واللام کی صفت ہے اور الالف واللام اگرچہ متعدد ہیں مگر حکم میں واحد کے ہیں بہ لحاظ مجموع ان کے صفت میں ضمیر مفرد لائی گئی اور صلتہ کہا صلتہما نہ کہا اور اس الف لام کا صلہ کبھی صفت مشبہ یا اسم تفضیل نہیں ہوتا کیونکہ وہ دونوں جملہ کے معنی میں نہیں ہوتے برخلاف اسم فاعل اور اسم مفعول کے کہ یہ جملہ کے معنی میں ہوتے ہیں پس جاءنی الضارب زیدا کے معنی

وایّۃ وذو بمعنی الذی فی لغۃ بنی طی کقول الشاعر شعر

فانّ الماء ماء ابی وجدّی ✧ وبئری ذو حفرت وذو طویت

ای الذی حفرتہ والذی طویتہ والالف واللام بمعنی الذی

صلتہ اسم الفاعل واسم المفعول نحو جاءنی الضارب زیدا

ای الذی یضرب زیدا وجاءنی المضروب غلامہ ویجوز حذف

العائد من اللفظ ان کان مفعولا نحو قام الذی ضربت ای

الذی ضربتہ واعلم ان ایا وایۃ معربۃ الا اذا حذف صدر

صلتہا کقولہ تعالیٰ ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی

الذی یضرب زیدا کے ہیں اور جاءنی المضروب غلامہ کے معنی الذی یضرب غلامہ بصیغہ مجہول کے ہیں اور جائز ہیں کہ جو ضمیر صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے لفظوں سے اس کو حذف کر دیں اور معنی میں باقی رکھیں لیکن الف لام بمعنی الذی اس سے مستثنیٰ ہے اور اس کے صلہ کا عائد حذف کرنا کبھی درست نہیں اسی طرح جب ضمیر منفصل عائد ہو اور وہ لفظ الا کے بعد واقع ہو تو اس کو بھی حذف کرنا درست نہیں کیونکہ اگر حذف کریں گے تو نہیں معلوم ہو سکے گا کہ وہ ضمیر الا کے بعد تھی یا پہلے جیسے الذی ما ضربت الا ایاہ وہ شخص کہ نہیں مارا میں نے مگر اس کو اور جواز حذف کی شرط یہ ہے کہ عائد مفعول ہو ورنہ اگر فاعل ہوگا تو حذف جائز نہ ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ علاوہ منصوب کے مرفوع اور مجرور بھی حذف ہوتا ہے مگر چونکہ یہ دونوں بہت کم حذف ہوتے ہیں اس لئے گویا کالعدم ہیں مرفوع کے حذف کی مثال قرآن شریف میں ہے جیسے الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ کہ یہاں ھو عائد محذوف ہے اور وہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے کہ اصل میں یوں تھا الذی ھو فی السماء الٰہ اور کلمہ ای اور ایۃ کے معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اضافت لازم ہے اور اضافت مبنی ہونے سے مانع ہے کیونکہ وہ تنوین کے قائم مقام ہے اور تنوین بنا کے منافی ہے البتہ اگر اس کا صدر صلہ حذف ہو جائے تو مبنی ہوتا ہے

(بقیہ ص ۷۲) اور اس میں مذکر مونث واحد تثنیہ جمع غائب حاضر سب برابر ہیں جس طرح عبد الملک کے اس شعر میں پہلے الماء سے خاص پانی مراد ہے جس میں نزاع تھا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) لف قولہ والالف واللام الی قولہ ای ھو اشد۔

(ت) اور الف لام بمعنی الذی جس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے جاءنی الضارب زیدا یعنی الذی یضرب زیدا آیا میرے پاس وہ شخص آیا جو زید کو مارنے والا ہے اور میرے پاس وہ شخص آیا جس کا غلام پیٹا ہوا ہے اور جائز ہے حذف کرنا عائد کا لفظ سے اگر ہو وہ عائد مفعول جیسے قام الذی ضربتہ قائم ہوا وہ شخص کہ مارا میں نے یعنی الذی ضربتہ وہ شخص کہ مارا میں نے

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کے صلہ کا شروع کلمہ محذوف ہے تو اس چیز میں نقصان ہے جو اس کی توضیح کرنے والی ہے کیونکہ صلہ موصول کی توضیح کیا کرتا ہے پس اس نقصان کا بدلہ یہ کر دیا کہ اس کو ضمہ پر مبنی کر دیا جو تمام حرکتوں میں قوی تر ہے۔ اور بقول سیبویہ اس حالت میں بھی معرب پڑھنا فصیح ہے ۱۲

او یا ماضی کے لئے وضع ہی کیا گیا ہو لہذا زید ضارب اس سے خارج رہے گا اس لئے کہ ضارب میں زمانہ ماضی وضع سے نہیں سمجھ گیا بلکہ بقرینہ امس اور ان کے اسماء ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کا صیغہ افعال کے صیغے سے مغایر ہے دوسرے ان پر تنوین بھی آتی ہے جیسے صہ اور تیسرے ان پر الف لام بھی آجاتا ہے۔ چوتھے ان میں سے بعض مصدر سے اور بعض ظروف سے اور بعض جار مجرور سے منقول ہیں جیسے رویدیہ مصدر سے منقول ہے اور فعال بمعنی امر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہونے کا یہ مطلب کہ ہر فعل ثلاثی مجرد سے یہ وزن بمعنی امر آسکتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے سماع پر موقوف ہے۔

الرحمن عتيًّا اى هو اشدّ فصلٌ[1] اسماء الافعال هو كل اسمٍ

بمعنى الامر والماضى نحو رُوَيْدَ زيدًا اى امهله وهيهاتَ زيدٌ

اى بَعُدَ او كان على وزن فعالِ بمعنى الامر وهو من الثلاثى

قياسٌ كنزالِ بمعنى انزل وتراكِ بمعنى اترك ويلحق[2] به فعالِ

مصدرًا معرفةً كفجار بمعنى الفجور او صفةً للمؤنث نحو يا فساقِ

بمعنى فاسقة ويا لكاعِ بمعنى لكعاء او علمًا للاعيان المؤنثة كقطامِ

وغلابِ وحضارِ وهذه[3] الثلثة ليست من اسماء الافعال

حال کونہ ۱۲ — حال کونہ ۱۲ — علمان للمؤنث ۱۲ — نکم ستارہ ۱۲

[1] قولہ فصل اسماء الافعال ہو کل اسم الی قولہ وتراک بمعنی اترک (ت) اسماء افعال وہ ہر اسم ہے جو معنی میں امر یا ماضی کے ہو جیسے روید زیدا یعنی زید کو مہلت دے اور ہیہات زید بمعنی بعد یعنی زید دور ہوا یا ہو فعال کے وزن پر جو بمعنی امر ہو اور یہ فعال ثلاثی سے قیاس یعنی (قاعدہ) ہے جیسے نزال بمعنی انزل (اتر) اور تراک بمعنی اترک (چھوڑ) (ش) اسماء افعال کو اصوات سے پہلے اس لئے ذکر کیا کہ بہ نسبت اصوات کے اسماء افعال میں بناکی وجہ زیادہ قوی ہے اور ہو کل اسم میں ہو ضمیر اسماء کی طرف راجع کرنا اس تاویل سے صحیح ہے کہ اسماء میں کل واحد مراد ہے یا اسماء کے ضمن میں جو اسم ہے اس کی طرف راجع ہے تو گویا اس کا مرجع معنی مذکور ہے نہ صریحا اور لفظا۔ اور تعریف میں بمعنی امر و ماضی ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم

چنانچہ قرقار بمعنی قرقرت اور عرعار بمعنی تلاعبوا بالعرعرة آتا ہے یعنی کھیلو عرعرہ کو جو بچوں کا کھیلنا ہوتا ہے صاحب اقرب الموارد نے بیان کیا ہے کہ قرقار قرقرہ سے اور عرعار عرعرۃ سے معدول ہے ۱۲۔

[2] قولہ ویلحق بہ فعال مصدرا معرفۃ الی قولہ وغلاب وحضار (ت) اور لاحق کیا جاتا ہے اس فعال بمعنی امر کے ساتھ فعال در انحال کہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور یا در آں حال کہ وہ فعال صفت ہو مؤنث کی جیسے یا فساق بمعنی فاسقہ اور یا لکاع بمعنی لاکعۃ (ذلیل و خوار عورت) یا در آں حال کہ علم ہو مؤنث ذاتوں کا جیسے قطام اور غلاب اور حضار (ش) یعنی جو فعال بمعنی امر ہوتا ہے اسی کے ساتھ یہ تینوں قسم کے فعال لاحق کئے ہیں مگر اسم فعل ہونے میں نہیں بلکہ مبنی ہونے میں اور فجار کے معرفہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ الفجور کے معنی میں ہے جو معرف باللام معرفہ ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس کی صفت معرفہ آتی ہے جیسے فجار القبیحۃ بولتے ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے علم اعیان کی مثال قطام دی حالانکہ وہ صرف ایک عین کا علم ہے نہ اعیان کا تو جواب یہ ہے کہ الاعیان پر الف لام جنس کا ہے اور مراد یہ ہے کہ جنس عین کا علم ہو پس یہ بات اس میں موجود ہے جمعیت مراد نہیں ہے ۱۲

[3] قولہ وہذہ الثلثۃ الی قولہ وانما ذکرت ہہنا للمناسبۃ (ت) اور یہ تینوں (فعال) نہیں ہیں اسماء افعال سے سوائے اس کے نہیں کہ ذکر کر دیئے گئے ہیں مناسبت کی وجہ سے۔ (ش) اور مناسبت سے مراد یہ ہے کہ ان تینوں فعال کا وزن وہی ہے جو فعال بمعنی امر کا ہے اس لئے یہاں تذکرہ کر دیا ورنہ یہ اسماء افعال ہیں ۱۲

عہ بفتح تا در حجازی و بکسر در بنی تمیم و ہم در لغت بعضے ۱۲ عہ مختصۃ بالنداء ۱۲ عہ زن نافرمان از حکم خدا ۱۲ للعہ زن خوار ولئیم و بندہ نفس ۱۲ صراح

وانما ذکرت ھٰھنا للمناسبۃ فصل[1] الاصوات کل لفظ حُکی
خامس ۱۲

بہ صوت کغاق لصوت الغراب او صُوّت بہ البھائم کنخ لاناخۃ
بالصوت بہ انسان تشبیہا بصوت الغراب ۱۲ ادر — چارپایا ۱۲ — لام بمعنی عند ۱۲

البعیر فصل[2] المرکبات کل اسمٍ رُکّب من کلمتین لیست
فرو خوابانیدن شتر ۱۲ — سادس ۱۲

بینھما نسبۃ فان تضمن الثانی حرفا یجب بناؤھما علی الفتح کاحد
لرفع تحصیل الخفت ۱۲ — اصلا لا فی الحال ولا قبل الترکیب ۱۲ ش

عشر الی تسعۃ عشر الا اثنی عشر فانھا معربۃ کالمثنّٰی وان[3] لم
در اصل احد و عشر بود ۱۲ — اے کلمۃ اثنا عشر و بمعنیٰ اثنتا عشرۃ

یتضمن ذٰلک ففیھا لغات افصحھا بناء الاول علی الفتح واعراب
جزء ثانی از اصوات نباشد ۱۲

الثانی غیر منصرف کبعلبک نحو جاءنی بعلبکُّ ورأیت بعلبکَ ومررت

سلہ قولہ فصل الاصوات کل لفظ الی قولہ لاناخۃ البعیر (ت) اصوات ہر لفظ ہے کہ جس کے ساتھ چوپایوں کو آواز دی جائے جیسے نخ اونٹ کو بٹھلانے کے لئے (ش) اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قائم مقام ان اسماء کے ہیں کہ جن میں ترکیب نہیں اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کسی جانور کی آواز کی حکایت ہوتے ہیں جیسے غاق کہ یہ کوے کی آواز کی نقل ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس سے چوپایوں کو آواز دی جائے خواہ ڈانٹنے کے لئے یا پکارنے کے لئے یا ان سے ڈرنے کی وجہ سے اور بہائم ہی کے حکم میں طیور وغیرہ بھی ہیں بلکہ انسان کے بچے اور دیوانے آدمی بھی اسی حکم میں ہیں اور وہ اسماء بھی جن سے انسانوں کو آواز دی جائے اسماء اصوات ہوتے ہیں مگر ان کو یہاں اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کا اسماء اصوات

ہونا دلالۃ سمجھا جاتا ہے ۱۲ **سلہ قولہ** فصل المرکبات کل اسم الی قولہ معربۃ کالمثنّٰی (ت) مرکبات ہر اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب کیا گیا ہو ایسے دو کلموں جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا کلمہ حرف کو متضمن ہو تو واجب ہے مبنی ہونا دونوں کا فتحہ پر جیسے احد عشر سے تسعۃ عشر تک مگر اثنا عشر کیونکہ بیشک وہ معرب ہے تثنیہ کی طرح (ش) یہاں بھی المرکبات پر الف لام جنس کا لینا چاہئے تاکہ کل اسم کا حمل مرکبات پر صحیح ہو کیونکہ اگر المرکبات جمع ہی رکھا جائے تو کل کا حمل جمع پر ناجائز ہوگا اور مصنف ؒ نے من کلمتین کہا من اسمین نہ کہا تاکہ لفظ بخت نصر بھی مرکبات میں داخل ہوجائے کیونکہ اس کا دوسرا جزء فعل ہے اسم نہیں اور بقول بعض سیبویہ کو مرکبات میں داخل کرنے کے لئے کلمتین کہا کیونکہ اس کا دوسرا جزء محض آواز ہے اسم نہیں اور لیست بینھما نسبۃ سے مراد یہ ہے کہ ان کے درمیان کوئی نسبت اسناد یا اضافت کی نہ ہو پس تابط شرا اور عبداللہ وغیرہ اس میں داخل نہ ہوں گے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ تابط شرا حالت علمیت میں مبنی ہے مگر ترکیب کی وجہ سے نہیں ہے اگر دوسرا حرف کلمہ کو متضمن ہو تو دونوں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلا جزء ترکیب کے وجہ سے وسط ہوگیا اور وسط کلمہ میں اعراب نہیں ہوتا اور دوسرا جزء اس وجہ سے مبنی ہے کہ وہ حرف کو متضمن ہے اس لئے مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہوگیا اثنا عشر کا پہلا جزء اس لئے معرب ہے کہ وہ مضاف کے ساتھ مشابہ ہے اس لحاظ سے کہ اس کا نون حذف ہوگیا اور دوسرا جزء مبنی علی الفتح ہے اس بنا پر کہ وہ متضمن حرف ہے ۱۲ **سلہ قولہ** وان لم یتضمن ذٰلک ففیھا لغات الی قولہ مررت ببعلبک (ت) اور اگر نہ متضمن ہو دوسرا جزء حرف کو تو اس میں چند لغت ہیں کہ ان سب میں زیادہ فصیح اول جزء کا فتحہ پر مبنی ہونا اور دوسرے جزء کا معرب ہونا باعراب غیر منصرف ہے جیسے بعلبک مثلاً جاءنی بعلبک اور رأیت بعلبک اور مررت ببعلبک (ش) جو مرکب ایسا ہو کہ اس کا دوسرا جزء متضمن حرف نہ ہو تو اس میں یہ چند لغات ہیں اول دونوں جزؤں کا معرب ہونا اس طرح کہ پہلے جزء کو دوسرے کی طرف مضاف کیا جائے اور دوسرے جزء کو غیر منصرف رکھا جائے اور دوسری لغت یہ ہے کہ دونوں جزء معرب ہوں اور پہلا دوسرے کی طرف مضاف بھی ہو مگر مضاف الیہ منصرف اور تیسری لغت وہ ہے جو کتاب میں مذکور ہے کہ پہلا جزء مبنی ہو کیونکہ وہ وسط کلمہ ہے اور ثانی معرب اس وجہ سے ہو کہ سبب بنا کا کچھ نہیں اور اصل اسماء میں معرب ہونا ہے اور غیر منصرف ہونا اس وجہ سے ہے کہ دو سبب اسباب منع صرف کے موجود ہیں اور کتاب میں لفظ غیر منصرف یا مرفوع ہے اس بنا پر کہ وہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی وھو غیر منصرف یا منصوب ہے اس بنا پر کہ وہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی أعرب إعراب غیر منصرف اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غیر منصرف حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو ۱۲ عــه بعلت یافتہ شدن دو سبب کہ علمیت و ترکیب باشد ۱۲

لـه قوله فصل كنايات هي اسماء تدل الى قوله نحو كم رجلا عندك (ت) کنایات وہ اسم ہیں جو دلالت کرتے ہیں عدد مبہم اور وہ کم اور کذا ہے یا دلالت کریں مبہم بات پر اور وہ کیت اور ذیت ہے اور جاننا چاہئے کہ لفظ کم دو قسم پر ہے ایک استفہامیہ اور اس کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے تمیز کی بنا پر جیسے کم رجلا عندک کتنے آدمی ہیں تیرے پاس (ش) یہاں کنایات سے تمام کنایات مراد نہیں ہیں کیونکہ بعض کنایات معرب بھی ہیں جیسے فلاں اور فلانۃ کہ یہ علم سے کنایہ ہے اور ہن اور ہنۃ اجناس سے کنایہ ہے لفظ کم اس وجہ سے مبنی کیا گیا ہے کہ وہ حرف استفہام کو متضمن ہے اور کم خبریہ کو اس کی مشابہت کی وجہ سے مبنی کر دیا اور لفظ کذا اس وجہ سے مبنی ہے کہ یہ کاف اور ذا سے مرکب ہے اور یہ دونوں مبنی ہیں اور لفظ کذا کبھی غیر عدد سے بھی کنایہ ہوتا ہے جیسے خرجت یوم کذا کہ یہ پیر یا منگل وغیرہ سے کنایہ ہے اور کیت اور ذیت کی یا اصل میں مشدد تھی پھر اس کی تشدید دور کر کے تخفیف کر دی گئی اور ان دونوں کیت اور ذیت کا استعمال بلا تکرار نہیں ہوتا اور ساتھ میں واؤ عطف کا بھی ہوتا ہے مثلاً بولتے ہیں کان بینی وبین فلان کیت وکیت اور ذیت وذیت ہوا میرے اور اس کے درمیان ایسے اور ایسے اور یہ واقعہ اور وہ واقعہ اور تا میں کسرہ ضمہ فتحہ تینوں جائز ہیں اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جس کے قائم مقام ہیں یعنی جملہ وہ مبنی ہے اور کم استفہامیہ کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے ۱۲

(76)

بعلبك **فصل**[1] الكنايات هي اسماء تدل على عدد مبهم وهي كم وكذا او حديث مبهم وهو كيت وذيت واعلم ان كم على قسمين استفهامية وما بعدها منصوب مفرد على التمييز نحو كم رجلا عندك وخبرية[2] وما بعدها مجرور ومفرد نحو كم مال انفقته او مجموع نحو كم رجال لقيتهم ومعناه التكثير وتدخل من فيهما تقول كم من رجل لقيته وكم من مال انفقته وقد يحذف التمييز لقيام قرينة نحو كم مالك اى كم دينارا مالك وكم ضربت اى كم ضربة ضربت واعلم ان كم في الوجهين يقع منصوبا اذا كان بعده فعل غير مشتغل عنه بضميره نحو كم رجلا ضربت

لـه قوله وخبرية وما بعدها مجرور مفرد الى قوله وكم غلام ملكت (ت) اور دوسری قسم خبریہ ہے اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کم مال انفقتہ بہت سا مال خرچ کر چکا ہوں میں یا جمع جیسے کم رجال لقیتہم بہت سے آدمیوں سے ملاقات کر چکا ہوں میں اور اس کم خبریہ کے معنی کثرت ظاہر کرنے کے ہیں اور داخل ہوتا ہے لفظ من ان دونوں قسموں میں کہیں گا تو کم من رجل لقیتہ کتنے آدمیوں سے ملاقات کی ہے تو نے اور کم من مال انفقتہ بہت مال خرچ کیا میں نے اور کبھی حذف کی جاتی ہے تمیز کسی قرینہ کے موجود ہونے کے وقت جیسے کم مالک یعنی کم دینارا مالک کتنے دینار (اشرفیاں) ہیں مال تیرا اور کم ضربت یعنی کم ضربۃ ضربت کتنی ہی مار مار چکا ہوں اور جاننا چاہئے کہ لفظ کم دونوں صورتوں میں واقع ہوتا ہے منصوب جبکہ ہو اس کے بعد کوئی ایسا فعل کہ اعراض نہ کرنے والا ہو اس کم سے اپنی ضمیر کے باعث جیسے کم رجلا ضربت کتنے آدمیوں کو مارا تو نے اور کم غلاما ملکت اور بہت سے غلاموں کا مالک ہوا ہیں (ش) اور خبریہ کی تمیز کبھی مجرور مفرد اور کبھی جمع مفرد اس وجہ سے ہوتی ہے کہ جب یہ دونوں کلمے یعنی کم استفہامیہ اور کم خبریہ عدد سے کنایہ قرار دیئے گئے تو انہوں نے عدد کا حکم لے لیا اور عدد دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ کہ تمیز کی طرف مضاف ہوتا ہے اور دوسرا وہ کہ جس کی تمیز منصوب ہوتی ہے لہذا کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں فرق کرنے کے لئے یہ حکم لگا دیا کہ استفہامیہ اس عدد کی مثل ہے جس کی تمیز منصوب ہے لہذا اس کی تمیز ہمیشہ منصوب رہے گی اور خبریہ اس عدد کی مثل ہے جس کی تمیز مضاف الیہ مجرور ہوتی اور پھر دیکھا کہ عدد مضاف دو قسم پر ہے ایک وہ جو جمع کی طرف مضاف ہوتا ہے وہ عدد ثلثہ سے عشرۃ تک کا اور دوسرا وہ کہ مفرد کی طرف مضاف ہوتی ہے جیسے لفظ مائۃ اور الف اس لئے اس کم خبریہ میں بھی یہ دونوں باتیں جائز رکھیں کہ اس کی تمیز جمع بھی ہو سکتی ہے اور مفرد بھی اور لفظ من جو استفہامیہ اور خبریہ کی تمیز پر داخل ہوتا ہے وہ بیانیہ ہوتا ہے اور کم مالک اس کم استفہامیہ کی مثال ہے جس کی تمیز بوجہ قرینہ کے حذف کر دی ہے اور کم ضربت اس کم خبریہ کی مثال ہے جس کی تمیز بوجہ قرینہ کے حذف کر دی ہے پہلے کی تمیز دینارا اور دوسرے کی تمیز ضربۃ ہے اور پہلی مثال میں مالک اور دوسری میں ضربت اس کا قرینہ ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ساتھ گذرا تو اور علیٰ کم رجل حکمت کتنے ہی آدمیوں پر حکومت کی میں نے اور غلام کم رجلا ضربت کتنے آدمیوں کے غلاموں کو مارا تو نے اور مال کم رجل سلبت کتنے ہی آدمیوں کا مال چھینا میں نے اور ہوگا کم مرفوع جبکہ نہ ہو کوئی چیز امرین مذکورین سے مبتدا ہوگا اگر نہ ہو ظرف جیسے کم رجلا اخوک کتنے مرد تیرے بھائی ہیں اور کم رجل ضربتہ کتنے ہی مردوں کو میں نے مارا ہے اور خبر ہوگا اگر ہو ظرف جیسے کم یوما سفرک کتنے دن ہے سفر تیرا اور کم شہر صومی اور کتنے ہی مہینے رہا روزہ میرا (ش) لفظ مفعولا بہ اور ایسے اس کے بعد مصدرا اور مفعولا فیہ حال ہے اپنے تمیل کی مثال سے اور ہو سکتا ہے کہ مفعولا بہ لفظ یکون محذوف کی خبر ہو یعنی

وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ مفعولًا به ونحو كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ وكَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ مصدرًا وكَمْ يومًا سِرْتَ وكَمْ يومٍ صُمْتُ مفعولًا فيه ومجرورًا اذا كانَ قبلَه حرفُ جرٍّ او مضافٌ نحو بِكَمْ رجلًا مررتَ وعلى كَمْ رجلٍ حَكَمْتُ وغلامَ كَمْ رجلًا ضربتَ ومالَ كَمْ رجلٍ سلبتُ و مرفوعًا اذا لم يكن شيئًا من الأمرين مبتدأً ان لم يكن ظرفًا نحو كم رجلًا اخوك وكم رجلٍ ضربتُه وخبرًا ان كان ظرفًا نحو كم يومًا سفرُك وكم شهرٍ صومي

فصلٌ الظروفُ المبنيةُ على اقسامٍ منها ما قُطِعَ عن الاضافة بأن حُذِفَ المضافُ اليه كقبلُ

کیونکہ کم فی ہذین المثالین مفعولا بہ پھر لفظ مصدر اور مفعولا فیہ بہ یکون محذوف کی خبریں ہو سکتے ہیں اگر کوئی کہے کہ اذا کان قبلہ حرف جر سے یہ معلوم ہوا کہ لفظ کم سے پہلے حرف جر بھی آسکتا ہے حالانکہ اگر ایسا ہوگا تو لفظ کم کے لئے صدارت کلام نہیں رہے گا جو اس کی واسطے ضروری تھا جواب یہ ہے کہ جب کم پر حرف جر یا مضاف داخل ہوگا تو صدارت اس نے حرف جر یا مضاف کی طرف منتقل ہو جائیگی اس لئے کہ جار مجرور اور مضاف مضاف الیہ کے درمیان اتحاد اور جزئیات ہے اور دونوں امر مذکور سے مراد یہ ہے کہ نہ اس کے بعد کوئی فعل ناصب غیر مشتغل ہو اور نہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو اور اس صورت میں مرفوع ہونا کبھی واجب ہوتا ہے جیسے کم رجلا یا کم رجل اخوک میں کبھی اولیٰ جیسے کم رجلا یا کم رجل ضربتہ یا ضرب غلامہ میں اور یہ جو کہا کہ ان کان ظرفا تو ظرف کی پہچان معلوم ہونی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ یہ بات تمیز سے معلوم ہو سکے گی کہ اگر وہ ظرف ہے تو سمجھ لو کہ کم بھی ظرف ہے ورنہ نہیں اور بقول بعض ان کان ظرفا میں مضاف محذوف ہے یعنی ان کان تمیزہ ظرفا یعنی اگر کم کی تمیز ظرف ہو ۱۲

ع قولہ الظروف المبنیۃ الیٰ قولہ الی الجملۃ فی الاکثر (ت) ظروف مبنیہ چند قسم پر ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے جدا کئے جاتے ہیں بایں طور کہ ان کی مضاف الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے مثلا قبل اور بعد اور فوق اور تحت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ للہ الامر الخ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے حکم پہلے اور بعد میں یعنی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یہ اس وقت ہے کہ جب محذوف تعلق کے لئے منوی (منیت) کیا گیا ہو ورنہ وہ ضرور معرب ہوگا اور اسی بنا پر پڑھا گیا ہے للہ الامر من قبل ومن بعد اور نام رکھے جاتے ہیں یہ ظروف غایات اور بعض ان میں سے حیث ہے کہ مبنی کیا گیا ہے بوجہ مشابہ کرنے کے اس کو غایات کے ساتھ اس وجہ سے کہ حیث کے لئے جملہ کی طرف اضافت لازم ہے اکثر استعمالات میں (ش) ظروف مبنیہ کہنے سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ بعض ظروف معرب بھی ہیں مگر یہاں صرف مبنی کا ہے اور قبل اور بعد کی مانند امام قدام خلف اسفل اور دون بھی ہے پہلی قسم کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اضافت کی وجہ سے احتیاج میں مشابہت ہو گئی اور ضمہ پر اس کو مبنی کر دیا تا کہ مضاف الیہ کی حذف ہو جانے کا نقصان اس سے پورا کر دیا جائے اور لفظ والا لکانت معربۃ میں ان لم یکن کا مخفف ہے (باقی بر صفحہ)

(بقیہ حاشیہ) اور غیر مشتغل کہنے سے کم رجلا فقط یا کم رجل ضربتہ خارج ہو گیا جبکہ کوئی فعل غیر مشتغل مقدر مانا جائے ۱۲

متعلقہ صفحہ ہذا) **لہ** قولہ مفعولا بہ الیٰ قولہ وکم شہر صومی (ت) در انحالیکہ وہ مفعول بہ ہوتا ہے اور جیسے کم ضربۃ ضربت کتنی دفعہ مارا تو نے اور کم ضربۃ ضربت بہت دفعہ مارا میں نے در انحالیکہ مصدر یعنی مفعول مطلق ہوگا اور کم یوما سرت کتنے دن چلا تو اور کم یوم صمت کتنے ہی دن روزہ رکھا میں نے در انحالیکہ کم اس میں مفعول فیہ ہوگا اور واقع ہوتا ہے مجرور جبکہ ہو اس کے پہلے حرف جر یا مضاف جیسے بکم رجلا مررت کتنے آدمیوں کے

ہیں اور اس کی وضع مکان کے لئے ہے اگرچہ اخفش کے نزدیک اس کا استعمال زمانہ کے لئے بھی ہوتا ہے اور حیث کی مشابہت غایات کے ساتھ لفظا تو ہے نہیں مگر معنی ہے معنی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ اجلس حیث زید جالس تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اجلس مکان جلوس زید اور لفظا مشابہت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ظرف کا حق یہ ہے کہ وہ مفرد کی طرف مضاف ہو اور چونکہ جملہ کی طرف مضاف ہے اس لئے گویا مضاف ہی نہیں ۱۲ ھ المذکورین ہو المنصوب والمجرور ۱۲

ع تصدق عد المبتدأ و خلیہ ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) سلہ قولہ قال اللہ تعالیٰ سنستدرجہم الی قولہ اذا الشمس طالعۃ (ت) اللہ تعالیٰ نے فرمایا عنقریب

وبعدُ وفوقُ وتحتُ قال الله تعالى لله الامرُ من قبلُ ومن بعدُ اي من قبل كل شئ ومن بعد كل شئ هٰذا اذا كان المحذوف منويا للمتكلم والا لكانت معربة وعلى هٰذا قرئ لله الامر من قبلٍ ومن بعدٍ وتسمى الغايات ومنها حيث بُنيت تشبيها لها بالغايات لملازمتها الاضافة الى الجملة في الاكثر قال الله تعالى سَنَستدرجُهم من حيث لا يعلمون وقد يُضاف الى المفرد كقول الشاعر ع اما ترى حيث سهيلٍ طالعا اي مكان سهيل فحيث هٰذا بمعنى مكان وشرطها ان يضاف الى الجملة نحو اجلس حيث يجلسُ زيدٌ

ڈھیل دینگے ہم ان کو اس جگہ سے کہ وہ نہیں جانتے اور کبھی حیث مضاف ہوتا ہے مفرد کی طرف جیسے اماتری الخ یعنی کیا تو نہیں دیکھتا سہیل کی جگہ اس حال میں کہ وہ طلوع کرنے والا ہے کہ اس میں حیث سہیل بمعنی مکان سہیل ہے لہٰذا یہ حیث مکان کے معنی میں ہوا اور شرط حیث کی یہ ہے کہ مضاف ہو جملہ کی طرف جیسے اجلس حیث یجلس زید بیٹھو جہاں بیٹھے زید اور ان ہی ظروف میں سے اذا ہے اور وہ اذا مستقبل کے لئے ہے اور جب داخل ہوتا ہے اذا ماضی پر تو وہ مستقبل بنجاتا ہے جیسے اذا جاء نصر اللہ جب آئے گی امداد اللہ تعالیٰ کی اور اس اذا میں شرط کی معنی ہیں اور یہ جائز ہے کہ واقع ہو اس اذا کے بعد جملہ اسمیہ جیسے اتیک اذا الشمس طالعۃ میں آؤں گا تیرے پاس جب آفتاب طلوع ہوگا (ش) پس آیۃ کریمہ سنستدرجہم الخ میں حیث کی اضافت جملہ کی طرف ہو رہی ہے یعنی لایعلمون کی طرف اور اس مصرع کا دوسرا مصرع یہ ہے نجما یضیئ کالشہاب ساطعا یعنی کیا تو نہیں دیکھتا سہیل کی جگہ درانحالیکہ وہ طلوع کرنے والا ہو کسی ستارہ کو جو آگ کی چنگاری کی طرح روشن ہو درانحالیکہ چمکدار ہو اور جب حیث مفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے اس وقت وہ قول ہے ایک یہ کہ معرب ہے کیونکہ علت بنا کی جو جملہ کی طرف مضاف ہونا تھا وہ نہ رہی اور مشہور قول یہ ہے کہ اس وقت بھی مبنی ہے اور طالعا سہیل سے حال ہے اور نجما تری کا مفعول ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ طالعا مفعول بہ ہو اور نجما اس سے بدل ہو اور اکثر استعمالات میں حیث کا جملہ کی طرف مضاف ہونا شرط ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اور لفظ اذا کبھی ماضی کو مستقبل کے معنی میں نہیں بھی کرتا ہے جیسے حتی اذا ساوی بین الصدفین اور حتی اذا بلغ مغرب الشمس الخ ۱۲

(بقیہ صث) اور جب محذوف منوی نہیں ہوتا ہے تو وہ نسیا منسیا ہوتا ہے یعنی بالکل بھلایا ہوا منوی کا معنی مقصود کے ہیں اور جب منوی نہ ہو تو مبنی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بنا کی وجہ جو اضافت اور احتیاج تھی وہ جاتی رہی۔ جیسے یوں کہیں کہ رب بعکاء خیر من نبیل اس کے معنی یہ ہیں کہ رب متاخر کان خیرا من متقدم اور ظروف مقطوعہ عن الاضافت کو غایات اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب ان کا مضاف الیہ حذف ہوگیا تو لفظ کی غایت یعنی انتہا انھیں پر ہوگئی ورنہ اگر اضافت ہوتی تو انتہا اور غایت مضاف الیہ ہوتا اور حیث کی ثا پر تینوں اعراب درست

ھ اے بناءً ھا مقطوعۃ عن الاضافت ۱۲ غ مع التنوین لزوال علۃ البناء ۱۲ - ھ اے الظروف المقطوعۃ عن الاضافۃ ۱۲ للعہ یا یہ یا یہ بکشیم ایشاں را تا محل ہلاک ایشاں را کہ ندا نند ۲ افتح الرحمن

ھ اور اسمیۃ کا جلس حیث زید جالس ۱۲

له قوله والمختار الفعلية الى قوله ومتى تسافر (ت) اور پسندیدہ جملہ فعلیہ ہے جیسے آتیک اذا طلعت الشمس میں آوں گا تیرے پاس جب آفتاب طلوع ہوگا۔ اور کبھی ہوتا ہے اذا ناگاہ اور اچانک واقع ہونے کے لئے پس اسکے بعد مبتدا پسند کی جاتی ہے جیسے خرجت فاذا السبع واقف نکلا میں پس اچانک درندہ کھڑا ہے اور انہیں ظروف میں سے اذ ہے اور وہ ماضی کے لئے ہوتا ہے اور واقع ہوتے ہیں اسکے بعد دونوں جملے اسمیہ بھی اور فعلیہ بھی جیسے جئتک اذ طلعت الشمس آیا تھا میں تیرے پاس جس وقت طلوع ہوا تھا آفتاب اور اذ الشمس طالعۃ اور جس وقت کہ آفتاب طلوع ہونے والا تھا اور ان ہی ظروف میں سے این اور انی ہے جو موضوع ہے مکان کیلئے معنی میں استفہام کے جیسے این تمشی کہاں جاتا ہے تو اور انی تقعد کہاں بیٹھے گا تو اور شرط کے معنی میں جیسے این تجلس اجلس جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا اور انی تقم اقم جہاں تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا ان ہی ظروف میں سے متی ہے زمان کے لئے بطور شرط یا بطور استفہام جیسے متی تصم اصم جب تو روزہ رکھیگا میں بھی رکھوں گا اور متی تسافر کب سفر کریگا تو (ش) اور دونوں جملوں میں سے جملہ فعلیہ کا اس کے بعد واقع ہونا مختار ہے کیونکہ شرط فعل کو چاہتی ہے اور کبھی اذا محض وقت بتلانے کے لئے بھی آتا ہے کہ اس میں شرطیت کا ذرا لحاظ نہیں ہوتا جیسے آتیک اذا احمر البسر آوں گا تیرے پاس گیہوں پک جانے کے وقت کے مفاجاۃ : باب مفاعلت کا مصدر مہموز اللام ہے اسکے معنی اچانک پکڑنے اور اچانک آجانے کے ہیں اور کلام سیبویہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اذا مفاجاۃ میں عامل فعل مقدر ہے یعنی فاجات اور یہ جو کہا کہ اذ ماضی کے لئے ہوتا ہے اس پر اس آیت سے اعتراض پڑتا ہے کہ اذ الاغلال فی اعناقہم کیونکہ اس میں اذ اگرچہ مستقبل پر داخل ہوا ہے مگر وہ مستقبل ماضی کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اس لئے یہ خبر اس شخص کی دی ہوئی ہے جس کے نزدیک مستقبل بمنزلہ ماضی کے ہے اور جئتک اذ طلعت الشمس جملہ فعلیہ کی مثال ہے اور اذ الشمس طالعۃ جملہ اسمیہ کی اور لفظ شرطا و استفہاما تمیز ہیں اور حال بھی ہو سکتے ہیں ۱۲ عــه لعدم وضعہا للشرط ۱۲

ومنها اذا وهي للمستقبل واذا دخلت على الماضي صار مستقبلا نحو اذا جاء نصر الله وفيها معنى الشرط ويجوز ان تقع بعدها الجملة الاسمية نحو اتيك اذا الشمس طالعة والمختار الفعلية نحو اتيك اذا طلعت الشمس وقد تكون للمفاجاة فيختار بعدها المبتدأ نحو خرجت فاذا السبع واقف ومنها اذ وهي للماضي وتقع بعدها الجملتان الاسمية والفعلية نحو جئتك اذ طلعت الشمس واذ الشمس طالعة ومنها اين وانى للمكان بمعنى الاستفهام نحو اين تمشي وانى تقعد وبمعنى الشرط نحو اين تجلس اجلس وانى تقم اقم ومنها متى للزمان شرطا و

لے قولہ ومنہا کیف للاستفہام حالاً الی قولہ ما رأیتہ یومان (ت) اور ان ہی ظروف میں سے کیف ہے حال سے استفہام کے لئے جیسے کیف انت یعنی تو کس حال میں ہے اور ان ہی ظروف میں سے ایان ہے زمانہ کے لئے بطور استفہام کے جیسے ایان یوم الدین اور ان ہی ظروف میں سے مذ اور منذ ہے جو اول مدت اگر صلاحیت رکھے جواب بننے کیواسطے متی کے جیسے ما رأیت مذ یا منذ یوم الجمعۃ اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کب سے نہیں دیکھا تو نے زید کو یعنی اول مدت نہ دیکھنے میرے کی اس کو جمعہ کا دن ہے اور بمعنی جمیع مدت اگر صلاحیت رکھے جواب بننے کی واسطے کم کے جیسے ما رأیتہ مذ او منذ یومان اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کتنے مدت نہیں دیکھا تو نے زید کو یعنی جمیع مدت نہ دیکھنے میرے کی اس کو دو دن ہیں (مش) لفظ حالاً سے کیفیت مراد ہے نہ زمانہ حال کا تو کیف انت **٨٠** کے یہ معنی ہیں کہ تو کس کیفیت کے ساتھ موصوف ہے تندرست ہے یا بیمار اور ایان اور متی میں فرق یہ ہے کہ ایان صرف زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور بڑے بڑے امور میں مستعمل ہوتا ہے اور متی سب کو عام ہے اور لفظ مذ منذ کی فرع ہے اس لئے کہ مذ بھی اصل میں منذ تھا اس دلیل سے کہ اس کی تصغیر منیذ آتی ہے مگر مصنف کے بیان میں مذ کو اس لئے مقدم کیا کہ اس میں تخفیف ہے اور تخفیف ہی مطلوب ہوتی ہے اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس مذ او منذ کے ساتھ مشابہ ہیں جو حروف جارہ میں سے ہیں اور یہ دو معنی میں مستعمل ہوتے ہیں ایک اول مدت یہ تو اس وقت کہ جب متی کے جواب میں واقع ہوں اور دوسرا جمیع مدت یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں کہ جب لفظ کم کے جواب میں واقع ہوں ۱۲ **لے قولہ** ومنہا لدی ولدن الی قولہ لا افربہ عوض (ت) اور ان ہی ظروف میں سے لدی اور لدن ہے بمعنی عند ہے جیسے المال لدیک یعنی مال تیرے پاس ہے اور لدی اور عند میں فرق یہ ہے کہ لفظ عند میں حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور لدی اور لدن میں شرط ہے اور لدن میں اور بھی لغات آئے ہیں مثلاً لَدُن اور لَدْن اور لُدْن اور لَدْ اور لُدْ اور ان ہی میں سے لفظ قط ہے ماضی منفی کے لئے جیسے ما رأیت قط یعنی میں نے اسکو کبھی نہیں دیکھا اور ان ہی میں سے لفظ عوض ہے مستقبل منفی کے لئے جیسے لا افرب عوض یعنی اسکو کبھی نہیں مارونگا (مش) لدی اور عند میں فرق یہ ہے کہ لفظ عند اس جگہ بھی استعمال ہوتا ہے کہ جہاں مال اسی جگہ حاضر نہ ہو بلکہ اس کے خزانہ میں یا اس کے مکان میں ہو اور لدی کے استعمال کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسی جگہ

استفهاماً نحو متى تصوم اَصُمْ ومتى تسافر ومنها[1] كيف للاستفهام

مثال الاول ۱۲ — مثال الثانی ۱۲ — ہر دو تمیز از استفہاماً حال ۱۲

حالاً نحو كيف انت اي في اي حالٍ انت ومنها ايانَ للزمان

از ظروف ۱۲

استفهاماً نحو ايانَ يوم الدين ومنها مذ ومنذ بمعنى اول

از زبان اضافت — مبنی بر سکون ۱۲ — مبنی بر ضم ۱۲

المدة ان صلح جواباً لمتى نحو ما رأيته مذ ومنذ يوم الجمعة في جواب

من قال متى ما رأيت زيداً اي اول مدة انقطاع رؤيتي اياه

يوم الجمعة وبمعنى جميع المدة ان صلح جواباً لكم نحو ما رأيته مذ و

ثانیہا ۱۲

منذ يومان في جواب من قال كم مدة ما رأيت زيداً اي جميع مدة

ما رأيته يومان ومنها[2] لدى ولدن بمعنى عند نحو المال لديك

بالف مقصورہ ۱۲ — ای عندک ۱۲

والفرق بينهما ان عند لا يشترط فيه الحضور ويشترط ذالك في لدى و

استعمالاً ۱۲

لدن وجاء فيه لغات اُخر لَدَنْ ولُدْنِ ولَدْنَ ولَدْ ولُدْ ولَدِ

بفتح لام وسکون دال وکسر نون ۱۲ — بفتحتین وسکون نون وبکسر دال نیز ۱۲

اس کے پاس مال موجود ہو پس لفظ عند اور لفظ لدی میں عام خاص مطلق کی نسبت ہوئی اور لدن میں چھ لغات اور بھی ہیں اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعض لغات کی وضع حروف کی سی ہے اور باقی لغات اس پر محمول ہیں اور لفظ قط میں بھی اور لغات ہیں مثلاً قط قاف کے پیش اور طاء کی تشدید سے اور قط قاف کے زبر اور طاء کے جزم سے مانند اس قط کے جو اسم فعل بمعنی امر مخاطب یعنی انتہ (باز رہ) اور اکثر اس کا استعمال ماضی منفی کے لئے ہوتا ہے لیکن کبھی ماضی مثبت کے لئے بھی آتا ہے جیسے کنت اراہ قط میں اسکو ہمیشہ سے دیکھتا ہوں اور قط جزم تو اس وجہ سے مبنی ہے کہ اس کی بنا حرف کی طرح ہے اور قط بہ تشدید کو اس پر محمول کر لیا اور عوض کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف کی طرح اپنے معنی بتلاتے ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

ومنها قط للماضي المنفي نحو ما رأيته قط ومنها عوض للمستقبل المنفي نحو لا اضربه عوض واعلم انه اذا اضيف الظروف الى الجملة والى اذ جاز بناؤها على الفتح كقوله تعالى هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم ويومئذ وحينئذ وكذلك مثل وغير مع ما وأن وأنّ تقول ضربته مثل ما ضرب زيد وغير أن ضرب زيد ومنها امس بالكسر عند اهل الحجاز

والخاتمة في سائر احكام الاسم ولواحقه غير الاعراب والبناء وفيها فصول

فصل اعلم ان الاسم على قسمين معرفة ونكرة فالمعرفة اسم وضع لشيء معين وهي ستة اقسام المضمرات والاعلام والمبهمات

(بقیہ ش) دوسرے کسرہ کا محتاج ہوا اور وہ دوسرا کسرہ مضاف الیہ پر اس لئے کہ اصل ہی میں جوش التقاء ساکنین تھا یعنی وہ اور اہل عرب لیکن مضاف الیہ کو محذوف شرط کو تینوں پر جیسے قبل اور بعد میں کرو کے پر جسے بضم لام دکون دال دکسر ذال و فتح نون نیز جسے بضم لام و کسر نون دال ۱۲

۱ قولہ واعلم انہ اذا اضیف الظروف الی الجملۃ الی قولہ ہذا یوم ینفع الصّدقین صدقہم (ت) اور جاننا چاہیئے کہ شان یہ ہے کہ جب مضاف کئے جائیں ظروف جملہ کی طرف یا کلمہ اذ کی طرف تو جائز ہوتا ہے مبنی ہونا ان کا فتحہ پر جیسے خدا تعالیٰ کا قول ہے ہذا یوم ینفع الصدقین الخ یعنی یہ وہ دن ہے کہ نفع دیگا سچوں کو سچ بولنا ان کا (ش) جو ظروف جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کی جواز بنا کی وجہ تو ظاہر ہے کہ مضاف الیہ کی بنا مضاف میں اثر کرے گی اس لئے کہ جملہ اپنی قرات کے لحاظ سے مبنی ہے یعنی کہ بعض کا قول ہے کہ جملہ مبنی باصل ہے اور جو ظروف اذ کی طرف مضاف ہیں ان کے جواز بنا کی وجہ یہ ہے کہ اذ بھی جملہ کی طرف مضاف ہے لہٰذا یہاں بالواسطہ مضاف الیہ کی بنا مضاف میں اثر کرے گی اور اس کی وجہ کہ فتحہ پر مبنی کیا گیا یہ ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور جواز کے لفظ سے سمجھا گیا کہ اس کو معرب پڑھنا بھی درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ظروف میں یہ ہے کہ وہ مفرد کی طرف مضاف ہوں اور جملہ کی طرف اضافت عارضی ہے ۱۲ ع ح

۲ قولہ ویومئذ وحینئذ الی قولہ اہل الحجاز (ت) اور جیسے یومئذ اور حینئذ (اس دن اور اس وقت) اور ایسے ہی لفظ مثل اور لفظ غیر ہے لفظ ما اور لفظ اَن اور اَنّ کے ساتھ کہوگا تو ضربتہ الخ مارا میں نے اس کو مانند مثل زید کے اور غیر ان ضرب زید زید کے مارنے کے سوا اور ان ہی میں سے امس ہے کسرہ کے ساتھ اہل حجاز کے نزدیک (ش) اور یومئذ اصل میں یوم اذ کان کذا اور حینئذ اصل میں حین اذ کان کذا تھا اور جس طرح ان ظروف کو مبنی پڑھنا جائز ہے ایسے ہی مثل اور غیر کو بھی جبکہ یہ دونوں لفظ ما یا لفظ اَن اور یا لفظ اَنّ کی طرف مضاف ہوں مبنی پڑھنا جائز ہے اگرچہ معرب پڑھنا بھی جائز ہے جیسے ضربتہ مثل الخ یہ اس مثل کی طرف مضاف ہے جو لفظ ما کی طرف مضاف ہو اور غیر ان ضرب زید اس غیر کی مثال ہے جو لفظ اَن کی طرف مضاف ہو اور اس مثل کی مثال جو لفظ اَنّ کی طرف مضاف ہو مثل ان ضرب زید ہے اور اس غیر کی مثال جو لفظ ما کی طرف مضاف ہو غیر ما ضرب زید ہے ۱۲

۳ قولہ قولہ والخاتمۃ الی قولہ والموصولات (ت) اور خاتمہ ثابت ہے باقی احکام اسم اور لواحق اسم میں سوائے اعراب اور بنا کے اور اس میں چند فصلیں ہیں پہلی فصل جاننا چاہیئے کہ اسم دو قسم پر ہے ایک معرفہ اور ایک نکرہ سو معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شئے معین کے لئے اور وہ چھ قسم پر ہے مضمرات اور اعلام اور مبہمات یعنی اسم اشارہ اور اسم موصول (ش) لفظ غیر الاعراب والبناء الاحکام کی صفت ہے اور لفظ سائر سور سے ماخوذ ہے بمعنی بقیہ اور اس کے معنی بواقی کے ہیں اور معرفہ کی تعریف میں لفظ معین کہنے سے نکرہ نکل گیا اور شئی معین عام ہے خواہ فرد معین ہو جیسے زید اور رجل اور انا اور انت یا جنس معین ہو جیسے اسامہ کہ یہ جنس اسد کا علم ہے اور جیسے الاسد جبکہ اس پر الف لام جنس کا ہو یا کوئی مجہول معینہ ہو اور معرفہ کی یہ چھ قسمیں استقراء سے جانی گئی ہیں احتمال عقلی اس سے زیادہ کا بھی ہے اور اسم اشارہ اور اسم موصول کو مبہمات اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسم اشارہ بغیر مشار الیہ کے اور موصول بغیر صلہ کے مبہم ہوتا ہے ۱۲

۱۔ قوله والمعرف باللام والمضاف الى قوله كرجل وفرس (ت) اور مراد لیتا ہوں میں معرف باللام اور وہ اسم جو ان قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو باضافت معنویہ اور معرف بہ ندا اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے ایک معین چیز کے لئے ایسی معین چیز کہ اس کے سوا دوسری چیز کو ایک وضع کے ساتھ شامل نہ ہو اور سب معرفوں میں زیادہ معرفہ ضمیر متکلم ہے جیسے انا اور نحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر غائب جیسے ہو پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرف بہ ندا اور مضاف مضاف الیہ کی قوت میں ہے اور نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجل اور فرس (ش) معرف باللام سے وہ الف لام مراد ہے جو عہدی یا جنسی یا استغراقی ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ لام تعریف کے معنی اس چیز کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے جس کو مخاطب جانتا ہے پس یا تو اس سے اشارہ اس لفظ کے مفہوم کی طرف ہوگا کہ جس پر الف لام داخل ہوا ہے

۸۲

اعني اسماء الاشارات والموصولات والمعرف باللام والمضاف الى

احدها اضافة معنوية والمعرف بالنداء والعلم ما وضع لشيء

معين لا يتناول غيره بوضع واحد اعرف المعارف المضمر المتكلم

نحو انا ونحن ثم المخاطب نحو انت ثم الغائب نحو هو ثم العلم ثم

المبهمات ثم المعرف باللام ثم المعرف بالنداء والمضاف في قوة المضاف

اليه والنكرة ما وضع لشيء غير معين كرجل وفرس فصل

اسماء العدد ما وضع ليدل على كمية آحاد الاشياء واصول العدد

اثنتا عشرة كلمة واحد الى عشرة ومائة والف واستعماله من

واحد الى اثنين على القياس اعني للمذكر بدون التاء وللمؤنث

تب تو وہ الف لام جنس ہے اور یا اس کی جنس کی طرف جیسے الانسان حیوان ناطق تب وہ الف لام حقیقتہ ہے اور یا کسی فرد کی طرف اشارہ ہوتا ہے تب وہ لام عہد ذہنی ہے جیسا دخل السوق اور یا ہر فرد کی طرف اشارہ ہوگا تو وہ لام استغراق ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا اور یا مفہوم لفظ کی کسی قسم کی طرف اشارہ ہو جو ہمارے اور مخاطب کے درمیان معہود ہے کہ لفظ کے سنتے ہی ذہن اس کی طرف جائے تو وہ لام عہد خارجی ہے جیسے کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول علم کی تعریف میں شئے معین بمنزلہ جنس کے ہے اور لا یتناول غیرہ بمنزلہ فصل کے ہے کہ باقی سب اقسام اس سے خارج ہوگئے اور ضمیر متکلم کے اعرف المعارف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مخاطب کے نزدیک اس میں اشتباہ محال ہے اس کے بعد مخاطب کی ضمیر کا مرتبہ ہے کیونکہ اس میں اشتباہ کی کچھ گنجائش ہے اور مضاف میں تعریف مضاف الیہ سے آتی ہے اس لئے جس درجہ کا مضاف الیہ ہوگا اسی درجہ کا مضاف ہوگا اگر کوئی اسم ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو تو وہ اعرف ہوگا اس کے بعد وہ اسم جو مخاطب ضمیر کی طرف مضاف ہو اس کے بعد وہ جو غائب ضمیر کی طرف مضاف ہو ۱۲

۲۔ قوله فصل اسماء العدد الى قوله الى عشرة رجال (ت) اسماء عدد وہ اسم ہیں جو وضع کئے گئے ہوں تاکہ دلالت کریں چیزوں کی اکائیوں کی مقدار پر اور اصول عدد کی بارہ کلمہ ہیں ایک سے لیکر دس تک اور لفظ مائۃ اور لفظ الف

اور استعمال اس عدد کا واحد سے اثنین تک موافق قیاس کے ہے مراد لیتا ہوں مذکر کے لئے بغیر تاء کے اور مؤنث کے لئے مع تاء کے کہے گا تو ایک مرد کے بارے میں واحد اور دو مردوں کے بارے میں اثنان اور ایک عورت کے بارے میں واحدة اور دو عورتوں کے بارے میں اثنتان اور ثنتان اور ثلثة سے لیکر عشرة تک خلاف قیاس ہے مراد لیتا ہوں مذکر کے لئے مع تاء کے کہے گا تو ثلثة رجال سے عشرة رجال تک (ش) یعنی اسم عدد وہ اسم ہے جو افراد اشیاء کی مقدار کو بتلاتے ہیں اس تعریف میں واحد اور اثنان وغیرہ سب داخل ہیں کیونکہ یہ سب کم منفصل کے جواب میں واقع ہوتے ہیں مگر اکثر حساب دانوں کے نزدیک واحد عدد نہیں ہے اور بعض کے نزدیک اثنان بھی عدد نہیں ہے اور اصول عدد کے بارہ کلمہ ہیں جو یہ ہیں واحد اثنان ثلثة اربعة خمسة ستة سبعة ثمانية تسعة عشرة مائة الف کیونکہ ان کے سوا جس قدر اعداد ہیں وہ سب ان ہی سے ترکیب پاتے ہیں یا ان کے تثنیہ اور جمع سے بنتے ہیں اور قیاس کے مطابق استعمال یہ بتایا ہے کہ مذکر کیلئے بلا تاء ہو اور مؤنث کے لئے مع تاء کیونکہ اصل اور قیاس یہی ہے کہ مذکر میں تاء نہ لائی جائے اور ثلثة سے لیکر عشرة تک خلاف قیاس استعمال اس وجہ سے ہے کہ ثلثة رجال میں رجال بتاویل جماعت ہوکر مؤنث ہے لہذا جمع مذکر کیلئے بھی تاء لگا دی گئی اور جب مذکر کے لئے اس علت سے تاء لگا دی گئی تو پھر مؤنث کے لئے تاء نہیں لگائی گئی تاکہ مذکر اور مؤنث میں فرق رہے ۱۲ ھ۔ اے مقدار افرادہا ای المعدودات فیدخل فی الحد الواحد والاثنان ۱۲ درایۃ النحو۔

بالتاء تقول في رجلٍ واحدٌ وفي رجلين اثنان وفي امرأةٍ واحدةٌ

بصيغة الخطاب ١٢ — بدون التاء ١٢

وفي امرأتين اثنتان وثنتان ومن ثلثة الى عشرة على

خلاف القياس اعني للمذكر بالتاء تقول ثلثةُ رجالٍ الى عشرة

وهو الاصل ١٢

رجالٍ وللمؤنث بدونها[ا] تقول ثلث نسوةٍ الى عشر نسوةٍ وبعد

اے بدون تاء ١٢

العشرة تقول احد عشر رجلاً واثنا عشر رجلاً وثلثة عشر رجلاً

بتانيث الجزء الاول ١٢

الى تسعة عشر رجلاً احدى عشرة امرأةً واثنتا عشرة امرأةً

بتذكير الجزء الثاني ١٢

وثلث عشرة امرأةً الى تسع عشرة امرأةً وبعد ذلك تقول عشرون

بتانيث الجزء الثاني ١٢

رجلاً وعشرون امرأةً بلا فرق بين المذكر والمؤنث الى تسعين

رجلاً وامرأةً واحدٌ وعشرون رجلاً واحدى وعشرون امرأةً

واثنان وعشرون رجلاً واثنتان وعشرون امرأةً وثلثة وعشرون

[ا] قوله وللمؤنث بدونها الى قوله وثلثة وعشرون رجلا (ت) اور مؤنث کیلئے بغیر تا کے کہے گا تو ثلث نسوة سے عشر نسوة تک اور عشرہ کے بعد کہیگا تو احد عشر رجلا اور اثنا عشر رجلا اور ثلثة عشر رجلا سے تسعة عشر رجلا تک اور احدی عشرة امرأة اور اثنتا عشرة امرأة اور ثلث عشرة امرأة سے تسع عشرة امرأة تک اور اس کے بعد کہیگا تو عشرون رجلا اور عشرون امرأة بغیر فرق کے درمیان مذکر اور مؤنث تسعون رجلا اور تسعون امرأة تک اور کہے گا تو احدی وعشرون رجلا احدی وعشرون امرأة اکیس مرد اور اکیس عورتیں اور اثنان وعشرون رجلا اور اثنتان وعشرون امرأة بائیس مرد اور بائیس عورتیں اور ثلثة وعشرون رجلا تئیس مرد (ش) پھر جب مؤنث کے لئے استعمال کیا گیا تو اگر مع تا استعمال کرتے ہیں تو مذکر کے ساتھ التباس لازم آتا ہے یوں اس سے تا حذف کردی گئی اور برعکس اس لئے نہیں کیا گیا کہ مذکر مؤنث سے مقدم ہے پہلے اس کے لئے بلفظ ثلثة کو مقرر کرنا ضروری ہے اور احد عشر اور اثنا عشر میں تو موافق قیاس کے استعمال رکھا کہ مذکر کے لئے بلا تا اور مؤنث کے لئے مع التا. اور یہ تصرف تخفیف کی غرض سے اور یہی کیا کہ واحد کا احد اور واحدہ کا احدی کردیا اور ثلثة عشر سے لیکر تسعة عشر تک خلاف قیاس ہے وہ یہ کہ مذکر کے لئے اس کا استعمال اس طرح ہوگا کہ دوسرے جزء سے تا کو حذف کردیں گے اور پہلے میں باقی رکھیں گے اور مؤنث کے لئے برعکس کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکیب کے بعد لفظ عشرة اصل کی طرف رجوع کرے گا نہ جزء اول تاکہ اصل کا خلاف حتی الامکان کم ہے اور جب عشرون وغیرہ کا عطف واحد من عشرون پر کیا جائے تو آحاد من عشرہ اسی قاعدہ پر رہیں گے جو مذکور ہوا یعنی احد اور اثنان موافق قیاس کے اور ثلثة سے تسعة تک خلاف قیاس اور لفظ عشرون ہر حال میں یکساں ہی رہے گا اور بیچ میں حرف عطف ضرور ہوگا اور عشر کی طرح آحاد کو عشرون کے ساتھ مرکب نہ کریں گے کہ حرف عطف بیچ میں نہ لائیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عشرون وغیرہ میں واؤ نون علامت اعراب ہے اور اگر ترکیب کردی جائے یعنی واؤ بیچ میں نہ لایا جائے تو یہ ترکیب مبنی بنانا چاہتی ہے خلاصہ میں اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اس لئے کہ واؤ نون جمع کا اس کے معرب ہونے کو چاہتا ہے اور بعد ذالک سے مراد بعد تسعة عشرہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب عشرون اور اس کے اخوات ثلثون اور اربعون وخمسون وستون وغیرہ کا عطف ایک سے لیکر دس تک کے کسی عدد پر کروگے تو دس سے کم والا عدد تو موافق بیان سابق کے استعمال ہوگا یعنی بلا عطف اور عشرون اور اس کے اخوات کو اس پر عطف کرکے استعمال کریں گے ۱۲

ـلـه قوله وثلث وعشرون امرأة الى قوله ما عرفت (ت) اور تیئیس عورتیں اور تسعة وتسعون رجلا اور تسع وتسعون امرأة تک یعنی ننانوے مرد اور ننانوے عورتیں اور مائة رجل اور الف امرأة ایک ہزار مرد اور ایک ہزار عورتیں اور مائتا رجل اور مائتا امرأة دو سو مرد اور دو سو عورتیں اور الفا رجل دو ہزار مرد اور الفا امرأة دو ہزار عورتیں بغیر فرق کے درمیان مذکر اور مؤنث کے جب عدد زیادہ ہو جائے مائة اور الف پر تو استعمال کیا جائے گا موافق اس قاعدہ کے جو تم نے جانا (ش) اور آحاد یعنی اکائیوں کی عشرات اور یک دہائی کے ساتھ ترکیب نہیں کی جائیگی جس طرح خود عشرہ کے ساتھ کی جاتی ہے اس لئے کہ واؤ اور یا عشرون اور اس کے اخوات میں علامت معرب ہونے کی ہے اور ترکیب موجب بنا ہے اور ان دونوں میں ضد ہے ایک جگہ دونوں کیسے جمع ہو سکتی ہیں اور علی قیاس ما عرفت کا مطلب یہ ہے کہ جب مائة سے کچھ زیادہ ہو جائے تو واحد کو تسعة تک اس طریقہ پر استعمال کرو جو تم نے سمجھ لیا یعنی ما عدا واحد واثنان تو موافق قیاس کے مذکر کیلئے مذکر اور مؤنث کیلئے مؤنث اور ثلثة سے تسعة تک خلاف قیاس اور پھر مائة اور دوسرے عدد کے درمیان حرف عطف بھی لانا ہوگا جیسے مائة وخمسة رجال اور مائة وخمسة نسوة

ـلـه قوله ويقدم الالف على المائة الى قوله فلا بد (ت) اور مقدم کیا جاتا ہے الف مائة پر اور مائة اکائیوں پر اور اکائیاں مقدم کی جائیں گی دہائیوں پر کہیگا تو عندی الف ومائة واحد وعشرون رجلا میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں اور الفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا دو ہزار دو سو بائیس مرد اور چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں اور لازم ہے تجھ پر باقی میں قیاس کرنا اور جاننا چاہئے کہ واحد اور اثنان کیلئے تمیز نہیں ہوتی کیونکہ لفظ ممیز دونوں میں ذکر عدد سے بے پرواہ کرتا ہے کہیگا تو عندی رجل ورجلان اور بہر حال باقی اعداد پس ضروری ہے ان کیلئے کوئی تمیز (ش) الف مقدم ہوتا ہے مائة پر اور مائة اکائیوں پر اور اکائیاں دہائیوں پر مثلا عندی الف ومائة واحد وعشرون رجلا میرے پاس ایک ہزار ایکسو اکیس مرد ہیں اور علیک بالقیاس کا مطلب یہ ہے کہ افراد میں یوں بولیں گے عندی الف ومائة واحد وواحدة واثنان واثنتان اور اضافت میں یوں کہ عندی الف ومائة وثلثة رجال وثلث نسوة اور ترکیب میں یوں کہ عندی الف ومائة واحد عشر رجلا واحدی عشرة امرأة وعندی الف ومائة وثلثة عشر رجلا وثلث عشرة امرأة اور یوں بولیں گے کہ عندی الفان ومائتان وثلث آلاف وثلث مائة سے لیکر تسع آلاف اور تسع مائة تک اور ان سب مثالوں میں عطف کے اندر عکس بھی درست ہے اور جس طرح واحد اور اثنان کی تمیز ذکر نہیں کی جاتی ایسے ہی واحدة اور اثنتان کی بھی لہذا واحد رجل اور اثنین رجلین نہیں بولا جائے گا کیونکہ ممیز کا لفظ خود ہی عدد کو بتلا دیتا ہے اور یہ جو کسی جگہ رجل واحد اور رجلان اثنان بولتے ہیں وہاں تاکید مقصود ہوتی ہے نہ ممیز تمیز ۱۲

رجلا وثلث عشرة امرأة الى تسعة وتسعين رجلا وتسع و
تسعين امرأة ثم تقول مائة رجل ومائة امرأة والف رجل والف
امرأة ومائتا رجل ومائتا امرأة والفا رجل والفا امرأة بلا فرق بين
المذكر والمؤنث فاذا زاد على المائة والالف يستعمل على
قياس ما عرفت ويقدم الالف على المائة والمائة على الآحاد
والآحاد على العشرات تقول عندي الف ومائة واحد وعشرون
رجلا والفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا واربعة الاف و
تسعمائة وخمس واربعون امرأة وعليك بالقياس واعلم ان
الواحد والاثنين لا مميز لهما لان لفظ المميز يغني عن ذكر
العدد فيهما تقول عندي رجل ورجلان اما سائر الاعداد فلا بد

(اسم العدد ۱۲) (یعنی (۱۱۲۱) ۱۲) (یعنی (۲۲۲۲) ۱۲) (ای الزم ۱۲)

ع ه وكذا الواحدة والثنتان ۱۲　ه ه اے در واحد واثنین ۱۲　بے ه باقی غیر الواحد والاثنين ۱۲

لـه قوله تقول مميز الثلثة الى العشرة الى قوله او مئين (ت) پس کہیگا تو تمیز ثلثہ کی عشرہ تک مجرور جمع ہوتی ہے کہیگا تو ثلثۃ رجال اور ثلث نسوۃ مگر جبکہ تمیز لفظ مائۃ ہو تو اس وقت ہوگی وہ مجرور مفرد کہیگا تو ثلث مائۃ اور تسع مائۃ تین سو اور نو سو اور قیاس ثلث مئات یا ثلث مئین تھا (ش) اور یہ جو کہا کہ تمیز ثلثہ کی عشرہ تک مجرور جمع ہوتی ہے تو اس میں جمع عام ہے خواہ لفظا ہو یا معنی جیسے تسعۃ رہط اور ثلث ذود وغیرہ اور ثلثہ سے لیکر عشرہ تک کی تمیز مجرور اس لئے ہوتی ہے کہ اعداد کی تمیز موصوف ہے جو معنی کے لحاظ سے مقصود ہوتی ہے کیونکہ ثلثۃ رجال اصل میں رجال ثلثۃ تھا اور اگر تمیز منصوب کر دیجاتی تو فضلہ کی صورت میں ہو جاتی اس لئے اس سے بچنے کیواسطے مجرور رکھی اور ما احد عشر کی تمیز منصوب اس لئے رکھی کہ وہاں اضافت دشوار ہے اور ثلث مائۃ میں قیاس یہی تھا کہ ثلث مائۃ مؤنث کے لئے اور ثلث مئین مذکر کے لئے مستعمل ہوتا ہے ۱۲ ٢ـه قوله ومميز احد عشر الى تسعة وتسعين الى قوله وتسعة وتسعون امرأة (ت) اور تمیز احد عشر کی تسعۃ وتسعین تک کی منصوب مفرد ہوتی ہے کہیگا تو احد عشر رجلا اور احدی عشرۃ امرأۃ الخ گیارہ مرد اور گیارہ عورتیں اور ننانوے مرد اور ننانوے عورتیں (ش) احد عشر سے تسعۃ وتسعون تک کی تمیز اس وجہ سے منصوب ہوتی ہے کہ اضافت دشوار ہے احد عشر سے تسعۃ وتسعون تک مرکبات کی اضافت کا دشوار ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ مرکب الفاظ ہیں اور اضافت مرکب کی نہیں ہو سکتی اور عشرون وغیرہ کی اضافت اس لئے دشوار ہے کہ اضافت یا مع النون ہوگی تو لازم آئیگا شبہ نون جمع کا مضاف میں باقی رہنا اور یہ ناجائز ہے اور اگر بلا نون اضافت کی جائے تو اصلی نون کا حذف کرنا لازم آئیگا جس سے کلمہ کی وضع بدلتی ہے اور اس تمیز کے مفرد لانے کی وجہ یہ ہے کہ مفرد اصل اور جمع سے اخف ہے اور تمیز سے جو مقصود ہے یعنی تفسیر وہ اس سے حاصل ہو گیا ۱۲

٣ـه قوله ومميز مائة والف الى قوله وقس على هذا (ت) اور تمیز مائۃ اور الف اور ان کے تثنیہ کی اور الف کے جمع کی مجرور مفرد ہوتی ہے کہیگا تو مائۃ رجل اور مائۃ امرأۃ ایکسو مرد اور ایک سو عورتیں ایک ہزار مرد اور ایک ہزار عورتیں اور دو سو مرد اور دو سو عورتیں اور دو ہزار مرد اور دو ہزار عورتیں اور تین ہزار مرد اور تین ہزار عورتیں اور قیاس کرو اسی پر (ش) اور تمیز مائۃ اور الف اور ان کے تثنیہ اور الف کی جمع کی مجرور مفرد ہوتی ہے مائۃ اور الف کا تثنیہ مائتان اور الفان ہے اور الف کی جمع آلاف اور الوف ہے اور جمعہا اس لئے نہ کہا کہ مائۃ کی جمع متروک ہے چنانچہ ثلث مئات یا ثلثۃ مئین نہیں بولتے بلکہ ثلث مائۃ بولتے ہیں اور یہ تمیز مجرور تو اس لئے ہے کہ تمیز اس کی طرف مضاف ہے اور مفرد اس لئے کہ نحوی لوگ عدد کثیر کی تمیز جمع لانا برا جانتے ہیں اور قس علی ہذا کا یہ مطلب ہے کہ باقی اسماء عدد کی مثالیں اسی طرح سمجھ لو ۱۲

لها من مميز فتقول مميز الثلثة الى العشرة مخفوض مجموع (بجہت اضافت اعداد سوی تمیزات خود ۱۲) تقول ثلثة رجال وثلث نسوة الا اذا كان المميز لفظ المائة (اسم میز ثلثة عشرة ۱۲) فحينئذ يكون مخفوضا مفردا تقول ثلث مائة وتسعمائة و (یعنی با فراد ماة ۱۲) القياس ثلث مئات او مئين (برائے مؤنث ۱۲ — برائے مذکر ۱۲) ومميز احد عشر الى تسعة وتسعين منصوب مفرد تقول احد عشر رجلا واحدى عشرة امرأة وتسعة وتسعون رجلا وتسع وتسعون امرأة ومميز مائة والف وتثنيتهما وجمع الالف (کہ الفان ماتان باشد ۱۲ — وآں آلاف والوف ست ۱۲) مخفوض مفرد تقول مائة رجل ومائة امرأة والف رجل والف امرأة ومائتا رجل ومائتا امرأة والفا رجل والفا امرأة وثلثة آلاف رجل وثلث آلاف امرأة وقس على هذا فصل الاسم اما مذكر واما مؤنث فالمؤنث

٤ـه قوله فصل الاسم اما مذكر واما مؤنث الى قوله كحمراء (ت) اسم یا مذکر ہوتا ہے اور یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے کہ اس میں علامت تانیث لفظا یا تقدیرا ہو اور مذکر اس کے برخلاف ہے اور علامات تانیث تین ہیں تاء جیسے طلحۃ اور الف مقصورہ جیسے حبلی (حاملہ) اور الف ممدودہ جیسے حمراء (سرخ عورت) (ش) تقسیم میں مذکر کو مقدم اس لئے کیا کہ مذکر اصل ہے اور تعریف میں مؤنث کو مقدم کیا کیونکہ اس میں اختصار ہے دوسرے اس لئے کہ مذکر عدمی ہے اور تانیث وجودی اور وجود عدم سے اشرف ہے اور لفظا میں تعمیم ہے خواہ حقیقۃ ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ اور طلحۃ وغیرہ یا حکما جیسے عقرب کیونکہ اس میں جو تاء حروف ملحقہ تانیث کے حکم میں ہے اور تاء کو جو علامت تانیث بنایا اس تاء سے مراد وہ تاء ہے جو حالت وقف میں ہا ہو جاتی ہے اور تاء کا لفظ کہنے میں کوفیوں کا رد ہے کیونکہ ان کے نزدیک علامت تانیث ہا ہے اور لفظ طلحۃ مؤنث بالعلامۃ کی مثال اس وقت ہوگا کہ جب کسی مرد کا نام ہو اور الف مقصورہ وہ ہوتا ہے جو تین حرف کے بعد واقع ہو اور الحاق کے لئے نہ ہو اور الف ممدودہ وہ ہے جو ہمزہ کے قبل واقع ہو ۱۲

ل قوله والمقدرة انما هو التاء فقط الى قوله المؤنث فلا نعيدها (ت) اور علامت تانیث جو مقدر ہوتی ہے اس کے سوا نہیں کہ وہ صرف تاء ہے جیسے ارض اور دار اُرَیضَۃٌ اور دُوَیرَۃٌ کی دلیل سے پھر مؤنث دو قسم پر ہے ایک حقیقی اور وہ وہ مؤنث ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مذکر جاندار ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ (عورت اور اونٹنی) اور دوسری قسم لفظی ہے اور وہ وہ مؤنث ہے جو اس کے برخلاف ہے مثلاً ظلمۃ (تاریکی) اور لفظ عین بمعنی آنکھ یا چشمہ اور تم جان چکے ہو احکام فعل کے جبکہ وہ مؤنث کی طرف اسناد کیا جائے لہذا ہم اس کو نہیں لوٹائے (ش) اور یہ جو کہا کہ انما ہو التاء فقط اس کا مطلب یہ ہے کہ علاوہ تاء کے اور علامات کبھی مقدر نہیں ہوتیں اور اس کی دلیل کہ ارض میں تاء مقدر ہے یہ کہ اس کی تصغیر اُرَیضَۃ تاء کے ساتھ آتی ہے اسی طرح دار کی تصغیر دُوَیرۃ تاء کے ساتھ آتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ تصغیر میں سب اصلی حروف لوٹ آتے ہیں دویرۃ کے معنی چھوٹا گھر اور اریضۃ چھوٹی زمین مؤنث حقیقی کی تعریف میں جو یہ کہا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی جاندار مذکر ہو اس میں تعمیم ہے کہ خواہ علامت تانیث لفظوں میں ہو یا نہ ہو اور امرأۃ تو منجملہ انسانوں کے مؤنث حقیقی ہے اور ناقۃ منجملہ حیوانات کے اور مؤنث لفظی حقیقی کے برخلاف یعنی وہ کہ اس کے مقابلہ میں کوئی جاندار مذکر نہ ہو اس میں تعمیم ہے کہ خواہ اس میں علامت تانیث موجود ہو یا نہ ہو پس ظلمۃ اس مؤنث لفظی کی مثال ہے جس میں علامت تانیث لفظاً موجود ہے اور عین اس مؤنث لفظی کی جس میں علامت تانیث کی مقدر ہے کیونکہ اس کی تصغیر عُیَینۃ آتی ہے اور فعل کو مؤنث کی طرف مسند کرنے کی بحث گذر چکی اسلئے اعادہ بیکار ہے اور مؤنث حقیقی وغیرہ کی تعریف بھی اگرچہ گذر چکی مگر چونکہ وہاں تبعاً گذری تھی اور یہاں قصداً ذکر کی جائے گی کیونکہ یہ اسکی بحث کا موقع ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر ضروری ہوا

ما فيه علامة التانيث لفظا او تقديرا والمذكر ما بخلافه وعلامة

التانيث ثلثة التاء كطلحة والالف المقصورة كحبلى والالف

(التي تصير عند الوقف هاء ١٢)

الممدودة كحمراء والمقدرة [1] انما هو التاء فقط كارض ودار

(تذكير باعتبار خبره ١٢)

بدليل اُرَيضة ودُوَيرة ثم المؤنث على قسمين حقيقي وهو

ما بازائه ذكر من الحيوان كامرأة وناقة ولفظي وهو ما بخلافه

(وجد فيه علامة التانيث او لم يوجد كما تأتي ١٢)

كظلمة وعين وقد عرفت احكام الفعل اذا اسند الى

(مثال تانيث لفظي حقيقة ١٢)

المؤنث فلا نعيدها فصل المثنى [2] اسم الحق باخره الف او

(لا نعيد ١٢) (اى باخره مفرده على حذف المضاف ١٢)

ياء مفتوح ما قبلها ونون مكسورة ليدل على ان معه اخر

(اى اسم الملحق ١٢)

مثله نحو رجلان ورجلين وهذا في الصحيح اما [3] المقصور فان

(ما يماثله في الوحدة والجنس جميعا ١٢) (مثلا ١٢) (اى الحاق المذكور ١٢) (اى لاسم المقصور ١٢)

كانت الفه منقلبة عن واو وكان ثلاثيا رد الى اصله كعصوان

(اى عوضا ١٢) (اى مجردا فاتلثه احرف ١٢)

ل۲ قوله المثنى اسم الى قوله بناء الصحيح (ت) تثنیہ وہ اسم ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں الف یا یاء کہ مفتوح ہو اس کا ماقبل اور نون مکسور تاکہ دلالت کرے اس پر کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا ہے اسی کی مانند جیسے رجلان اور رجلین یہ آخر میں الف یا یاء کا لاحق کرنا صحیح میں ہے (ش) تثنیہ کا بیان جمع سے پہلے اس لئے لائے کہ تثنیہ جمع سے مقدم ہے اور باخرہ کا مطلب یہ ہے کہ آخر مفرد یعنی خود اس کے آخر میں نہیں بلکہ اسکے مفرد کے آخر میں اور اس سے لفظ اثنان اور کلیہما خارج ہو گئے کہ ان کو تثنیہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان دونوں کا مفرد نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ لیدل علی ان معہ آخر مثلہ تو اس سے اسم مشترک کا تثنیہ نکل گیا جبکہ دو مختلف معنی کے اعتبار سے تثنیہ بنایا گیا ہو لہٰذا اقرءان کا تثنیہ قرءان اس وقت نہیں ہو سکتا جبکہ اسکے معنی ایک حیض اور ایک طہر کے ہوں بلکہ یا دونوں طہر اور یا دونوں حیض ہوں گے اور قمرین جو سورج اور چاند کو کہتے ہیں وہ تغلیباً کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہ یہ تثنیہ ہوا اور یہ جو کہا کہ یہ الحاق صرف صحیح میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اور تمام مقام صحیح میں بھی ١٢

ل۳ قوله اما المقصور فان كانت الفه الى قوله من اثلاث (ت) بہرحال اسم مقصور پس اگر ہے اس کا الف بدلا ہوا واؤ سے اور ہے وہ تین حرف والا تو لوٹایا جائے گا اپنی اصل کی طرف جیسے عصوان عصا میں اور اگر ہے اس کا الف بدلا ہوا یا یا واؤ سے اور حال یہ ہے کہ وہ زیادہ ہے تین حروف والے سے (ش) اور اسم مقصور کو مقصور اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا الف دراز نہیں کیا جاتا اور یہ جو کہا کہ اگر اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اس میں تعمیم ہے کہ خواہ حقیقۃً بدلا ہوا ہو جیسے عصا یا حکماً بدلا ہوا ہو اور ثلاثی سے مراد اصطلاحی ثلاثی نہیں ہے کہ جس میں تینوں حروف کا اصلی ہونا بھی ضروری ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس میں کل حرف تین ہوں اور یہ جو کہا کہ منقلبۃ عن ایاء (باقی بر صفحہ آئندہ)

(متعلقہ صفحہ ہذا) ۱؎ قولہ ولیست منقلبۃ عن شیئ تقلب یاء الی قولہ تقلب واؤ اکحمراوان فی حمراء (ت) یا نہیں ہے وہ الف بدلا ہوا کسی چیز سے تو بدلا جائے گا وہ الف یاء سے جیسے رحیان رحیٰ میں اور ملہیان ملہیٰ میں اور حباریان حباریٰ میں اور حبلیان حبلیٰ میں اور بہر حال الف ممدودہ پس اگر ہے ہمزہ اس کا اصلی تو وہ ثابت رہیگا جیسے قرآان قراء میں اور اگر ہو وہ ہمزہ تانیث کا تو بدلا جائے گا واؤ سے جیسے حمراوان حمراء میں (ش) رحیان رحیٰ کا تثنیہ ہے بمعنی چکی یہ اس کی مثال ہے کہ الف مقصورہ اس کا یاء سے بدلا ہوا ہے اور ملہیان ملہیٰ کا تثنیہ ہے بمعنی مشغول کیا گیا یہ اس اسم مقصورہ کی مثال ہے جس کے الف مقصورہ واؤ کے عوض میں آیا ہے اور وہ اسم تین حروف سے زیادہ کا ہے اور حباریٰ کا تثنیہ ہے۔ حباریٰ ایک چوپایا کو کہتے ہیں اردو میں اس کا نام سرخاب ہے یہ اس اسم کی مثال ہے جس کا الف کسی چیز سے بھی بدلا ہوا نہیں اور حبلیان حبلیٰ کا تثنیہ ہے یہ اسم رباعی ہے کہ اس کا الف کسی چیز سے بدلا ہوا نہیں اور اگر اسم ممدودہ کا ہمزہ اصلی ہو تو وہ ہمزہ تثنیہ میں اسلئے ثابت رہتا ہے کہ وہ اصلی ہے جیسے کہ قراء کا تثنیہ قراآن اور قراء عمدہ قرأت کرنیوالے کو کہتے ہیں یا عبادت گذار کو اور بعض عرب اس ہمزہ کو بھی واؤ سے بدل لیتے ہیں اور واؤ سے اس لئے بدل دیتے ہیں کہ ہمزہ کا جو کہ علامت تانیث ہے وسط میں واقع ہونا برا جانا جاتا ہے اور مسلمتان جو تا وسط میں آگئی ہے اس کی وجہ مجبوری ہے کیونکہ اگر تا نہ لاتے تو مذکر کے ساتھ التباس لازم آجاتا اور اس ہمزہ کو یاء سے نہ بدلا کہ حالت نصب وجر میں التقی نہ ہو جائے ۱۲

فی عصاوان کانت عن یاء او واو وھو اکثر من الثلاثی اولیست

منقلبۃ عن شیئ تقلب یاء کرحیان فی رحی وملھیان فی ملھی

وحباریان فی حباری وحبلیان فی حبلی واما الممدود فان

کانت ھمزتہا اصلیۃ تثبت کقراآن فی قراء وان کانت للتانیث

تقلب واوا کحمراوان فی حمراء وان کانت بدلا من اصل واوا او

یاء جاز فیہ الوجہان ککساوان وکساآن ویجب حذف نونہ

عند الاضافۃ تقول جاءنی غلاما زید ومسلما مصر وکذلک

تحذف تاء التانیث فی تثنیۃ الخصیۃ والالیۃ خاصۃ تقول

خصیان والیان لانھما متلازمان فکانھما شیئ واحد

(بقیہ حاشیہ) اس میں اس لیے تعمیم ہے کہ خواہ حقیقۃً بدلا ہوا نہیں حقیقت کی مثال رحی ہے اور حکماً کی مثال حتیٰ اور بلی جب کہ کسی آدمی کے یہ نام رکھدیئے ہوں اور اکثر من الثلاثی کا یہ مطلب کہ اس میں کم سے کم چار حروف ہوں خواہ سب اصلی ہوں یا نہ ہوں ۱۲

۲؎ قولہ وان کانت بدلا الی قولہ شیئ واحد (ت) اور اگر ہے وہ ہمزہ عوض کسی اصل حرف سے واؤ ہو وہ حرف یا یا تو اس اسم میں دونوں وجہ جائز ہیں جیسے کساوان اور کساآن اور واجب ہے حذف کرنا نون تثنیہ کا وقت اضافت کے کہے گا تو جاءنی غلاما زید الخ آیا میرے پاس دو غلام زید کے اور دو مسلمان شہر کے اور ایسے حذف کی جاتی ہے تا تانیث کی تثنیہ خصیہ اور الیہ میں خاص کر کہے گا تو خصیان اور الیان اس لئے کہ وہ دونوں باہم ایک دوسرے کو لازم ہیں پس گویا وہ دونوں ایک ہی شئے ہیں (ش) لفظ واؤا او یاء خبر ہے کان محذوف کی یعنی واؤ کان او یاء واؤ کی مثال کساء ہے کہ اصل میں کساو تھا اور یاء کی مثال رداء ہے کہ اصل میں ردای تھا اور اس میں دونوں وجہ جائز ہونے سے یہ مراد کہ خواہ اس ہمزہ کو ثابت رکھو یا بدل دو ثابت رکھنے کی مثال کساآن ہے اور بدل دینے کی مثال کساوان ہے۔ ثابت رکھنا تو اس وجہ سے جائز ہے کہ وہ اصلی حرف کی جگہ ہے اور بدلنا اس وجہ سے جائز ہے کہ اصلی نہ ہونے میں ہمزہ تانیث کے مشابہ ہے اور کذلک تحذف تاء التانیث الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب خصیۃ اور الیۃ کا تثنیہ بنایا جائے گا تو تا کو ان میں سے حذف کر دیں گے خصیان اور الیان پڑھیں گے یعنی دو خصیے اور دو سرین اور یہ تا کا حذف کرنا انہی دونوں اسموں میں جائز ہے اور اسماء میں ایسا نہیں ہے جیسے شجرۃ کا تثنیہ شجرتین اور شجرتان اور تمرۃ کا تمرتان معلوم ہوتا ہے اور قیاس یہاں بھی یہی تھا کہ تا حذف نہ ہوتی تو مذکر کا مؤنث سے التباس نہ لازم آتا مگر چونکہ دونوں الیسے اور دونوں خصیے باہم متلازم ہیں (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ) کہ ایک خصیہ دوسرے سے جدا نہیں ہوتا اور ایک الیہ دوسرے الیہ سے الگ نہیں ہوتا اس لئے گویا یہ دونوں بمنزلہ واحد کے ہیں لہٰذا یہ تثنیہ مفرد کے حکم میں ہوا اور تا تانیث مفرد کے وسط میں کبھی نہیں آتی (متعلقہ صفحہ ہذا) لـه قولہ واعلم انہ اذا ارید الی قولہ لفظا ومعنی (ت) اور جاننا چاہئے کہ شان یہ ہے کہ جب ارادہ کیا جائے تثنیہ کو تثنیہ کی طرف مضاف کرنے کا تو اول تثنیہ کو لفظ جمع کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فقد صغت قلوبکما پس کج ہوگئے دل تم دونوں کے اور فاقطعوا ایدیہما یعنی پس کاٹ ڈالو ہاتھ ان دونوں کے اور یہ بوجہ برا جاننے اکٹھے ہونے دو تثنیوں کے ہے اس شئے میں کہ مضبوط ہوا اتصال ان دونوں کے درمیان لفظ اور معنی کے لحاظ سے (ش) مضاف سے تنوین حذف

کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تنوین دلالت کرتی ہے کلمہ کے انفصال پر اور مضاف مضاف الیہ میں اتصال شدید ہوتا ہے یعنی اگر تثنیہ کو تثنیہ کی طرف مضاف کریں اور مضاف کو تثنیہ ہی باقی رکھیں تو ایسی دونوں چیزوں میں جن کے درمیان لفظاً و معنیً دونوں اعتبار سے سخت اتصال ہے دو تثنیوں کا اکٹھا ہونا لازم آتا ہے اور ایسے وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں اس لئے مضاف کو تثنیہ نہیں بناتے اور مفرد اس لئے نہیں کرتے کہ تثنیہ کے ساتھ اس کو مشابہت نہیں مجبوراً جمع بنا لیتے ہیں اور مضاف و مضاف الیہ میں لفظاً اتصال تو ظاہر ہے کہ اعراب کا اثر صرف ایک ہی کلمہ پر ہوتا ہے اور معنیً اس وجہ سے ہے کہ مضاف کا معنی مضاف الیہ کا جزء ہوتا ہے اور پہلی مثال میں قلوب کی اضافت اس کی طرف ہے اس لئے قلوب قلب کی جمع بنائی گئی ہے پھر مضاف کیا گیا ہے قلباکما نہیں کہا گیا ہے ایسے ہی دوسری مثال میں ایدیہما کہنا چاہئے تھا مگر ایدی جمع بنا کر مضاف کیا گیا ۱۲ لـه قولہ المجموع اسم دل علی آحاد الی قولہ بناء واحدہ (ت) جمع وہ اسم ہے جو دلالت کرے اکائیوں پر ایسی اکائیاں جو قصد کی گئی ہیں اس کے مفرد کے حروف سے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ (وہ تغیر) یا لفظی ہو جیسے رجال رجل میں یا تقدیری ہو جیسے فلک بروزن اُسُد کیونکہ اس کا مفرد بھی فلک ہی ہے مگر وہ بروزن قفل ہے پس لفظ قوم اور رہط اور اس کی مثل اگرچہ دلالت کرتے ہیں اکائیوں پر لیکن وہ جمع نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے لئے کوئی مفرد نہیں پھر جمع دو قسم پر ہے ایک مصحح اور وہ وہ ہے جس کے واحد کا وزن نہ بدلا ہو اور ایک مکسر ہے اور وہ وہ جمع ہے کہ اس میں اس کے واحد کا وزن بدل گیا ہو

واعلم انه اذا اريد اضافة مثنًّى الى المثنّٰى يُعبّر عن الاول بلفظ الجمع كقوله تعالى فقد صغت قلوبكما فاقطعوا ايديهما وذلك لكراهة اجتماع تثنيتين فيما تأكد الاتصال بينهما لفظا ومعنًى

فصل المجموع اسم دلّ على آحادٍ مقصودةٍ بحروفٍ مفردةٍ بتغييرٍ ما اما لفظي كرجالٍ في رجلٍ او تقديري كفلكٍ على وزن اُسُدٍ فانّ مفرده ايضا فلك لكنه على وزن قُفلٍ نحو قومٍ ورهطٍ ونحوه وان دلّ على آحادٍ لكنه ليس بجمعٍ اذ لا مفرد له ثم الجمع على قسمين مصحّح وهو ما لم يتغيّر بناء واحده ومكسّر وهو ما يتغيّر فيه بناء واحده والمصحّح على قسمين مذكّر وهو ما اُلحق بآخره واوٌ مضمومٌ ما قبلها ونونٌ مفتوحةٌ كمسلمون او ياءٌ مكسورٌ ما قبلها ونونٌ

(ش) آحاد واحد کی جمع ہے بمعنی اکائی اور بحروف کا با دلّ کے متعلق ہے اور مقصودۃ کے متعلق بھی ہو سکتی ہے اور بتغیر ما مفرد کی صفت ہے اور تغیر یا میں لفظ ما نکرہ ہے یعنی کسی قسم کا تغیر بھی ہو تو وہ کافی ہے خواہ لفظی یا تقدیری پس فلک اگر بروزن اُسُد لیا جائے تو جمع ہے کیونکہ اُسُد بھی جمع ہے اسد کی اور اگر بروزن قفل لیا جائے تو مفرد ہے کیونکہ قفل بھی مفرد ہے اور دلّ علی آحاد مقصودۃ کہنے سے اسم جنس نکل گیا جیسے نخل و تمر کیونکہ ان کی دلالت ایسی اکائیوں پر نہیں ہے جو مقصود ہوں اور بحروف مفردہ کہنے سے اسم جمع نکل گیا جیسے قوم اور رہط وغیرہ کیونکہ اگرچہ ان الفاظ کی دلالت مقصود اکائیوں پر تو ہے مگر وہ اکائیاں اس کے مفرد کے حروف سے مقصود نہیں ہیں اس وجہ سے کہ ان کا مفرد ہی کچھ نہیں اور جمع صحیح اور جمع مکسر میں جو وزن واحد کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جمع بنانے کی غرض سے وزن واحد ٹوٹ گیا ہو تب تو جمع تکسیر ہے اور اگر جمع بنانے کی غرض سے وزن واحد نہ ٹوٹا ہو تو وہ جمع صحیح ہے پس اگر تعلیل کے سبب (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ) ہو وزن ٹوٹ گیا ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا ۱۲ ۵۳ قولہ والصحیح الیٰ قولہ ماقبلہا نون (ت) اور جمع صحیح دو قسم پر ہے ایک مذکر اور وہ وہ جمع ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں واو کہ مضموم ہو اس کا ماقبل اور نون مفتوحہ جیسے مسلمون یا یاء ماقبل اس کا مکسور ہو اور نون مفتوح تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اکثر ہیں اس سے جیسے مسلمین اور یہ لاحق کرنا (جمع صحیح میں ہے ت اھ ش) یہ جو کہا کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے مفرد کا تغیر نہ ہو جمع صحیح میں اور نون بحالت رفع ہو تاکہ واو کیساتھ موافقت ہو اور یا ماقبل مکسور اور نون مفتوح حالت نصب و جر میں جمع نون دونوں حالتوں میں مفتوح ہوتا ہے اور دلیل کا لام الحق کے متعلق ہے اور دلیل میں ضمیر مرفوع کا مرجع مفرد ہے یعنی تاکہ دلالت کرے وہ مفرد بسبب الحاق کے اور یہ جو کہا کہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اکثر ہیں اس سے یعنی اس کی جنس اور معہ اور منہ کی ضمیر مفرد کی طرف راجع ہے ۱۲ متعلقہ صفحہ ہذا ملے قولہ اما المنقوص الی قولہ

كذلك ليدل على أن معه أكثر منه نحو مسلمين وهذا في
الصحيح أما المنقوص فتحذف ياءه مثل قاضون وداعون
والمقصور يحذف ألفه ويبقى ما قبلها مفتوحا ليدل على الألف
المحذوفة مثل مصطفون ويختص بأولي العلم وأما قولهم
سنون وأرضون وثبون وقلون فشاذ ويجب أن لا يكون أفعل
مؤنثه فعلاء كأحمر وحمراء ولا فعلان مؤنثه فعلى كسكران
وسكرى ولا فعيلا بمعنى مفعول كجريح بمعنى مجروح ولا فعولا
بمعنى فاعل كصبور بمعنى صابر ويجب حذف نونه بالإضافة نحو
مسلمو مصر ومؤنث وهو ما ألحق بآخره ألف وتاء نحو مسلمات و
شرطه إن كان صفة وله مذكر أن يكون مذكره قد جمع بالواو والنون نحو

وقلون فشاذ (ت) بہرحال اسم منقوص پس حذف کی جاتی ہے اس کی یاء جیسے قاضون اور داعون یعنی ادا کرنے والے اور بلانے والے اور اسم مقصور حذف کیا جاتا ہے الف اس کا اور باقی رہتا ہے اس کا ماقبل مفتوح تاکہ دلالت کرے محذوف کئے ہوئے الف پر مثلاً مصطفون اور مخصوص ہے یہ جمع صحیح ذوی العقول کے ساتھ اور بہرحال قول عرب کا سنون اور ارضون اور ثبون اور قلون پس شاذ ہے (ش) اور اسم منقوص کی جب جمع صحیح بنائی جائیگی تو اس کی یا کو حذف کیا جائے گا کہ حرکت نقل کرنے کے بعد التقاء ساکنین ہو جاتا مثلاً قاضون اصل میں قاضیون تھا حرکت یاء کی نقل کرکے ماقبل کو دی پھر دو ساکن جمع ہوئے ایک یاء دوسرا واو یاء کو حذف کر دیا قاضون ہو گیا اور داعون اصل میں داعوون تھا واو واقع ہوا طرف میں اور ماقبل کی حرکت اس کے مخالف تھی اس لئے اس واو کو یاء سے بدل دیا پھر قاضون کی طرح یاء کو گرا دیا اور مصطفون اصل میں مصطفیون تھا یا کو الف سے بدل کر الف کو دو ساکنوں کی وجہ سے حذف کر دیا پھر فا پر فتحہ باقی رکھا تاکہ معلوم ہو کہ یہاں الف حذف ہوا ہے اور یہ جو کہا کہ یہ قاعدہ جمع صحیح ذوی العقول کیساتھ خاص ہے ان الفاظ میں ٹوٹتا ہے سنۃ بمعنی سال اور ارض بمعنی زمین اور ثبۃ بمعنی جماعت مردان اور قلۃ بمعنی گلی ڈنڈا کیونکہ یہ سب غیر ذوی العقول ہیں حالانکہ ان کی جمع واو نون کیساتھ آتی ہے تو اس کا جواب دیدیا گیا کہ یہ شاذ ہے

۵۴ قولہ ویجب ان لا یکون افعل الی قولہ نحو مسلمون (ت) اور واجب ہے کہ نہ ہو وہ افعل کہ مونث اس کا فعلاء ہو جیسے احمر اور حمراء اور نہ فعلان ہو کہ جس کا مونث فعلی ہو جیسے سکران اور سکری اور نہ فعیل ہو جو معنی میں مفعول کے ہوتا ہے مثلاً جریح بمعنی مجروح (زخمی) اور نہ فعول ہو جو معنی میں فاعل کے ہوتا ہے جیسے صبور بمعنی صابر (صبر کرنے والا) اور واجب ہے حذف کرنا اس جمع کے نون کا اضافت کے سبب جیسے مسلمو مصر (شہر کے مسلمان) اور دوسری قسم جمع مونث ہے اور وہ وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے مسلمات اور جمع مونث کی شرط اگر وہ صفت ہو اور حال یہ کہ اس کے لئے کوئی مذکر بھی ہو یہ کہ ہو اس کا مذکر جمع لایا گیا ہو واو اور نون کیساتھ جیسے مسلمون (ش) اور یہ جو کہا کہ وہ افعل نہ ہو جس کا مونث فعلاء آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ اس افعل میں اور افعل التفضیل میں فرق ہے کیونکہ افعل التفضیل کا جو افعل ہوتا ہے اس کی جمع افعلین کے وزن پر آتی ہے اور یہ جو کہا کہ وہ فعلان بھی نہ ہو جس کا مونث فعلی آتا ہے اس کی وجہ بھی وہی ہے تاکہ اس فعلان میں اور اس فعلان میں فرق رہے کیونکہ جس کا مونث فعلی آتا ہے اس کی جمع فعلانون نہیں آتی مثلاً سکران کی جمع سکرانون نہیں آئے گی اور فعیل کے وزن نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر فعیل کے وزن پر کوئی اسم ہوگا تو اس میں مذکر اور مونث سب یکساں ہونگے تو اگر اس کی جمع مذکر واو نون کے ساتھ آئے گی تو اس کی جمع مونث الف تاء کے ساتھ آئے گی پھر مذکر مونث کی برابری جو اس وزن سے مقصود تھی وہ کہاں رہے گی اور فعول کے وزن پر نہ ہونے کی شرط (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۸۹) شرط لگانے کی وجہ بھی یہی ہے اور اضافت کے وقت نون جمع مذکر کا حذف ہو جاتا ہے چنانچہ مسلمو مصر میں مسلمو اصل میں مسلمون تھا تو اس کا نون اضافت کے سبب گر گیا جس طرح تثنیہ کا نون حذف ہو جاتا ہے اور لفظ مونث کا عطف مذکر پر ہے اور یہ جو کہا تا الحق باخرہ الخ یعنی با آخر مفردہ مراد ہے جمع مونث کی مثال مسلمات ہے جو مسلمۃ کی جمع ہے اور ہندات جو ہند کی جمع ہے یہ جمع غیر ذوی العقول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اگرچہ مذکر ہی کیوں نہ ہو جیسے الکواکب الطالعات کہ اس میں الطالعات کو اکب کی صفت ہے حالانکہ کوکب مذکر ہے مگر غیر ذوی العقول ہے اور شرط کی ضمیر کا مرجع یا وہ اسم ہے جس کی جمع الف تا کے ساتھ لانا مقصود ہے اور یا مونث کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اسم جس کی جمع الف تا کے ساتھ لائی جاتی ہے اسم صفت ہو اور اسکے لئے کوئی مذکر بھی ہو یہ شرط ہے کہ اسکے مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ لائی جاتی ہو مثلا مسلمات ہے کہ اس کا مفرد مسلمۃ ہے اور اسکے مذکر یعنی مسلم کی جمع واو نون کے ساتھ لائی جاتی ہے اور یہ

مسلمون وان لم يكن له مذكر فشرطه ان لا يكون مؤنثا مجردا عن التاء كالحائض والحامل وان كان اسما غير صفة جمع بالالف والتاء بلا شرط كهندات والمكسر صيغته في الثلاثي كثيرة تعرف بالسماع كرجال وافراس وفلوس وفي غير الثلاثي على وزن فعالل وفعاليل قياسا كما عرفت في التصريف ثم الجمع ايضا على قسمين جمع قلة وهو ما يطلق على العشرة فما دونها وابنيته افعل وافعال وافعلة وفعلة والجمعا الصحيح بدون اللام كزيدون ومسلمات وجمع كثرة وهو ما يطلق على ما فوق العشرة وابنيته ما عدا هذه الابنية

شرط اسلئے لگائی ہے کہ مذکر اصل ہوتا ہے اور مونث فرع تو اگر مونث کی جمع الف تا کے ساتھ آتی ہو اور مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ نہ لائی جاتی ہو تو مونث یعنی فرع کا اصل (مذکر) سے بڑھ جانا لازم آئے گا اور حدیث شریف میں جو خضراوات الف تا کے ساتھ جمع آئی ہے حالانکہ اسکے مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آتی سو اسکی وجہ یہ ہے کہ خضر اصل میں وصف تھا لیکن اب اس پر اسمیت غالب آگئی ہے لہٰذا وہ حکما اسم محض ہے ۱۲ ح ح

متعلقہ صفحہ ہذا ۱ قولہ وان لم یکن الی قولہ فی التصریف (ت) اور اگر نہ ہو اسکے لئے کوئی مذکر تو اسکی شرط یہ ہے کہ نہ ہو وہ ایسا مونث کہ تا سے خالی کر دیا گیا ہو مثلا حائض اور حامل اور اگر ہو اسم غیر صفت تو جمع لایا جائے گا الف اور تا کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جیسے ہندات اور جمع مکسر کے صیغے اسکے ثلاثی میں بہت ہیں جو سننے سے پہچانے جاتے ہیں مثلا رجال و افراس و فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر ازروئے قیاس آتے ہیں جیسا کہ تم نے علم صرف میں جانا (ش) اور اگر اس کے لئے کوئی مذکر موجود نہ ہو تو تا سے خالی نہ ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ مونث تا سے خالی ہو اور اسکی جمع بھی الف تا کے ساتھ جمع لائی جائے تو یہ نہ معلوم ہو سکے گا کہ اس کا مفرد تا والا ہے یا بلا تا والا اور التباس لازم ہوگا اور جمع مکسر کے وزن ثلاثی مجرد میں مقرر نہیں ہیں بلکہ کلام عرب کے سننے پر موقوف ہیں اور بکثرت ہیں جیسے رجال رجل کی جمع اور افراس فرس کی اور فلوس فلس کی اور غیر ثلاثی میں اس کے وزن مقرر ہیں جیسے فعالل اسکی مثال دراہم ہے اور فعالیل اسکی مثال دنانیر ہے ۱۲ ۲ قولہ ثم الجمع ایضا الی قولہ فما دونہا (ت) جمع پھر دو قسم پر ہے ایک جمع قلت اور وہ وہ جمع ہے کہ جس کا اطلاق دس اور اس سے کم پر ہوتا ہے (ش) جب جمع کی تقسیم بلحاظ لفظ کر چکے تو اب اسکی تقسیم بلحاظ معنی کرتے ہیں اور یہ تقسیم ہے خاص جمع تکسیر ہی کی نہیں ہے بلکہ جمع مطلق کی ہے اور فما دونہا جو کہا اس سے مراد یہ ہے کہ دس سے کم پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہو مگر یہ بات واضح ہے کہ یہ کمی تین سے نیچے نہیں جائے گی ۱۲ ۳ قولہ وابنیتہ افعل الی قولہ ومسلمات (ت) اور اسکے اوزان افعل اور افعال اور افعلۃ اور فعلۃ ہیں اور دو صیغے جمع صحیح کے بغیر لام کے جیسے زیدون اور مسلمات (ش) ابنیتہ جمع بناء کی ہے یعنی وزن افعل کی مثال جیسے اکلب یہ کلب کی جمع اور افعال کی مثال جیسے اجسام کہ یہ جسم کی جمع ہے اور افعلۃ کی مثال امثلۃ ہے کہ یہ مثال کی جمع ہے اور فعلۃ کی مثال غلمۃ ہے کہ یہ غلام کی جمع ہے اور جمعا الصحیح میں جمعا اصل میں جمعان تھا نون بوجہ اضافت کے گر گیا اور ان دونوں جمع صحیح سے مراد جمع مذکر اور جمع مونث ہے اور فراء نے ایک وزن فعلۃ بھی زیادہ کیا ہے جیسے اکلۃ اکل کی جمع ہے اور بعض نے افعلاء کو بھی اس میں داخل کیا ہے جیسے اصدقاء اور بدون اللام تمام وزنوں کی قید ہے لہٰذا ان میں سے اگر کوئی وزن بھی معرف باللام ہو (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۹۰) تو اس کا حکم ایسا نہ ہوگا اس لئے کہ اصل معرف باللام میں استغراق ہے ۱۲ سکہ قولہ جمع کثرۃ الی قولہ نحو الابنیات (ت) اور دوسری قسم جمع مطلق کی جمع کثرت ہے اور وہ وہ جمع ہے جس کا اطلاق کیا جاتا ہے دس یا زیادہ پر اور اس کے اوزان ان وزنوں کے ماسوا ہیں (ش) اور جمع کثرت جو مافوق عشرہ پر اطلاق کی جاتی ہے سو وہ کسی خاص حد تک محدود نہیں ہوتی بلکہ جتنے بھی عدد ہوں سب پر اطلاق کی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک جمع کا وزن دوسری جمع میں استعمال کیا جاتا ہے باوجودیکہ دوسری کا وزن موجود ہوتا ہے مثلاً ثلاثۃ قروء میں فعول کا وزن آگیا حالانکہ اقراء اس کے لئے موجود تھا لیکن اس میں کوئی نہ کوئی نکتہ ضرور ہوتا ہے ۱۲ عہ اے لذالک المؤنث فی الصفۃ ۱۲ عہ اے شرط اسم کر جمع آورده شود بتا ۱۲ سہ اے فذالک المؤنث او الاسم ۱۲ ۱۲ + + + +

(۹۱) متعلقہ صفحہ ھذا سلہ قولہ فصل المصدر اسم یدل الی قولہ والفعللۃ والتفعلل مثلا (ت)

فصل المصدر اسم يدل على الحدث فقط ويشتق منه

الافعال كالضرب والنصر مثلا وابنيته من الثلاثي

المجرد غير مضبوطة تعرف بالسماع ومن غيره قياسية

كالافعال والانفعال والاستفعال والفعللة والتفعلل

مثلا فالمصدر ان لم يكن مفعولا مطلقا يعمل عمل فعله

اعني يرفع الفاعل ان كان لازما نحو اعجبني قيام زيد و

ينصب مفعولا ايضا ان كان متعديا نحو اعجبني ضرب زيد

عمرا ولا يجوز تقديم معمول المصدر عليه فلا يقال اعجبني

زيد ضرب عمرا او عمرا ضرب زيد ويجوز اضافته الى

الفاعل نحو كرهت ضرب زيد عمرا والى المفعول نحو كرهت ضرب

مصدر ایک اسم ہے جو دلالت کرتا ہے فقط حدث پر اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہیں جیسے الضرب اور النصر مثلاً اور اس کے وزن ثلاثی مجرد سے منضبط کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ سننے سے پہچانے جاتے ہیں اور ثلاثی کے غیر سے قیاسی ہیں جیسے افعال انفعال استفعال فعللۃ تفعلل مثلاً (ش) تمام متعلقات فعل سے پہلے مصدر کو لانا اس کی دلیل ہے کہ مصنف کے نزدیک مصدر اشتقاق میں اصل ہے جیسے بصریوں کی رائے ہے تعریف میں لفظ اسم بڑھا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ مصدر ان کے نزدیک لفظ کا نام ہے نہ کہ معنی کا اور جس طرح مصدر سے افعال مشتق ہوتے ہیں اسی طرح متعلقات فعل بھی اور اشتقاق کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کی طرف رد کرنا اور لوٹانا ہے اس وجہ سے کہ ان دونوں میں لفظی اور معنوی مناسبت ہے اور مناسبت لفظی تو ظاہر ہے اور مناسبت معنویہ یہ ہے کہ مشتق منہ کے معنی مشتق میں داخل ہوں اور اوزان ثلاثی مجرد کے محفوظ نہیں ہیں بلکہ عرب سے سننے جانے پر موقوف ہیں دوسرے الفاظ کو سنے ہوؤں پر قیاس نہیں کر سکتے اور سیبویہ کے نزدیک ۳۲ اوزان تینتیس ہیں جیسا کہ علم صرف میں اس کی تفصیل مذکور ہے اور غیر ثلاثی مجرد کے اوزان کو قیاس کر سکتے ہیں سلہ قولہ فالمصدر ان لم یکن الی قولہ کرہت ضرب عمرو زید (ت) پس مصدر اگر نہ ہو مفعول مطلق تو وہ عمل کرے گا اپنے فعل کا سا عمل کرنا مراد لیتا ہوں رفع دیگا فاعل کو اگر ہو لازم جیسے اعجبنی قیام زید پسند آیا مجھ کو زید کا کھڑا ہونا اور نصب دیگا مفعول کو بھی اگر ہو متعدی جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا پسند آیا مجھ کو زید کا عمرو کو مارنا اور نہیں جائز ہے مقدم کرنا معمول مصدر کو مصدر پر پس نہ بولا جائیگا اعجبنی زید ضرب عمرا اور نہ یہ بولا جائے گا کہ عمرا ضرب زید اور جائز ہے مصدر کو مضاف کرنا فاعل کی طرف جیسے کرہت ضرب زید عمرا یعنی برا جانا میں نے زید کا عمرو کو مارنا اور مضاف کرنا مفعول کی طرف جیسے کرہت ضرب عمرو زید برا جانا میں نے عمرو کو زید کا مارنا (ش) یعنی اگر مصدر مفعول مطلق نہ ہو تو وہ اپنے فعل کا سا عمل کریگا اپنے فعل سے وہ فعل مراد ہے جو اس مصدر سے مشتق ہوا ہو اور اس مصدر کے عمل میں یہ قید نہیں ہے کہ وہ زمانہ حال یا استقبال رکھتا ہو بلکہ اگر ماضی کا زمانہ بھی رکھتا ہوگا تب بھی عمل کریگا اور مثال مذکور یعنی اعجبنی قیام زید میں دونوں مرفوع ہیں بلا اضافت کے اسی طرح دوسری مثال ضرب زید میں بھی دونوں مرفوع ہیں اور اعجبنی زید ضرب عمرا بولنا ناجائز ہے کیونکہ اس میں زید ضرب کا فاعل ہے اور وہ ضرب سے پہلے ہے اور نہ اعجبنی عمرا ضرب زید جائز ہے کیونکہ اس میں عمرا ضرب کا مفعول بہ ہے اور وہ ضرب سے مقدم ہے خلاصہ یہ کہ ضرب مصدر کا تو فاعل اس سے پہلے آسکتا ہے اور نہ مفعول اسکی وجہ یہ ہے کہ مصدر (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۹۱) کہ مصدر اَن مع الفعل کی تقدیر میں ہوتا ہے اور یہ تاویل اس سے کہ اَن کی خبر میں جو چیز ہوتی ہے وہ اس اَن سے متقدم کسی اسم میں عمل نہیں کر سکتی لیکن علامہ رضی نے ظرف میں اس کو جائز بتلایا ہے واللہ اعلم۔ اور جب مصدر کی اضافت فاعل کی طرف کی جائے تو مفعول کا ذکر اور حذف دونوں جائز ہیں ایسے ہی جب اس کی اضافت مفعول کی طرف کی جائے تو فاعل کا ذکر اور حذف دونوں جائز ہیں البتہ محذوف کیلئے قرینہ شرط ہے اور اضافت الی الفاعل اور حذف مفعول کی مثال کرہت ضرب زید ہے اور اضافت الی المفعول اور حذف فاعل کی مثال لا یسأم الانسان من دعاء الخیر ہے کہ اس میں خیر مفعول بہ ہے اور فاعل محذوف ہے ۱۲ متعلقہ صفحہ ھذا ۱۱ قولہ واما ان کان مفعولاً مطلقاً الی قولہ منصوب بضربت (ت) اور بہر حال اگر وہ مصدر مفعول مطلق ہیں

عمل اس فعل کے لئے ہوگا جو اس سے پہلے ہے جیسے ضربت ضرباً عمراً مارا میں نے مارنا عمرو کو پس لفظ عمرو منصوب ہے بوجہ ضربت کے (ش) اور مصدر جب مفعول مطلق ہو تو اس حالت میں عمل نہیں کریگا بلکہ اسوقت عامل وہ فعل ہوگا جس کا یہ مصدر مفعول مطلق ہے کیونکہ عامل قوی کے موجود ہوتے ضعیف عامل کا معمول بنانا درست نہیں ۱۲ ۱۲ قولہ فصل اسم الفاعل اسم الی قولہ کمدخل و مستخرج (ت) اسم فاعل وہ اسم جو مشتق ہوتا ہے فعل سے تاکہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے اس حال میں کہ ثابت ہو وہ اسم بمعنی حدوث اور صیغہ اسم فاعل کا ثلاثی مجرد سے بروزن فاعل آتا ہے جیسے ضارب اور ناصر اور غیر ثلاثی مجرد سے اس صیغہ مضارع کے وزن پر آتا ہے جو اس فعل سے بنایا جائے مع میم مضموم کے بجائے علامت مضارع کے اور مع کسرہ ماقبل آخر کے جیسے مدخل اور مستخرج (ش) اور یہ جو کہا کہ اسم فاعل وہ اسم ہے جو مشتق ہوتا ہے اسکے کہنے سے غیر مشتق نکل گیا کیونکہ اس کا نام اسم فاعل نہیں ہے مشتق بھی فعل سے بتلایا کیونکہ اگر تمام صفات مصدر ہی سے مشتق ہوتے ہیں مگر بالواسطہ تو اسم فاعل بذات خود فعل سے مشتق ہے اگرچہ فعل مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور لیدل کا لام مشتق کے متعلق ہے اور من قام بہ الفعل کہنے سے اسم مفعول نکل گیا کیونکہ وہ وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا ہے تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہو اور بمعنی الحدوث کہنے سے صفت مشبہ نکل گئی کیونکہ وہ بمعنی الثبوت ہوتی ہے نہ بمعنی الحدوث جیسے حسن اور کریم وہ شخص ہوتا ہے جس کے لئے حسن اور کرم دائم ثابت ہو نہ وہ کہ جس کے لئے یہ صفات

عمرو زيدٌ وامّا ان كان مفعولاً مطلقاً فالعمل للفعل الذى قبله نحو ضربتُ ضرباً عمراً فعمرو منصوبٌ بضربتُ

فصل اسمُ الفاعل اسمٌ مشتقٌ من فعلٍ ليدلَّ على من قام به الفعل بمعنى الحدوث وصيغته من الثلاثى المجرد على وزن فاعلٍ كضاربٍ وناصرٍ ومن غيره على صيغة المضارع من ذلك الفعل بميمٍ مضمومةٍ مكان حرف المضارعة وكسر ما قبل الآخر كمُدخِلٍ ومستخرِجٍ وهو يعمل عمل فعله المعروف ان كان بمعنى الحال والاستقبال ومعتمداً على المبتدأ نحو زيدٌ قائمٌ ابوه او ذى الحال نحو جاءنى زيدٌ ضارباً ابوه عمراً او موصولٍ نحو مررتُ بالضاربِ ابوه عمراً او موصوفٍ نحو عندى رجلٌ ضاربٌ

الف لام موصول بمعنى الذى ۱۲　　موصوف ۱۲

عدم کے بعد حادث ہوں اور اسم تفضیل بھی اس سے خارج ہو گئی اور من الثلاثی المجرد جار اور مجرور باہم مل کر اور متعلق الثابتۃ محذوف کے ہو کر صیغۃ کی صفت ہے یعنی الثابتۃ یا الکائنۃ من الثلاثی المجرد اور یہ جملہ کہ ومن غیرہ علی صیغۃ المضارع جملہ وصیغتہ من الثلاثی المجرد پر معطوف ہے اور غیر ثلاثی مجرد میں ثلاثی مزید فیہ بھی داخل ہے اور علامت مضارع کی جگہ میم مضموم ہر حال میں لائی جائے گی خواہ علامت مضارع مضموم ہو یا نہ ہو ایسے ہی ماقبل آخر کو کسرہ ہر حال میں دیا جائے گا خواہ مضارع میں مکسور ہو یا نہ ہو ۱۲ ۱۳ قولہ وہو یعمل عمل فعلہ الی قولہ نحو ما قائم زید (ت) اور وہ اسم فاعل اپنے فعل معروف کا سا عمل کرتا ہے اگر وہ اسم فاعل معنی میں حال یا استقبال کے اور ہو اعتماد کرنے والا مبتدا پر جیسے زید قائم ابوہ زید کھڑا ہونے والا ہے باپ اس کا یا اعتماد کرنے والا ذو الحال پر جیسے جاءنی زید ضارباً ابوہ عمراً (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۹۲) آیا میرے پاس زید درانحالیکہ مارنے والا ہے باپ اس کا عمرو کو یا اعتماد کرنے والا موصول پر جیسے مررت بالضارب ابوہ عمروا گذرا میں اس شخص پر کہ مارنے والا ہے باپ اس کا عمرو کو یا اعتماد کرنے والا موصوف پر جیسے عندی رجل ضارب ابوہ عمروا میرے پاس ایک ایسا مرد ہے کہ مارنے والا ہے باپ اس کا عمرو کو یا اعتماد کرنے والا ہمزہ استفہام پر جیسے اقائم زید کیا کھڑا ہونے والا ہے زید یا اعتماد کرنے والا حرف نفی پر جیسے ما قائم زید نہیں کھڑا ہونے والا ہے زید (ش)، اور چونکہ اسم فاعل کا عمل مضارع کی مشابہت کی وجہ سے ہے اس لئے مضارع کی طرح اس میں بھی زمانہ حال یا استقبال شرط کر دیا گیا اور اعتماد کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اس سے اسم فاعل عمل میں قوی ہو جاتا ہے [illegible] کا استعمال ان تینوں صورتوں میں اپنی اصلی وضع پر ہے [illegible] صفت ہونا موصوف اور حرف استفہام ونفی پر اعتماد کرنے میں اس وجہ سے کہ [illegible] معلوم ہو جائے [illegible] مشابہت [illegible] کرتے ہیں ۔

۹۳

ابوه عمروٌ او همزة الاستفهام نحو اقائمٌ زيدٌ او حرف النفي نحو ما قائمٌ زيدٌ فان كان بمعنى الماضي وجبت الاضافة معنىً نحو زيدٌ ضاربُ عمرٍو امسِ هذا اذا كان منكراً اما اذا كان معرّفاً باللام يستوي فيه جميع الازمنة نحو زيدٌ الضاربُ ابوه عمروٌ الآن او غداً او امسِ

فصل

اسم المفعول اسمٌ مشتقٌّ من فعلٍ متعدٍّ ليدلَّ على من وقع عليه الفعل وصيغته من مجرّد الثلاثي على وزن مفعول لفظاً كمضروبٍ او تقديراً كمقولٍ ومرميٍّ ومن غيره كاسم الفاعل بفتح ما قبل الآخر كمُدخَلٍ ومستخرَجٍ ويعمل عمل فعله المجهول بالشرائط المذكورة في اسم الفاعل نحو زيدٌ مضروبٌ غلامُه الآن او غداً او امسِ

متعلقہ صفحہ ہذا ۱؎ قولہ فان کان بمعنی الماضی الی قولہ نحو زید ضارب عمرو امس (ت) پس اگر ہو اسم فاعل معنی میں ماضی کے تو واجب ہے کہ اضافت معنوی جیسے زید ضارب عمرو امس زید مارنے والا ہے عمرو کو کل گذشتہ (ش) اسم فاعل جب بمعنی ماضی ہو تو اس کی اضافت اس وجہ سے واجب ہے کہ اس کا عامل ہونا شرط حال یا استقبال ہونا [illegible] اضافت معنوی ہونے کی وجہ یہ ہے [illegible] صیغہ صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور اس حالت میں اسم فاعل عامل ہو [illegible] اضافت کہاں ہوگی [illegible] میں اختلاف ہے [illegible] اسم فاعل کو عامل [illegible] نزدیک مضاف نہیں ہوگا اور اگر اضافت ہوگی بھی تو معنوی نہ ہوگی بلکہ لفظی ہوگی ۲؎ قولہ ہذا اذا کان منکرا الی قولہ او غدا او امس (ت) یہ عمل نہ کرنا اسم فاعل کو بشرط حال یا استقبال اس وقت ہے کہ جب اسم فاعل نکرہ ہو بہرحال جب معرف باللام ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہوتے ہیں جیسے زید الضارب ابوہ عمرو الآن یعنی زید مارنے والا ہے باپ اس کا عمرو کو اب یا کل آئندہ یا کل گذشتہ۔ (ش) اسم فاعل کا بشرط حال و استقبال عامل ہونا اس وقت ہے کہ جب اسم فاعل نکرہ ہو اور اگر معرف باللام ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہیں کسی قید حال یا استقبال کی نہیں ہے کیونکہ اس حالت میں اسم فاعل مطلق فعل کے قائم مقام ہے اس وجہ سے کہ [illegible] ۳؎ قولہ فصل اسم المفعول الی قولہ کمدخل ومستخرج (ت) اسم مفعول وہ اسم مشتق ہے فعل متعدی سے تاکہ دلالت کرے اس ذات پر کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے بروزن مفعول آتا ہے لفظاً اور غیر ثلاثی مجرد سے مانند اسم فاعل کے آتا ہے بفتح ما قبل آخر کے جیسے مدخل اور مستخرج (ش) اسم مفعول کی تعریف میں مشتق ہونے کی قید اس وجہ سے لگائی کہ جو مشتق نہیں ہوتا وہ اسم مفعول نہیں [illegible] مشتق ہونے کی قید لگائی کیونکہ اسم مفعول [illegible]

[illegible] مشتق ہوتا ہے [illegible] متعدی سے مشتق ہونے کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اسم مفعول فعل لازم سے مشتق نہیں ہوتا تاکہ دلالت کرے اس ذات پر کہ جس پر فعل واقع ہوا ہے اس سے اسم فاعل خارج ہو گیا ایسے ہی صفت مشبہ اور اسم تفضیل وغیرہ بھی خارج ہو گئے [illegible] اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے بروزن مفعول آتا ہے اس سے مراد اکثر اوقات ہیں [illegible] اور تقدیرا مفعول کے وزن پر ہونے کی مثال [illegible] حال و استقبال [illegible] معرف باللام ہو تو یہ شرط ساقط ہے اور دوسری شرط اعتماد والی ہے کہ مبتدا، ذوالحال، موصوف، ہمزہ، حرف نفی پر اعتماد کئے ہوئے ہو۔ ۴؎ قولہ ویعمل عمل فعلہ الی قولہ او غدا او امس (ت) اور عمل کرتا ہے وہ اسم مفعول مانند فعل اپنے کے مجہول کے ساتھ ان شرائط کے جو اسم فاعل میں ذکر کئے گئے ہیں جیسے زید مضروب غلامہ الآن الخ زید مارا گیا ہے غلام اس کا اب یا کل آئندہ یا کل گذشتہ (ش) ملاحظہ اگر بمعنی ماضی ہوگا تو اس کی اضافت معنوی ضروری ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم مفعول فعل مجہول [illegible] (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۹۳) مشابہت رکھتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ یہ کہ جس چیز کا اسم فاعل محتاج ہوتا ہے اس کا یہ بھی محتاج ہوتا ہے اسلئے مشابہت فعل اور شرائط کی شرطیت میں اسم فاعل کا شریک ہو گیا اور زمانہ حال یا استقبال کی شرط متقدمین نحویوں کے کلام میں نہیں پائی گئی لیکن متاخرین نے یہ شرط اعتبار کی ہے اور کتاب میں لفظ مضروب اس قول میں کہ نحو زید مضروب الآن غیر معرف باللام ہے تو شاید مصنف نے متقدمین کا مسلک اختیار کیا ہو ورنہ کاتب کی غلطی ہے مضروب لکھا گیا ہے اور صحیح المضروب ہے الف لام کے ساتھ واللہ اعلم ۱۲ از عاجز شارح محمد حیات عفی عنہ

(متعلقہ صفحہ ھذا) لـہ قولہ فصل الصفة المشبهة الی قولہ ثمانیة عشر (ت) صفت مشبہ وہ اسم ہے جو مشتق ہوتا ہے فعل لازم سے تاکہ دلالت کرے اس ذات پر کہ قائم ہوا ہو اس کے ساتھ فعل بمعنی ثبوت اور اس کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے خلاف ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ پہچانے جاتے ہیں صیغے اس کے سننے سے جیسے حسن اچھا صعب دشوار ظریف خوش طبع اور وہ صفت مشبہ عمل کرتا ہے اپنے فعل کی مثل مطلقاً (زمانہ کی قید کے بغیر) بشرط اعتماد مذکور اور صفت مشبہ کے مسائل اٹھارہ ہیں (ش) صفت مشبہ کو مشبہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اسم فاعل کے ساتھ مشابہ ہوتی ہے یعنی تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث ہونے میں اور اسم مشتق من فعل لازم کہنے سے وہ اسم فاعل اور اسم مفعول اور افعل التفضیل خارج ہو گئے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتے ہوں اور لیدل علی من قام به الفعل کہنے سے اسم زمان اور اسم مکان اور اسم آلہ نکل گیا اور بمعنی الثبوت کہنے سے وہ اسم تفضیل اور اسم فاعل نکل گیا جو فعل لازم سے مشتق ہوتا ہے اور بمعنی الثبوت ترکیب میں حال ہے یعنی حال کون ذالک الاسم کائنا بمعنی الثبوت پس زید کریم میں کریم کے معنی اس شخص کے ہیں جس کیلئے کرم ثابت ہو نہ اس کے جس کیلئے کرم حادث ہو اور صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کے برخلاف ہیں اور یہ بات یاد رکھو کہ صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل لازم کے ساتھ اس بات میں مخالف ہے کہ فعل لازم تو کسی اسم کو نصب نہیں دیتا مگر صفت مشبہ اسم کو مفعول کے ساتھ مشابہ کر کے نصب دیتا ہے اور یہ جو کہا کہ مسائلها ثمانية عشر سو ان پر مسائل کا اطلاق اس وجہ کیا کہ ان کے حکم سے سوال کیا جاتا اور بحث کیجاتی ہے ۱۲

فصل

الصفة المشبهة اسم مشتق من فعل لازم ليدل على من قام به الفعل بمعنى الثبوت وصيغتها على خلاف صيغة اسم الفاعل والمفعول وانما تعرف بالسماع كحسن وصعب وظريف وهي تعمل عمل فعلها مطلقا بشرط الاعتماد المذكور ومسائلها ثمانية عشر لأن الصفة اما باللام او مجردة عنها ومعمول كل واحد منهما اما مضاف او باللام او مجرد عنهما فهذه ستة ومعمول كل منها اما مرفوع او منصوب او مجرور فذلك ثمانية عشر وتفصيلها نحو جاءني زيد الحسن وجهه ثلثة اوجه وكذلك الحسن الوجه والحسن وجها وحسن وجهه وحسن الوجه وحسن وجها وهي على خمسة اقسام منها ممتنع الحسن وجه والحسن وجهه

ـلـہ قولہ لان الصفة اما باللام الی قولہ والحسن وجهه (ت) صفت مشبہ یا الف لام کے ساتھ ہوگی یا خالی از الف لام اور معمول ہر ایک کا ان دونوں میں سے یا مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا خالی از ہر دو پس یہ کل چھ قسمیں ہوئیں اور معمول ہر ایک کا ان چھوں میں سے یا مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور پس یہ سب قسمیں اٹھارہ ہوئیں اور تفصیل ان مسائل کی یہ ہے کہ جیسے جاءنی زید الحسن وجهه یہ تین صورتیں ہیں یعنی آیا میرے پاس زید کہ حسین ہے چہرہ اس کا اور ایسے ہی الحسن الوجه اور حسن وجهه اور حسن وجه اور حسن الوجه اور وہ مسائل صفت مشبہ کے پانچ قسم پر ہیں بعض ان میں سے ممتنع ہیں یعنی الحسن وجه اور الحسن وجهه (ش) صفت مشبہ کے اٹھارہ مسائل کی تفصیل یہ ہے کہ صفت مشبہ دو حال سے خالی نہیں یا اس پر الف لام تعریف کا داخل ہوگا جیسے الحسن اور یا نہ ہوگا جیسے حسن اور پھر دونوں قسموں میں سے ہر ایک کا معمول تین حال سے خالی نہیں یا معرف باللام ہوگا جیسے الوجه یا مضاف ہوگا جیسے وجهه یا دونوں سے خالی ہوگا جیسے وجه پس یہ کل چھ قسمیں ہوئیں کیونکہ دو کو تین میں ضرب دینے سے چھ قسمیں ہوتی ہیں پھر ان چھ قسموں میں سے ہر ایک قسم کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور تو کل اٹھارہ قسمیں ہوئیں کیونکہ چھ کو تین میں ضرب دینے سے اٹھارہ ہوتے ہیں اور یہ جو کہا کہ فذلك ثمانية عشر یہ جملہ مستانفہ ہے اور سوال محذوف کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ کم کانت الاقسام کل قسمیں کتنی ہوئیں تو اس کا جواب یہ ہو گیا کہ اٹھارہ خلاصہ یہ ہے کہ صفت مشبہ کی استعمال کی جو کل اٹھارہ صورتیں ہیں ان میں سے بعض صورتیں ممتنع یعنی ناجائز ہیں اور وہ کل دو ہیں ۱ صفت مشبہ معرف باللام اور معمول مجرد ۲ صفت مشبہ معرف باللام اور معمول مضاف بمجرد اور ان کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اضافت بیکار رہتی ہے باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ ص۹۴) اور دوسری صورت میں علاوہ اضافت کے بیکار رہنے کے یہ بات بھی ہے کہ معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف لازم آتی ہے جو اضافت کی وضع کے خلاف ہے اور گو یہ اضافت لفظی ہے لیکن اس بارہ میں یہ اضافت معنویہ کا حکم رکھتی ہے ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) ۱ قولہ ومختلف فیہ الا قولہ نحو زید حسن وجہہ (ت) اور بعض قسمیں مختلف فیہ ہیں یعنی حسن وجہہ اور باقی سب قسمیں احسن ہیں اگر ان میں ایک ضمیر ہو اور حسن ہیں اگر ان میں دو ضمیریں ہوں اور قبیح ہیں اگر ان میں کوئی ضمیر نہ ہو اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تو جب اس صفت کی وجہ سے رفع دے اس کے معمول کو تو کوئی ضمیر نہ ہوگی صفت میں اور جب نصب دے گا تو یا جر دے گا تو اس صفت میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی جیسے زید حسن وجہہ (ش) اور بعض صورتیں مختلف فیہ ہیں اور وہ وہ صفت مشبہ ہے جو الف لام سے خالی ہو اور اس کا معمول مجرور مضاف ہو اور بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ اس میں اضافت شئی کی اپنے نفس کی طرف لازم آتی ہے ناجائز کہتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں اور یہی قوی ہے اسلئے کہ حسن کا لفظ وجہ سے عام ہے اور ان کے علاوہ باقی پندرہ صورتوں میں سے کل صورتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر اس میں صرف ایک ضمیر ہے تو وہ احسن ہے کیونکہ اس سے مقصد مع الاختصار حاصل ہے یعنی موصوف کے ساتھ لفظوں میں ربط ہے اور اگر اس میں دو ضمیریں ہیں تو وہ حسن ہے کیونکہ گو مقصد تو اس میں بھی حاصل ہے مگر لفظ کی زیادتی بھی ہے اسلئے احسن سے کم درجہ ہے اور اگر ایک بھی ضمیر نہ ہو تو وہ قبیح ہے کیونکہ موصوف کے ساتھ ربط جو مقصود تھا حاصل نہیں اور چونکہ صفت مشبہ میں ضمیر کا ہونا نہ ہونا پوشیدہ ہے بخلاف معمول کے کہ اس میں ضمیر کا ہونا نہ ہونا ظاہر ہے اس لئے اس کا ایک ضابطہ بتلانا پڑا کہ یہ بات دیکھو کہ معمول مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور اگر معمول صفت مشبہ کی وجہ سے مرفوع ہے تو صفت میں ضمیر نہ ہوگی کیونکہ وہ معمول صفت کا فاعل ہو جائے گا اور اگر معمول منصوب یا مجرور ہوگا تو صفت میں ضمیر ضرور ہوگی تاکہ وہ صفت کا فاعل بنے ۱۲ تمام قسموں کو مع امثلہ و احکام اس نقشہ سے سمجھ سکتے ہو

وَمُختلفٌ[۱] فيه حسنٌ وجهِه والبواقي اَحسنُ ان كان فيه ضميرٌ واحدٌ وحسنٌ ان كان فيه ضميرانِ وقبيحٌ ان لم يكن فيه ضميرٌ والضابطةُ انّك متى رفعتَ بها معمولَها فلا ضميرَ في الصفةِ ومتى نصبتَ او جررتَ ففيها ضميرُ الموصوفِ نحو زيدٌ حسنٌ وجهَه

لحصول المقصود مع قلة الاختصار وخير الكلام ما قل ودل ۱۲

لعدم الربط بالموصوف لفظاً ۱۲

والا يلزم تعدد الفاعل لعامل واحد وهو ممتنع ۱۲

على التشبيه بالمفعول في المعرفة والتمييز في النكرة ۱۲

لاحتياج الصفة الى الفاعل ۱۲

نمبر شمار	قسم صفت مشبہ	قسم معمول	رفع بوجہ فاعلیت	حکم	نصب بوجہ تشبیہ بمفعول یا تمییز	حکم	جر بوجہ اضافت	حکم
۱	جب کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زید الحسن وجہہ	احسن	زید الحسن وجہہ مشابہ بہ مفعول	حسن	زید الحسن وجہہ	ممنوع
۲	״	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زید الحسن الوجہ	قبیح	زید الحسن الوجہ مشابہ بہ مفعول	احسن	زید الحسن الوجہ	احسن
۳	״	جب کہ معمول نہ معرف باللام ہو نہ مضاف	زید الحسن وجہٌ	״	زید الحسن وجہاً مشابہ بہ تمییز	احسن	زید الحسن وجہٍ	ممنوع
۴	جبکہ غیر معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زید حسن وجہہ	احسن	زید حسن وجہہ مشابہ بہ مفعول	حسن	زید حسن وجہہ	مختلف فیہ
۵	״	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زید حسن الوجہ	قبیح	زید حسن الوجہ مشابہ بہ مفعول	احسن	زید حسن الوجہ	احسن
۶	״	جبکہ معمول نہ معرف باللام ہو نہ مضاف	زید حسن وجہٌ	״	زید حسن وجہاً	״	زید حسن وجہٍ	״

لے قولہ اسم التفضیل الی قولہ واقبح عرجا (ت) اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مشتق ہوتا ہے فعل سے تاکہ دلالت کرے اس پر جو موصوف ہے زیادتی کے ساتھ اپنے غیر پر اور صیغہ اس کا افعل ہے پس نہیں بنایا جائے گا مگر ثلاثی مجرد سے وہ ثلاثی مجرد جو نہ ہو رنگ اور نہ عیب جیسے زید افضل الناس زید سب لوگوں سے افضل ہے یعنی بہتر ہے اور اگر ہو وہ زائد ثلاثی سے یا ہو رنگ یا عیب تو واجب ہوگا یہ کہ بنایا جاوے کوئی فعل ثلاثی مجرد سے تاکہ دلالت کرے مبالغہ اور شدت اور کثرت پر پھر ذکر کیا جائے اس افعل کے بعد اس فعل کا مصدر اس حال میں کہ منصوب ہو بنا بر تمیز کے جیسا کہ کہے گا تو ہو اشد استخراجا وہ بہت سخت ہے نکالنے میں ہو اقوی حمرۃ وہ زیادہ سخت ہے سرخی میں ہو اقبح عرجا وہ بہت برا ہے لنگڑا ہونے میں (ش) علی غیرہ کی ضمیر موصوف کی طرف راجع ہے اور لفظ علی الموصوف کہا اور علی من قام بہ یا علی من وقع علیہ نہیں کہا تاکہ اسم تفضیل کی دونوں قسموں کو شامل ہو جائے یعنی اس کو جو فاعل کی زیادتی کے لئے آتا ہے اور اس کو بھی جو مفعول کی زیادتی کے لئے آتا ہے جیسے اضرب بمعنی زیادہ ضارب اور اشہر بمعنی زیادہ مشہور اور افعل جو صیغہ ہے مذکر کے لئے ہے اور مونث کے لئے فعلی ہے اور خیر اور شر بھی صیغہ اسم تفضیل کا ہے کیونکہ وہ اصل میں اخیر اور اشر تھا اور چونکہ رباعی اور ثلاثی مزید سے افعل کا وزن نہیں بن سکتا اس لئے افعل التفضیل ان سے نہیں آتا اسی طرح رنگ اور عیب کے معنی میں جو مصدر ہوا ہے اس سے بھی افعل التفضیل نہیں آتا کیونکہ اس سے افعل صفتی آتا ہے جیسے اعمی اور اعور عیب کے لئے اور احمر اور اصفر رنگ کے لئے اور اگر کوئی چاہے کہ ثلاثی مزید یا رباعی سے اسم تفضیل کے معنی ادا کرے تو اسکی ترکیب یہ ہے کہ شدت یا کثرت یا مبالغہ پر دلالت کرنے والے مصدر سے افعل بناؤ پھر جس مصدر کو اسم تفضیل کے معنی ادا کرتے ہیں اس کو اس افعل کے بعد ذکر کرو مثلاً استخراج سے اسم تفضیل کے معنی ادا کرنے ہوں تو لفظ اشد کے بعد استخراج کو منصوب لاؤ اور یوں کہو کہ اشد استخراجا اور حمرۃ سے اسم تفضیل کے معنی ادا کرنے ہوں تو اقوی حمرۃ کہو جو رنگ کے معنی میں ہے اور عرج جو عیب ہے اس سے اسم تفضیل کے معنی ادا کرنے ہوں تو اقبح عرجا کہو۔

٩٦

فصل

اسم التفضیل اسم مشتق من فعل لیدل علی الموصوف بزیادة علی غیرہ وصیغتہ افعل فلا یبنی الا من الثلاثی المجرد الذی لیس بلون ولا عیب نحو زید افضل الناس فان کان زائدا علی الثلاثی او کان لونا او عیبا یجب ان یبنی افعل من الثلاثی المجرد لیدل علی مبالغة وشدة وکثرة ثم یذکر بعدہ مصدر ذلک الفعل منصوبا علی التمییز کما تقول ہو اشد استخراجا واقوی حمرة واقبح عرجا وقیاسہ ان یکون للفاعل کما مر وقد جاء للمفعول قلیلا نحو اعذر واشغل واشہر واستعمالہ علی ثلاثة اوجہ

٢ہ قولہ وقیاسہ ان یکون للفاعل الی قولہ واستعمالہ علی ثلثۃ اوجہ (ت) اور قیاس اسم تفضیل کا یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو جیسا کہ گذرا اور کبھی آجاتا ہے مفعول کے لئے بھی جیسے اعذر زیادہ معذور اور اشغل زیادہ مشغول اور اشہر زیادہ مشہور اور استعمال اسم تفضیل کا تین طرح ہوتا ہے (ش) اور قیاس تو یہی ہے کہ اسم تفضیل زیادتی معنی فاعل کے لئے ہو لیکن کبھی زیادتی معنی مفعول کے لئے بھی آجاتا ہے اور اس کی وجہ کہ قیاس سے زیادتی معنی فاعل کے لئے آنا چاہئے یہ ہے کہ اسم تفضیل اس ذات کے لئے موضوع ہے جس کے لئے فعل میں زیادتی اور نقصان کی تاثیر ہو اور وہ فاعل ہی ہوتا ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر دونوں معنی کی زیادتی کے لئے آوے تو التباس لازم آئیگا اور جس طرح زیادتی معنی فاعل کے لئے اسم تفضیل کا آنا قیاسی ہے ایسے ہی زیادتی معنی صفت مشبہ کے لئے بھی جیسے اکرم اور احسن وغیرہ اور اسم تفضیل مفعول کے معنی کی زیادتی کے لئے بہت کم آتا ہے لفظ قلیلا کی ترکیب میں یا ظرف ہے بمعنی زمانا قلیلا اور یا مفعول مطلق ہے بمعنی مجیئا قلیلا اور لفظ استعمالہ مبتدا اور علی ثلثۃ اوجہ اس کی خبر ہے

ـــه قولہ اما مضاف الی قولہ وافضلوا القوم (ت) یا مضاف ہو کر جیسے زید افضل القوم یا معرف باللام جیسے زید الافضل اور یا من کے ساتھ جیسے زید افضل من عمرو اور جائز ہے اول استعمال میں مفرد لانا اور مطابق ہونا اسم تفضیل کا موصوف کے جیسے زید افضل القوم والزیدان افضل القوم اور افضلا القوم اور الزیدون افضل القوم اور افضلوا القوم (ش) اور اما مضاف خبر ہے مبتدا محذوف کی یعنی ہو مضاف اور ہو کا مرجع اسم تفضیل ہے اور ان تینوں استعمالوں میں لفظ من کے ساتھ استعمال اصل ہے اس کے بعد اضافت اس کے بعد الف لام اور لفظ او جو یہاں مستعمل ہے وہ انفصال حقیقی کے لئے ہے جس میں جمع اور خلو دونوں منع ہیں یعنی کوئی اسم تفضیل ان تینوں استعمالوں سے خالی بھی نہیں ہو سکتا اور کوئی اسم تفضیل ایسا نہیں کہ ان میں سے دو استعمال اس میں جمع ہوں البتہ اگر مفضل علیہ معلوم ہو تو لفظوں میں اس کو حذف کرنا درست ہے جیسے اللہ اکبر یعنی من کل شیئ محذوف ہے اس وجہ سے کہ لفظ اللہ قرینہ ہے کہ وہ ہر شئ سے بڑا ہے ایسے ہی زید کریم وعمرو اکرم میں بھی قرینہ موجود ہے کہ اکرم کے بعد من زید محذوف ہے علی ہذا القیاس جو اسم تفضیل ایسا ہو کہ اسکو تفضیل کے معنی سے خالی کر لیا ہو اور نفس فضل کے معنی اس میں رکھے ہوں تو وہاں بھی مفضل علیہ مذکور نہ ہوگا اور نہ الف لام جیسے اُخر اور جُمَع کہ یہ لفظ غیر کے معنی میں ہیں تفضیل مقصود نہیں ہے ایسے ہی لفظ دنیا اور حبلی میں بھی کیونکہ یہ اسم محض ہیں اور جو اسم تفضیل مستعمل بہ اضافت ہوتا ہے اس کو باوجود موصوف کے تثنیہ جمع ہونے کے مفرد لانا اور باوجود تانیث موصوف کے مذکر لانا بھی درست ہے یہ تو اس اعتبار سے کہ یہ اسم تفضیل اس اسم تفضیل کے مشابہ ہے جو مستعمل بہ من ہے اس امر میں کہ مفضل علیہ مذکور ہے ۱۲

٩٧

امّا مضاف[1] کزیدٌ افضل القوم او مُعرّفٌ باللام نحو زیدٌ الافضل او بمن نحو زیدٌ افضل من عمرٍو ویجوز فی الاول الافراد والمطابقة لاسم التفضیل للموصوف نحو زیدٌ افضل القوم والزیدان افضل القوم وافضلا القوم والزیدون افضل القوم وافضلوا القوم وفی الثانی یجب[2] المطابقة نحو زیدٌ الافضل والزیدانِ الافضلان والزیدونَ الافضلونَ وفی الثالث یجب کونُه مفردًا مذکرًا ابدًا نحو زیدٌ وهندٌ والزیدان والهندانِ والزیدونَ والهندات افضلُ من عمرٍو وعلی الاوجه الثلثة یضمر فیه الفاعل وهو یعمل فی ذالک المضمر

ـــه قولہ وفی الثانی الی قولہ ذالک المضمر (ت) اور دوسرے استعمال میں واجب ہے مطابق ہونا جیسے زید الافضل اور الزیدان الافضلان اور الزیدون الافضلون اور تیسرے استعمال میں واجب ہے ہونا اس کا مفرد مذکر ہمیشہ جیسے زید اور ہند اور الزیدان اور الہندان اور الزیدون اور الہندات افضل من عمرو اور تینوں استعمالوں کی تقدیر پر ضمیر لائی جاتی ہے اسم تفضیل میں فاعل کی اور وہ اسم تفضیل عمل کرتا ہے اس ضمیر میں (ش) اور یہ بھی جائز ہے کہ اسم تفضیل موصوف کے مطابق لایا جائے یہ اس اعتبار سے کہ یہ اسم تفضیل اس اسم تفضیل کے مخالف ہے جو مستعمل بہ من ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ اس میں اضافت ہے اور اس میں اضافت نہیں ہے اور جو اسم تفضیل مستعمل بہ الف لام ہوتا ہے اس میں مطابقت ہی ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صفت ہے اور صفت کا ہمیشہ موصوف کے مطابق ہونا ضروری ہے جبکہ کوئی مانع موجود نہ ہو اور یہاں مانع کوئی نہیں اور مستعمل بہ من میں لفظ من اور اس کا مدخول مانع ہے اور جو اسم تفضیل مستعمل بہ من ہوتا ہے اس کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا واجب ہے چاہے موصوف تثنیہ ہو یا مونث اس کی وجہ یہ ہے کہ من تفضیلیہ بمنزلہ جزو کلمہ کے ہوگیا اس لئے اسم تفضیل کا اخیر وسط بن گیا اور علامت تثنیہ جمع کلمہ کے اخیر میں لگا کرتی ہے نہ وسط میں اور اسم تفضیل مظہر میں بالکل عمل نہیں کرتا خواہ وہ اسم فاعل ہو یا مفعول بہ. خلاصہ یہ ہے کہ اسم تفضیل مفعول بہ میں کسی حالت میں عمل نہیں کرتا خواہ مظہر ہو یا ضمیر الا اس صورت میں کہ حرف جر کا واسطہ ہو اور فاعل مضمر میں بہر حال عمل کرتا ہے

لہ قولہ ولا یعمل فی المظہر اصلا الی قولہ وہہنا بحث (ت) اور نہیں عمل کرتا ہے اسم مظہر میں بالکل مگر ریسکے اس قول میں کہ ما رایت رجلا احسن فی عینہ الکحل الخ نہیں دیکھا میں نے کوئی آدمی کہ زیادہ اچھا ہو اسکی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے جبکہ وہ زید کی آنکھوں میں ہو بس تحقیق کحل احسن کا فاعل ہے اور اس جگہ بحث ہے (تش) اور فاعل مظہر میں اس شرط کے ساتھ عمل کرتا ہے جس کو مصنف نے الا فی مثل الخ میں بتایا ہے اور جس طرح اسم مظہر میں عمل نہیں کرتا ایسے ہی ضمیر بارز میں بھی عمل نہیں کرتا البتہ اس مثال میں مظہر کے اندر عمل کرتا ہے اور مثال سے مراد یہ ہو کہ لفظوں میں اسم تفضیل ایک شئے کی صفت ہو اور معنی میں وہ اس شئے کے سبب کی صفت ہو یعنی اسکے متعلق کی اور وہ متعلق اس شئے کے اعتبار سے مفضل اور اسکے غیر کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو اور پھر تفضیل کی نفی کر دی گئی ہو مثلاً لفظ احسن مثال مذکور میں لفظ کے اعتبار سے رجل کی صفت ہے اور معنی کے اعتبار سے اس کے متعلق یعنی کحل کی صفت ہے اور کحل باعتبار رجل کے مفضل اور باعتبار غیر کے مفضل علیہ ہے اور پھر اس تفضیل کی نفی ہے تو خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ سرمہ بہ نسبت زید کی آنکھ کے کسی آدمی کی آنکھ میں زیادہ اچھا ہو ۱۲

لہ قولہ القسم الثانی فی الفعل الی قولہ مع الواو کضربوا (ت) دوسری قسم فعل کے بیان میں اور فعل کی تعریف گزر گئی اور اس کی قسمیں تین ہیں ایک ماضی دوسری مضارع تیسری امر پہلی قسم ماضی ہے اور وہ وہ فعل ہے جو دلالت کرے اس زمانہ پر جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے اور وہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اگر نہ ہو اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور نہ واو جیسے ضرب اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی سکون پر ہوگا جیسے ضربت اور ضمہ پر مبنی ہوگا واو کے ساتھ جیسے ضربوا (ش) یعنی اس قسم میں فعل کا بیان ہوگا اور چونکہ اس کی تعریف اور بعض علامات گزر چکیں اس لئے ان کو دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں اور فعل کے تین قسموں میں انحصار کی وجہ یہ ہے کہ فعل دو حال سے خالی نہیں یا اخباری ہوگی یا انشائی اگر اخباری ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں چار حروف زوائد میں سے اسکے اول میں کوئی حرف ہوگا یا نہیں اگر نہیں ہوگا تو وہ ماضی ہے اور اگر ہوگا تو وہ مضارع ہے اور اگر انشائی ہوگا تو وہ امر ہے اور حروف زوائد سے مراد حروف اتین ہیں اور لفظ قبل زمانک ظرف ہے اور زمان کی صفت ہے اور ماضی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل افعال میں بنا ہے اور فتحہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب حرکتوں میں خفیف تر ہے اور بنا کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ لگی ہو تو ماضی مبنی بر سکون ہوگا اس وجہ سے کہ پے در پے چار حرکتوں کا ہونا معیوب ہے اور واو کی صورت میں کبھی ضمہ لفظی ہوگا جیسے ضربوا اور کبھی تقدیری جیسے رموا اور ضمہ کی وجہ یہ ہے کہ واو کے ساتھ یہی موافق ہے ۱۲

لہ اعتراض یہ ہے کہ اس قسم کا مضمون تو دوسری عبارتوں کے ساتھ بھی ادا ہو سکتا ہے جو اس عبارت سے زیادہ مختصر بھی ہے اور موافق قواعد نحو یہ بھی مثلاً یوں کہا جائے کہ ما رأیت

رجلا احسن فی عینہ الکحل من عین زید یا یوں کہا جائے

کہ ما رأیت کعین زید احسن فیہا الکحل ۱۲

وَلَا یَعْمَلُ[۱] فِی الْمُظْہَرِ اَصْلًا اِلَّا فِیْ مِثْلِ قَوْلِہِمْ مَا رَأَیْتُ رَجُلًا

فاعلا کان او مفعولا ولو کان مضمرا ایضا الا بواسطۃ حرف جر ۱۲ غایۃ

اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْہُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ فَاِنَّ الْکُحْلَ

فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَہٰہُنَا بَحْثٌ[۲] اَلْقِسْمُ[۳] الثَّانِیْ فِی

لہ فی مسئلۃ الاستثناء ۱۲

الْفِعْلِ وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُہٗ وَاَقْسَامُہٗ ثَلٰثَۃٌ مَاضٍ

وکذا بعض علاماتہ ۱۲

وَمُضَارِعٌ وَّاَمْرٌ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیْ وَہُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی

صریح فلا ینتقض بامس ۱۲

زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَہُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ

حاصل ۱۲ تخفیفا مع ان الاصل فی البناء السکون ۱۲

مَعَہٗ ضَمِیْرٌ مَّرْفُوْعٌ مُّتَحَرِّکٌ وَّلَا وَاوٌ کَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ

لفظا کضرب او تقدیرا کرمی ۱۲ زید کہ با منصوب مثل ضربہ ضربنا او متغیرۃ شود ۱۲

الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّکُوْنِ کَضَرَبْتُ وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ کَضَرَبُوْا

الذی ہو الاصل فی البناء ۱۲ لفظا کضربوا او تقدیرا مثل رموا ۱۲

حرکات و سکنات کے متفق ہونے میں جیسے یضرب اور یستخرج کہ یہ دونوں مشابہ ہیں ضارب اور مستخرج کے اور داخل ہونے میں لام تاکید کے ان دونوں کے اول میں کہے گا تو ان زیدا لیقوم جیساکہ کہے گا تو ان زیدًا لقائم اور برابر ہونے میں ان دونوں کے عدد حروف میں اور مشابہت معنوی اس امر میں کہ وہ فعل مضارع مشترک ہے حال اور استقبال میں مثل اسم فاعل کے اور اسی لئے نام رکھا نحویوں نے اس فعل کا مضارع اور سین اور سوف خاص کر دیتے ہیں مضارع کو استقبال کے ساتھ جیسے سیضرب اور سوف یضرب اور لام مفتوحہ خاص کر دیتا ہے مضارع کو حال کے ساتھ جیسے لیضرب یعنی البتہ مارتا ہے وہ (ش)

والثانی[1] المضارع وھو فعل یشبه الاسم باحدی حروف اتین فی اوله لفظا فی اتفاق الحركات والسكنات نحو یضرب ویستخرج كضارب ومستخرج وفی دخول لام التاكید فی اولهما تقول ان زیدا لیقوم كما تقول ان زیدا لقائم وفی تساویهما فی عدد الحروف ومعنی فی انه مشترك بین الحال والاستقبال كاسم الفاعل ولذلك سموه مضارعا والسین وسوف تخصصه بالاستقبال نحو سیضرب وسوف یضرب واللام المفتوحة بالحال نحو لیضرب

[1] قوله والثانی المضارع الی قوله نحو لیضرب (ت) اور دوسری قسم فعل کی مضارع ہے اور وہ وہ فعل ہے جو مشابہ ہوتا ہے اسم کے مع ایک حرف کے حروف اتین سے جو اس کے اول میں ہو مشابہت لفظی

اور مضارع کی تعریف مذکور پر لفظ یزید اور یشکر کا اعتراض پڑتا ہے کیونکہ علامت مضارع کی یعنی حروف اتین میں سے حرف یا ان میں موجود ہے اور باوجود اس کے وہ مضارع نہیں ہیں بلکہ اسم ہیں تو جواب یہ ہے کہ مضارع کی تعریف مذکور میں یہ قید اور زیادہ ہے کہ بقصد مضارع اس میں کوئی حرف حروف اتین سے نہ زیادہ کیا ہو اور یہاں بقصد اسم زیادہ کیا ہے یا یہ جواب دیا جائے کہ اصل کے اعتبار سے یہ بھی مضارع ہیں ان کو اسم کی طرف نقل کر لیا ہے اور مضارع لغت میں اس بچہ کو کہتے ہیں جو دوسرے بچے کے ساتھ اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے پھر مشابہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور مضارع کو مضارع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اسم فاعل کے ساتھ لفظا اور معنی مشابہت رکھتا ہے۔ لفظا تو اس لئے کہ جہاں جہاں اس میں حرکت و سکون ہے وہیں وہیں اسم فاعل میں بھی حرکت اور سکون ہے جیسے یضرب میں پہلا حرف متحرک ہے تو ضارب میں بھی پہلا حرف متحرک ہے اور اس میں دوسرا یعنی ضاد ساکن ہے تو ضارب میں بھی ایسا ہی ہے پھر یضرب میں تیسرے حرف جر ہے تو ضارب میں بھی ایسا ہی ہے پھر چوتھا حرف یضرب میں متحرک ہے تو ضارب میں بھی ایسا ہی ہے دوسرے یہ کہ جس طرح لام تاکید کا اسم فاعل میں داخل ہوتا ہے ایسے مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے اور تعداد حروف میں بھی اسم فاعل کے برابر ہے اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح زمانہ حال و استقبال کا اسم فاعل میں ہوتا ہے ایسے ہی مضارع میں بھی ہوتا ہے پھر اتنی بات فرق ہے کہ اگر مضارع پر سین یا سوف داخل ہو جائے تو وہ اس کو زمانہ استقبال کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے جیسے سیضرب اور سوف یضرب کے معنی یہ ہوں گے کہ عنقریب مارے گا اور اگر مضارع پر لام مفتوحہ داخل ہو جائے تو اس کو زمانہ حال کے ساتھ خاص کر دے گا جیسے لیضرب کے معنی یہ ہیں کہ البتہ مارتا ہے ١٢ ١٢ ١٢ ١٢

وحروف المضارعة مضمومة في الرباعي نحو يُدحرِج ويُخرِج لأن أصله يُأخرِج ومفتوحة فيما عداه كيَضرِب ويستخرِج وإنما أعربوه مع أن أصل الفعل البناء لمضارعته أي لمشابهته الاسم في ما عرفت وأصل الاسم الإعراب وذلك إذا لم يتصل به نون تاكيد ولا نون جمع المؤنث وإعرابه ثلثة أنواع رفع ونصب وجزم نحو هو يضرب ولن يضرب ولم يضرب

فصل في أصناف إعراب الفعل وهي أربعة الأول أن يكون الرفع بالضمة والنصب بالفتحة والجزم بالسكون ويختص بالمفرد الصحيح غير المخاطبة تقول هو يضرب ولن يضرب ولم يضرب والثاني أن يكون الرفع بثبوت النون والنصب والجزم بحذفها

۱؎ قولہ وحروف المضارعۃ مضمومۃ الی قولہ ولا نون جمع المؤنث (ت) اور مضارع کے حرف رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یدحرج اور یخرج کیونکہ یخرج بھی رباعی ہے بایں وجہ کہ اصل میں یأخرج تھا اور مفتوح ہوتے ہیں اس کے ماسوا میں جیسے یضرب اور یستخرج اور اس کے سوا نہیں کہ اس (مضارع) کو معرب پڑھتے ہیں حالانکہ اصل فعل میں بنا ہے بوجہ اس کی مشابہت کے اسم کو ان باتوں میں جو تم جان چکے اور اصل اسم میں معرب ہونا ہے اور یہ (معرب ہونا) اسوقت ہے کہ جب اس کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مونث متصل نہ ہو (ش) اور یہ جو کہا کہ رباعی میں علامت مضارع کی مضموم ہوتی ہے اس رباعی سے مراد وہ مضارع ہے کہ جس کی ماضی چہ حرفی ہو خواہ سب اصلی ہوں یا نہ ہوں اور یخرج اصل میں یأخرج تھا ہمزہ کو اس لئے حذف کردیا کہ متکلم واحد میں دو ہمزے جمع ہوجاتے ہیں جو عرب کے نزدیک قبیح ہے اور اگر اس پر ہمزہ استفہام داخل کیا جائے تو تین ہمزے جمع ہوجاتے ہیں اور جب ایک صیغہ میں ایسا تھا تو باقی صیغوں میں بھی حذف کردیا تاکہ باب مطرد ہوجائے اور رباعی میں علامت مضارع کو مضموم اور غیر رباعی میں مفتوح رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ خفیف ہے لہذا غیر رباعی کے ساتھ مناسب ہے اور چونکہ ضمہ فتحہ کی فرع ہے بوجہ ثقل کے اس لئے رباعی کو دینا مناسب ہے کیونکہ رباعی بھی غیر رباعی کی فرع ہے اور یہ جو کہا کہ اصل فعل میں بنا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ فعل میں موجب اعراب موجود نہیں ہے یعنی فاعلیت اور مفعولیت وغیرہ اور فیما عرفت سے مراد وہی ہے جو مذکور ہوا یعنی لفظا اور معنی میں اسم فاعل کے ساتھ مضارع کا مشابہ ہونا اور مضارع میں جب نون تاکید کا لگ جائے خواہ خفیفہ ہو یا ثقیلہ اور یا نون جمع مونث کا لگ جائے تو وہ مبنی ہوجاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب مضارع میں نون تاکید لگ جاتا ہے تو وہ ماضی کے ساتھ مشابہ ہوجاتا ہے کیونکہ ضمائر متحرکہ کے ضم ہونے میں اصل ماضی ہی ہے اور نون جمع مونث اور نون ثقیلہ بمنزلہ ضمائر متحرکہ کے ہیں ۱۲

۲؎ قولہ واعرابہ ثلثۃ انواع الی قولہ ولم یضرب (ت) اور اعراب مضارع کے تین قسم پر ہیں رفع نصب جزم جیسے ہو یضرب ولن یضرب اور لم یضرب (ش) اور انواع اعراب مضارع میں جر کی جگہ جو اسم کے ساتھ خاص ہے جزم دیا گیا ہے تاکہ فعل اسم سے بڑھ نہ جائے ۱۲

۳؎ قولہ فصل فی اصناف اعراب الفعل الی قولہ والجزم بحذفہا (ت) فصل اقسام اعراب فعل کے بیان میں اور وہ قسم چار ہیں اول یہ کہ ہو رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ اور مخصوص ہے یہ قسم مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ کہے گا تو ہو یضرب اور لن یضرب اور لم یضرب اور دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ثبوت نون کے ساتھ اور نصب و جزم حذف نون کے ساتھ (ش) فعل کے اعراب کی پہلی قسم جو مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ خاص کی اس میں مفرد سے مراد وہ فعل ہے جو تثنیہ جمع نہ ہو اور صحیح سے مراد وہ ہے جو ناقص نہ ہو جیسے یدعو وغیرہ اور غیر مخاطبہ کی قید سے فعل مونث مخاطبہ خارج ہوگیا جیسے تضربین مثال میں ہو یضرب مضارع مرفوع ہے اور لن یضرب منصوب اور جزم کی مثال لم یضرب ہے ۱۲

۱ قولہ ویختص بالتثنیۃ الی قولہ ولم یرم ویغز (ت) اور مخصوص ہے یہ قسم تثنیہ اور جمع مذکر اور مفرد مخاطبہ کے ساتھ صحیح ہو یا غیر صحیح کہے گا تو ہما یفعلان اور یفعلون اور انت تفعلین اور لن یفعلا اور لن یفعلوا اور لن تفعلی اور لم تفعلا اور لم تفعلوا اور لم تفعلی اور تیسری قسم یہ ہے کہ ہو رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور مخصوص ہے یہ قسم ناقص واوی اور یائی کے ساتھ سوا تثنیہ اور جمع اور مونث مخاطبہ کے کہے گا تو ہو یرمی ویغزو اور لن یرمی ویغزو اور لم یرم ویغز (ش) اور اعراب کی دوسری قسم تثنیہ کے ساتھ خاص ہے خواہ مذکر ہو یا مونث اور جمع مذکر کے ساتھ خواہ غائب ہو یا حاضر اور مفرد مخاطبہ کے ساتھ خاص ہے خواہ یہ ہر ایک تثنیہ اور جمع اور مفرد مخاطبہ صحیح ہو یا غیر صحیح اور ان قسموں کا اعراب بالحروف اس وجہ سے رکھا کہ یہ صورۃً اسماء کے تثنیہ اور جمع کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور جزم کی حالت میں نون اسلئے گر جاتا ہے کہ نون مفرد میں حرکت کی مانند ہے پس جس طرح مفرد میں حرکت گر جاتی ہے ایسے ہی یہاں نون گر جاتا ہے اور حالت نصب میں نون اس وجہ سے گر جاتا ہے کہ نصب افعال میں ایسا ہے کہ جیسے جر اسماء میں پس جس طرح بعض اسماء میں نصب جر کے تابع ہو جاتا ہے ایسے نصب کو افعال میں جزم کے تابع کر دیا اور تیسری قسم اعراب کی خاص ہے ناقص یائی اور واوی کے ساتھ اس سے ناقص الفی غیر تثنیہ و جمع و مخاطبہ نکل گیا پس جو ناقص ان میں سے کسی صیغہ ہوگا تو اس کا یہ اعراب نہ ہوگا مثال دیکھو ہو یرمی و یغزو میں ضمہ تقدیری اس لئے ہے واو اور یاء پر ضمہ ثقیل ہوتا ہے اور لن یغزو اور لن یرمی یہاں فتحہ لفظی اس وجہ سے ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور لم یرم اور لم یغز میں جب جازم نے کوئی حرکت گرانے کے لئے نہ پائی تو حرف علت ہی کو حذف کر دیا

۲ قولہ والرابع ان یکون الرفع الی قولہ ولن یسعی ولم یسع (ت) اور چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور خاص ہے یہ اعراب ناقص الفی کے ساتھ جو تثنیہ و جمع و مخاطبہ کا غیر ہو جیسے ہو یسعی اور لن یسعی اور لم یسع (ش) ناقص الفی کہنے سے ناقص یائی اور واوی نکل گیا اور غیر تثنیہ و جمع و مخاطبہ کہنے سے وہ ناقص نکل گیا جو ان میں سے کوئی صیغہ ہو ہو یسعی میں تقدیر ضمہ اس لئے ہے کہ اس کا آخیر حرف قابل حرکت نہیں ایسے ہی لن یسعی میں تقدیر فتحہ اس وجہ سے ہے اور لم یسع میں حذف لام اس وجہ سے ہے کہ اخیر میں حرکت مفقود ہے ۱۲

ویختص[۱] بالتثنیۃ وجمع المذکر والمفردۃ المخاطبۃ صحیحاً کان (مذکراً کان او مؤنثاً ۱۲) او غیرہ تقول هما یفعلان وهم یفعلون وانتِ تفعلین (فی الرفع) ولن یفعلا ولن یفعلوا ولن تفعلی ولم تفعلا ولم تفعلوا ولم تفعلی (فی النصب ۱۲) والثالث ان یکون الرفع بتقدیر الضمۃ (المصنف ۱۲) (بسبب ثقل الضمۃ بر واو ویاء ۱۲) والنصب بالفتحۃ لفظاً (فی الجزم ۱۲) والجزم بحذف اللام ویختص بالناقص الیائی والواوی غیر تثنیۃ وجمع ومخاطبۃ تقول هو یرمی ویغزو ولن یرمی ویغزو (فی الرفع ۱۲) ولم یرمِ ویغزُ والرابع[۲] ان یکون الرفع بتقدیر الضمۃ (فی النصب ۱۲) والنصب بتقدیر الفتحۃ (فی الجزم ۱۲) (المصنف ۱۲) والجزم بحذف اللام ویختص بالناقص الالفی (لعدم قبول الالف الحرکۃ ۱۲) غیر تثنیۃ وجمع ومخاطبۃ نحو هو یسعی ولن یسعی ولم یسعَ فصل[۳] المرفوع عاملہ معنوی وهو تجردہ عن الناصب والجازم (ای عن عمل الناصب والجازم ۱۲) نحو هو یضرب ویغزو ویرمی ویسعی

۳ قولہ فصل المرفوع الی قولہ ویرمی ویسعی (ت) مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہے یعنی اس کا خالی ہونا ناصب اور جازم سے جیسے ہو یضرب ویغزو ویرمی ویسعی (ش) یہ مذہب اکثر کوفیوں کا ہے اور بصریوں کا قول یہ ہے کہ مضارع مرفوع کا عامل اس کا اسم کی جگہ واقع ہوتا ہے مثلاً یضرب اسم کی جگہ واقع ہے اس وجہ سے کہ جب متکلم کلام کی ابتدا کرتا ہے تو اس کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ خواہ اسم سے کرے یا فعل سے پس جب اسم سے نہ کرے بلکہ فعل سے کرے تو وہ فعل اسم کی جگہ واقع ہوا یہی اس میں رفع کا عامل ہے ۱۲

اَن اصل ہے اس لئے کہ وہ اَن مخففہ کے ساتھ مشابہ ہے لفظًا مشابہت تو ظاہر ہے اور معنی اس وجہ سے کہ دونوں اپنے مدخول کو مصدر بنا دیتے ہیں اور باقی حروف کو عمل میں اس پر محمول کرلیا ہے اور حرف لن بھی مطلقا نصب دیتا ہے اور اس کے معنی مستقبل میں نفی کے ہوتے ہیں اور اس کی نفی بہ نسبت لا کی نفی کے زیادہ تاکید والی ہوتی ہے اور حرف کی کے سببیت کے لئے ہے یعنی اس کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے اور حرف اذن اس وقت نصب دیتا ہے کہ جب وہ کسی کلام کا جواب یا شرط کی جزا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ نصب نہیں دے گا جیسے کسی نے کہا آنا آتیک اذن احسن الیک میں تیرے پاس آؤں گا اس وقت تجھ پر احسان کروں گا ایسے ہی یہ بھی شرط ہے کہ اس کے مدخول میں زمانہ استقبال کا ہو ورنہ نصب نہ دے گا جیسے کوئی آدمی تم سے بات کرتا ہے تو تم اس سے کہو کہ اذن اظنک کاذبا اب میں تجھ کو جھوٹا سمجھتا ہوں کہ جہاں نصب نہیں دے گا ۱۲

فصل المنصوب عامله خمسة احرف أن ولن وكي واذن وأن المقدرة نحو أريد أن تحسن الي وانا لن اضربك واسلمت كي ادخل الجنة واذن يغفر الله لك وتقدر أن في سبعة مواضع بعد حتى نحو اسلمت حتى ادخل الجنة ولام كي نحو قام زيد ليذهب ولام الجحد نحو ما كان الله ليعذبهم والفاء الواقعة في جواب الامر والنهي والاستفهام والنفي والتمني والعرض نحو اسلم فتسلم ولا تعص فتعذب وهل تعلم فتنجو وما تزورنا فنكرمك وليت لي مالا فانفق والا تنزل بنا

ـــہ قولہ وتقدر أن في سبعة مواضع الى قوله فتصيب خيرا (ت) اور تقدیر اَن کی سات جگہ ہوتی ہے ایک حتی کے بعد جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة مسلمان ہوا میں تاکہ جنت میں داخل ہوں دوم لام کے بعد جیسے قام زید لیذہب کھڑا ہوا زید تاکہ جاوے سوم لام جحد کے بعد جیسے ما کان اللہ لیعذبہم نہیں ہے اللہ تاکہ عذاب دے ان کو چہارم فا کے بعد جو واقع ہو جواب میں امر اور نہی اور استفہام اور نفی اور تمنی اور عرض کے جیسے اسلم فتسلم آخر تک مسلمان ہوجا پس اسلامت رہے گا اور نافرمانی نہ کر پس عذاب دیا جائے گا اور کیا تو علم سیکھتا ہے پس نجات پاوے اور نہیں آتا ہے تو ہمارے پاس تاکہ ہم تیری عزت کریں اور کاش میرے پاس مال ہوتا تاکہ میں اس کو خرچ کرتا اور نہیں آتا ہے تو ہمارے پاس تاکہ بھلائی پاوے (ش) قام زید لیذہب میں لام بمعنی کَیْ کے ہے یعنی کی یذہب اور لام جحد وہ لام ہے جو نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور اس کا استعمال کان منفی کے بعد آتا ہے بشرطیکہ کان ماضی ہو خواہ لفظا ماضی ہو جیسے مثال مذکور یا معنی جیسے لم یکن لیذہب اور جن چھ چیزوں کے جواب میں فا آتی ہے ان کی مثالیں ترتیب وار مذکور ہیں سمجھ لینا چاہئے ۱۲

ـلـہ قولہ فصل المنصوب عامله خمسة احرف الى قوله اذن يغفر الله لك (ت) فصل مضارع منصوب عامل اس کے پانچ حرف ہیں ایک اَن دوسرا لن تیسرا کی چوتھا اذن پانچواں اَن مقدرہ جیسے اُرید ان تحسن الیّ میں چاہتا ہوں کہ تو میری طرف احسان کرے اور آنا لن اضربک میں تجھے ہرگز نہ ماروں گا اور اسلمت کی ادخل الجنة میں مسلمان ہوا تاکہ جنت میں جاؤں اور اذن یغفر اللہ لک اب اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا (ش) یہ جو پانچ حرف مضارع کے ناصب ہیں ان میں سے

۱ے قولہ وبعد الواو الواقعۃ الی قولہ او تعطینی حقی (ت) اور پنجم واو کے بعد جو واقع ہو ان ہی پانچ جگہ فا کی طرح جیسے اسلم وتسلم آخر تک ششم او کے بعد جو معنی الی ان یا الا ان کے ہوتا ہے جیسے لاحبسنک الخ یعنی البتہ ضرور قید رکھوں گا تجھ کو یا دیدے تو مجھ کو حق میرے (ش) اور فا کی طرح جو واو ان چھ چیزوں کے جواب میں آتا ہے اس کی مثالیں یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں صرف فا کی جگہ واو کے آنا چاہیے اور اس واو کو واو جمع اور واو الصرف کہتے ہیں ۱۲

ت قولہ واو العطف اذا کان الی قولہ نحو لئلا یعلم (ت) اور ہفتم واو عطف کے بعد جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامک وتخرج تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے کھڑے ہونے اور نکلنے نے اور جائز ہے ظاہر کرنا ان کا لام کے ساتھ جیسے اسلمت لان ادخل الجنۃ مسلمان ہوا میں تاکہ داخل ہوں جنت میں اور واو عطف کے ساتھ جیسے اعجبنی قیامک وان تخرج اور واجب ہے ظاہر کرنا ان کا لام کے جبکہ لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم (ش) واو عطف کے بعد ان اس وقت مقدر ہوتا ہے کہ جب معطوف علیہ اسم ہو تاکہ فعل کا عطف اسم پر نہ لازم آئے اور یہ یاد رکھو کہ جس طرح واو عطف کے بعد ان مقدر ہوتا ہے بشرطیکہ معطوف علیہ اسم ہو ایسے ہی باقی حروف عطف کے بعد بھی اسی شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے کہ معطوف علیہ اسم ہو اور حتی اور لام جحد کے بعد ان مقدر ہونا واجب ہے ورنہ حرف جر کا فعل پر داخل ہونا لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے اور جس طرح لام کی کے ساتھ ان کو ظاہر لانا جائز ہے ایسے ہی لام زائدہ کے ساتھ بھی جیسے اردت لان تقوم میں لام زائدہ ہے اور جب لام کی سے پہلے لام نافیہ آجائے تو وہاں ان کو ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ دو لام نہ جمع ہو جائیں ۱۲

ت قولہ واعلم ان ان الواقعۃ الی قولہ نحو ظننت ان سیقوم (ت) اور جاننا چاہئے کہ ان جو واقع ہوتا ہے علم کے بعد نہیں ہوتا وہ ناصبہ فعل مضارع کے لئے اور اس کے سوا نہیں کہ وہ مخففہ ہوتا ہے مثقلہ سے جیسے علمت ان سیقوم جان لیا میں نے یہ کہ شان یہ ہے کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علم ان سیکون الخ جان لیا اللہ تعالیٰ نے یہ کہ شان یہ ہے کہ عنقریب ہوں گے تم میں بعض بیمار اور ان جو واقع ہوتا ہے ظن کے بعد جائز ہوتی ہیں اس میں دونوں صورتیں اس کے سبب

فتصيب خيرًا وبعد الواو[1] الواقعة في جواب هذه المواضع

كذلك نحو أسلم وتسلم إلى آخره وبعد أو بمعنى إلى أن

نزد جمہور نحات ۱۲

أو إلّا أن نحو لأحبسنّك أو تعطيني حقّي و واو العطف إذا

نزد سیبویہ ۱۲ — بل حروف العطف اذا کان آہ ۱۲

كان المعطوف عليه اسمًا صريحًا نحو أعجبني قيامك و

تخرج ويجوز إظهار أن مع لام كي نحو أسلمت لأن أدخل الجنة

ومع واو العطف نحو أعجبني قيامك وأن تخرج ويجب

إظهار أن في لام كي إذا اتصلت بلا النافية نحو لئلّا يعلم

واعلم[3] أنّ أن الواقعة بعد العلم ليست هي الناصبة

للفعل المضارع وإنّما هي المخفّفة من المثقّلة نحو علمت أن سيقوم

قال الله تعالى علم أن سيكون منكم مرضى وأن الواقعة بعد الظن

نصب دینا اور یہ کہ تو اس کو اس ان کے مانند کر دے جو علم کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ظننت ان سیقوم میں نے یہ خیال کیا کہ شان یہ ہے کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا (ش) اور جب ان علم کے بعد واقع ہو تو وہ ان ناصبہ اس لئے نہیں ہوتا کہ ان ناصبہ تو امید و رجا کے لئے موضوع ہے جو اسکی دلیل ہے کہ اس کا مابعد یقینی نہیں ہے اور علم اسکی دلیل ہے کہ اس کا مابعد قطعی اور یقینی ہے لیکن اس صورت میں ان کا فعل سے فصل بذریعہ حرف سین وسوف ضروری ہے پھر ایک بات یہ سمجھو کہ جو ان واقع ہوتا ہے علم اور ظن کے غیر کے بعد مثلاً رجاء کے بعد یا طمع یا خشیہ یا خوف یا شک یا وہم وغیرہ کے بعد وہ مصدریہ ہوتا ہے نہ مخففہ جیسے رجوت ان تقوم اور طمعت ان تقعد وغیرہ ۱۲

له قوله فصل المجزوم الى قوله واين ومتى (ف) مجزوم مضارع کا عامل لم اور لما اور لام امر اور لائے نہی اور مجازات (شرط وجزا) کے کلمے ہیں اور وہ اِنْ اور مہما اور اذ ما اور حیثما اور این اور متی ہیں مثلاً ، چونکہ لفظ لام نکرہ تھا اس لئے اس میں اضافت کی قابلیت تھی بایں وجہ اس کی امر کی طرف مضاف کردیا اور لفظ لا خود بخود معلوم تھا اس لئے اس کو نہی کی طرف مضاف نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ ولا فی النہی اور کلم المجازاۃ سے مراد شرط وجزا کے کلمے یعنی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جملہ ثانیہ جزا اور جملہ اولیٰ اس کا سبب اور شرط ہے مگر چونکہ ان میں بعض حروف اور بعض اسماء ہیں اس لئے لفظ کلم استعمال کیا تاکہ دونوں کو شامل ہوجائے اور لفظ الخ سے مراد یہ ہے کہ باقی جازموں کی مثالیں بھی ایسے ہی سمجھ لو ۱۲

جازفيه الوجهان النصب بها وان تجعلها كالواقعة بعد العلم نحو ظننت ان سيقوم فصل المجزوم عامله لم ولما ولام الامر ولا في النهي وكلم المجازات وهي إنْ ومهما واذ ما وحيثما واين ومتى وما ومن واي وانْ المقدرة نحو لم يضرب ولما يضرب وليضرب ولا تضرب وإن تضرب اضرب واعلم انّ لم تقلب المضارع ماضيا منفيا ولما كذالك الا انّ فيها توقعا بعده ودواما قبله نحو قام الامير لما يركب وايضا يجوز حذف الفعل بعد لما خاصة تقول ندم زيد ولما اى لما ينفعه الندم ولا تقول ندم زيد ولم واما كلم المجازات حرفا كانت او اسما فهي تدخل على

(حواشی بین السطور: عطف على بها — وثانيهما — اى ان تجعلها مصدرية — بالرفع صفة ان ۱۲ — دون لم — يعني توقع ثبوت منفي بعد زمان التكلم — اى راجيا الماء جرعة — ان دل عليه دليل ۱۲ — اى كلمات الشرط والجزاء المعدودة من قبل ۱۲)

ته وما ومن الى قوله ان الاولى سبب الثانية (ف) اور ما ومن وای وانی اور إنْ مقدرہ ہے جیسے لم یضرب اور لما یضرب اور لیضرب اور لا تضرب اور ان تضرب اضرب وغیرہ اور جاننا چاہئے کہ لفظ لم پلٹ دیتا ہے مضارع کو ماضی منفی میں اور لما بھی ایسا ہی ہے مگر یہ کہ لما میں توقع ہوتی ہے بعد اس نفی کے اور دوام نفی ہوتا ہے قبل نفی کے جیسے قام الامیر لما یرکب امیر کھڑا ہوگیا سوار نہیں ہوا اور نیز جائز ہے حذف کرنا فعل کا بعد لما کے خاص کر کہے گا تو ندم زید ولما زید پشیمان ہوا زید اور نہیں یعنی اور نہیں نفع دیا اس کو پشیمان ہونے اور نہیں کہے گا تو ندم زید ولم اور جب جزم دینے والے کلموں کی تعداد اور مثالوں سے فارغ ہوگئے تو اعلم سے ان کے معانی بیان کرنے شروع کئے اور لفظ منفیا یا ماضیا کی صفت ہے یا مفعول سے حال ہے یعنی حال کون المضارع منفیا پس لفظ لم یضرب اور ما ضرب کے معنی ایک ہیں اور لفظ لما کو جو کذالک کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مضارع کو ماضی منفی بنانے میں لم کی مثل ہے پھر الا ان الخ سے یہ بتلایا کہ دونوں میں کچھ فرق بھی ہے وہ یہ کہ لما میں نفی کرنے کے بعد آئندہ کے لئے ثبوت کی امید بھی ہوتی ہے جیسے مثال مذکور میں امیر کے سوار ہونے کی نفی کی تو اس میں آئندہ اس کے سوار ہوجانے کی امید بھی ہوتی ہے جیسے ندم زید ولما میں یہ امید نہیں ہے اور جبکہ ہم نے قبلہ اور بعدہ کی ضمیر نفی کی طرف راجع کردی تو اب اسکی ضرورت نہ رہی کہ ضمیر لما کی طرف راجع کرکے یہ تاویل کی جائے کہ اس کے لفظ کی طرف راجع ہے نہ معنی کی کیونکہ لما باعتبار معنی کے مونث ہے اور حذف مدخول لم کا اس شعر میں کہ شعر احفظ ودیعتک التی استودعتها یوم الاغارۃ ان وصلت وان لم۔ یعنی وان لم تصل شاذ ہے اور لم اور لما میں کچھ فرق اور بھی ہیں جن کو ہم اختصار کی غرض سے ترک کرتے ہیں اور کلم جمع ہے کلمہ کی اور مجازاۃ سے مراد شرط وجزا ہونے کے ہیں اور کلم مجازاۃ پہلے بتلا دیئے وہ ہمیشہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور وہ دونوں جملے فعلیہ ہوتے ہیں جن میں سے پہلا جملہ سبب اور دوسرا مسبب ہوتا ہے اس پر یہ آیہ کریمہ وما بکم من نعمۃ فمن اللّٰہ کا اعتراض پڑتا ہے کہ یہ شرط وجزا ہیں اور اس کے باوجود پہلا جملہ دوسرے کا سبب نہیں کیونکہ بندوں کے پاس نعمت ہونا خدا کے پاس سے ہونے کا سبب نہیں ہوسکتا بلکہ معاملہ برعکس ہے کہ خدا کے پاس سے آنا بندوں کے پاس ہونے کا سبب ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

سلہ قولہ وتسمی الاولیٰ شرطا الی قولہ نحو جئتنی اکرمک (ت) اور نام رکھا جاتا ہے پہلا جملہ شرط اور دوسرا جزا پھر اگر ہو شرط اور جزا مضارع تو واجب ہوگا جزم دونوں میں لفظا جیسے ان تکرمنی اکرمک اور اگر ہوں دونوں ماضی تو ان میں عمل نہیں کریں گے لفظا جیسے ان ضربت ضربت اور اگر ہو صرف جزا ماضی تو واجب ہوگا جزم شرط میں جیسے ان تضربنی ضربتک اور اگر ہو صرف شرط ماضی تو جائز ہوں گی جزا میں دونوں صورتیں جیسے ان جئتنی اکرمک (ش) اور شرط و جزا دونوں کے مضارع ہونے کی صورت میں جزم اس وجہ سے واجب ہے کہ جازم عامل موجود ہے اور مضارع معرب قابل جزم ہے برخلاف ماضی کے کہ وہ مبنی ہے اور ایسی مثال کہ اس میں مضارع شرط اور ماضی جزا ہو بہت نادر ہے قرآن مجید میں تو کہیں ہے نہیں البتہ کہیں ضرورت شعری کے موقع میں آجاتی ہے اور جب کہ شرط ماضی اور جزا مضارع ہو تو مضارع میں جزم تو اسی وجہ سے جائز ہے جو ذکر کی گئی اور رفع اس وجہ سے جائز ہے کہ جب ماضی میں جزم نہیں جو شرط ہے تو مضارع کو اس کے تابع کر لیا گیا ۱۲

الجملتین لیدل علی ان الاولیٰ سببٌ للثانیۃ وتسمّی الاولیٰ شرطًا والثانیۃ جزاءً ثم ان کان الشرط والجزاء مضارعین یجب الجزم فیہما لفظا نحو اِن تکرِمنی اکرِمْکَ وان کانا ماضیین لم یعمل فیہما لفظا نحو ان ضربتَ ضربتُ وان کان الجزاء وحدہٗ ماضیًا یجب الجزم فی الشرط نحو ان تضربنی ضربتُکَ وان کان الشرط وحدہٗ ماضیًا جاز فی الجزاء الوجہان نحو ان جئتنی اکرِمْکَ واعلم انہ اذا کان الجزاء ماضیا بغیر قد لم یجز الفاء فیہ نحو اِنْ اکرمتنی اکرمتُکَ قال اللّٰہ تعالیٰ ومن دخلہٗ کان اٰمنًا

(بقیہ صفحہ ۱۰۴) تو جواب یہ ہے کہ سببیت عام ہے اگر حقیقۃً نہ ہو تو حکما کافی ہے یہاں سببیت حکمیہ موجود ہے اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ بندوں کے پاس نعمتوں کا ہونا اس امر کا سبب ہے کہ یہ حکم لگایا جائے کہ یہ نعمتیں خدائے تعالیٰ کی جانب سے جزا دی گئی ہیں ۱۲ ع ہ والحسبان والعلم الموکول بالظن

سلہ قولہ واعلم انہ اذا کان الیٰ قولہ ومن دخلہ کان اٰمنًا (ت) اور جاننا چاہئے کہ جب ہو جزا ماضی بغیر قد کے تو فا اس میں ناجائز ہوگی جیسے ان اکرمتنی اکرمتک اگر تو میری عزت کرے گا تو میں تیری عزت کروں گا فرمایا خدائے تعالیٰ نے اور جو شخص داخل ہوگا اس میں ہوگا وہ امن پانے والا (ش) لفظ انہ میں ضمیر شان کی ہے اور ماضی عام ہے لفظی ہو یا معنوی جیسے ان قمت لم اقم اور بغیر قد جار مجرور مل کر ماضیا کی صفت ہے یعنی کا ئنا بغیر قد اور اس صورت میں جزا پر فا لانا اس وجہ سے ناجائز ہے کہ حرف شرط نے اس کے معنی میں اثر کر دیا کیونکہ ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیا پھر ربط کے لئے فا کی حاجت نہ رہی ۱۲

اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا اور اگر تو مجھے گالی دے گا تو میں تجھے نہیں ماروں گا۔ یا پس تجھے میں نہ ماروں گا اور اگر نہ ہو جزا ایک قسم دونوں مذکورہ قسموں میں سے تو واجب ہوتی ہے اس میں فا اور یہ واجب ہونا فا کا چار صورتوں میں ہے پہلی یہ کہ ہو جزا ماضی مع قد کے جیسے قول خدا تعالیٰ کا ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل اگر اس نے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی پہلے اس کے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہو جزا مضارع منفی بغیر لا جیسے

وَاِنْ کَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِیًّا بِلَا جَازَ فِیْهِ الْوَجْهَانِ (بغیر السین وسوف)

نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ اَوْ فَاَضْرِبُكَ (فی المضارع المثبت) وَاِنْ تَشْتِمْنِیْ لَا

اَضْرِبْكَ اَوْ فَلَا اَضْرِبُكَ (فی المضارع المنفی بلا) وَاِنْ لَمْ یَکُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ

الْقِسْمَیْنِ الْمَذْکُوْرَیْنِ یَجِبُ الْفَاءُ فِیْهِ وَذٰلِكَ فِیْ

اَرْبَعِ صُوَرٍ الْاُوْلٰی اَنْ یَّکُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِیًا مَعَ قَدْ کَقَوْلِهٖ

تَعَالٰی اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِیَةُ

اَنْ یَّکُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِیًّا بِغَیْرِ لَا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَنْ

یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَالثَّالِثَةُ اَنْ

یَّکُوْنَ جُمْلَةً اِسْمِیَّةً کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا الخ یعنی جو شخص تلاش کرے اسلام کے سوا کوئی اور دین تو ہرگز نہ قبول کیا جائے گا اس سے (ش) جب جزا مضارع ہو تو اس میں دونوں وجہ جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ مضارع لام امر وغیرہ کی وجہ سے مجزوم نہ ہو اور دعا یا تمنی نہ ہو کیونکہ دعا اور تمنی کلمہ ان داخل ہونے سے قبل ہی مستقبل ہے اس لئے ان کے اندر کلمہ ان کا کوئی اثر نہ ہوگا اور منفی بلا کہنے سے منفی بلم نکل گیا کیونکہ اس پر فا لانا ضروری ہے جیسا کہ عنقریب آجائے گا اور دونوں وجہ جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حرف شرط اس میں ایسا معنوی اثر نہیں کرتا جیسا ماضی میں کرتا تھا اس لئے فا لائی جائے گی اور چونکہ کچھ تو اثر کرتا ہی ہے اس لحاظ سے اس کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے حال کا زمانہ باقی نہیں رکھتا تو اس لئے ترک فا جائز ہے کیونکہ حرف شرط کی تاثیر من وجہ پائی گئی اگرچہ وہ قوی نہیں ہے اور اگر اس مضارع میں یہ قید اور لگا دی جاتی کہ اس پر سین اور سوف نہ ہو تو اچھا ہوتا کیونکہ

لہ قولہ وان کان مضارعًا مثبتا اومنفیًا الیٰ قولہ فلن یقبل منہ (ت) اور اگر ہو جزا مضارع مثبت یا منفی بلا تو جائز ہوں گی ان میں دونوں صورتیں جیسے ان تضربنی اضربک الخ

جزا جب مضارع با سین یا سوف ہو تو اس پر فا کا ترک ناجائز ہے اور پہلی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ لفظ قد لفظوں میں موجود ہو بلکہ اگر قد معنی میں ہو تو وہ بھی کافی ہے جیسے ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت کہ یہاں قد کے معنی ہیں لیعنی فقد صدقت ۱۲

سے قولہ والثالثۃ ان یکون جملۃ اسمیۃ الی قولہ امثالہا (ت) اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہو جزا جملہ اسمیہ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو شخص لائے گا ایک نیکی تو اس کیواسطے ہیں کے دس حصے اس کے (ش) اور تیسری صورت میں جملہ اسمیہ مضارع مجزوم کا عطف درست ہے جیسے من یضلل اللہ فلا ہادی لہ ویذرہم اور قرات میں کہ ... مجزوم ہو کیونکہ ایک قرات میں رفع ہے ظاہر جملہ اسمیہ پر محمول کر کے اور جزم اس وجہ سے درست ہے کہ جملہ اسمیہ محلاً مجزوم ہے ۱۲

لہ قولہ والرابعة ان یکون جملة انشائیة الی قولہ اذا ہم یقنطون (ت) اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ہو جزا جملہ انشائیہ یا امر جیسے اللہ تعالی نے فرمایا قل ان کنتم الخ یعنی کہدو اے نبی کریم صلعم کہ اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ کو تو اتباع کرو میرا۔ اور یا نہی جیسے اللہ تعالی کا قول ہے فان علمتموہن الخ یعنی پس اگر تم ان عورتوں کو جانو ایمان والیاں تو نہ لوٹاؤ ان کو کافروں کی طرف اور کبھی واقع ہو جاتا ہے اذا مع جملہ اسمیہ کے فا کی جگہ جیسے اللہ تعالی کا قول ہے وان تصبہم الخ یعنی اگر پہونچتی ہے ان کو کوئی برائی بوجہ ان اعمال کے جن کو پہلے کر چکے ہیں ہاتھ ان کے تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں (ش) اور چوتھی صورت میں یہ بھی داخل ہے کہ جزا استفہام

والرابعة[۱] ان یکون جملة انشائیة اما امرا کقوله تعالی قل ان
کنتم تحبون الله فاتبعونی واما نهیا کقوله تعالی فان
علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الی الکفار وقد یقع
اذا مع الجملة الاسمیة موضع الفاء کقوله تعالی وان تصبهم
سیئة بما قدمت ایدیهم اذا هم یقنطون وانما[۲] تقدر ان
بعد الافعال الخمسة التی هی الامر نحو تعلم تنج والنهی نحو لا تکذب
یکن خیرا لک والاستفهام نحو هل تزورنا نکرمک والتمنی
نحو لیتک عندی اخدمک والعرض نحو الا تنزل بنا تصب
خیرا وبعد النفی فی بعض المواضع نحو لا تفعل شرا یکن خیرا
لک وذلک اذا قصد ان الاول سبب للثانی کما رأیت فی الامثلة

ہو جیسے حدیث میں ہے ان ترکتنا فمن یرحمنا اگر تو ہم کو چھوڑ دیگا تو پھر کون رحم کرے گا ہم پر یا دعا ہو جیسے ان اکرمتنا فیرحمک اللہ اگر تو ہمارا اکرام کرے تو تجھپر خدائے تعالی رحم فرمائے اور جزا میں فا کے واجب ہونے کی پانچویں صورت بھی ہے وہ یہ کہ جزا مضارع مثبت مع السین یا مع سوف ہو اور ان سب صورتوں میں جزا پر فا لانا اسلئے واجب ہے کہ حرف شرط اس جزا میں کچھ اثر نہیں کرتا کیونکہ ان صورتوں میں حرف شرط زمانہ استقبال کا نہیں بناتا اور نہ لفظا اثر کرتا ہے کیونکہ حرف شرط اس کو مجزوم نہیں بناتا (فائدہ) جزا پر فا لانے نہ لانے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حرف شرط جزا میں موثر ہو تو فا لانا ناجائز ہے اور اگر تاثیر اور عدم تاثیر دونوں باتوں کا احتمال ہو تو اس میں فا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہے اور اگر بالکل موثر نہ ہو تو فا لانا واجب ہوتا ہے اور کبھی فا کی جگہ جملہ اسمیہ میں اذا مفاجاتیہ بھی آجاتا ہے اور فا کے ساتھ اذا مفاجاتیہ کو مناسبت یہ ہے کہ فا کی طرح اذا بھی تعقیب پر دال ہوتا ہے کیونکہ مفاجات کسی امر عادی کے حدوث پر مبنی ہوتی ہے لہذا جزا کے ساتھ مشابہ ہو گئی مفاجات کے معنی کسی کام کے اچانک ہو جانے کے ہیں اور جملہ اسمیہ کی قید اکثری بنا پر ہے کہ غیر جملہ اسمیہ اذا مفاجاتیہ کے ساتھ کم آتا ہے اور جملہ اسمیہ میں بھی بہ نسبت فا کے اذا کم آتا ہے اور لفظ قد لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲

سلے قولہ وانما تقدر ان بعد الافعال الی قولہ وکذالک البواقی (ت) اور سوا اس کے نہیں کہ مقدر ہوتا ہے ان شرطیہ بعد پانچ چیزوں کے وہ چیزیں کہ ایک ان میں سے امر ہے جیسے تعلم تنج تو علم سیکھ نجات پائے گا اور دوسری نہی ہے جیسے لا تکذب الخ یعنی جھوٹ نہ بول ہوگا یہ بہتر تیرے لئے اور تیسری استفہام ہے جیسے ہل تزورنا الخ کیا تو ہمارے پاس آئے گا ہم تیرا اکرام کریں گے اور چوتھی تمنی ہے جیسے لیتک عندی الخ کاش تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا اور پانچویں عرض ہے جیسے الا تنزل بنا الخ کیوں نہیں نازل ہوتا تو ہمارے پاس تاکہ تو پہنچے تو بہتری کو اور چھٹی بعد نفی کے بعض مقامات پر جیسے لا تفعل الخ یعنی شرارت مت کر ہوگا یہ بہتر تیرے لئے اور یہ مقدر ہونا ان شرطیہ کا اس وقت ہے کہ جب قصد کیا جائے یہ کہ اول جملہ دوسرے کے لئے سبب ہے جیسا کہ تم نے مثالوں میں دیکھا پس تحقیق معنی ہمارے اس قول کے کہ تعلم تنج ان تعلم تنج کے ہیں اور ایسے ہی باقی مثالیں ہیں (ش) اور پانچ جگہ جو ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی بتلائی ہیں ان میں ہر ایک کے اندر ان مقدر سمجھو مثلا تعلم تنج کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ ص۱۰۷) یہ معنی ہیں کہ ان تعلم تنج اور لاتکذب یکن خیرالک کا یہ مطلب ہے کہ ان لاتکذب یکن خیرالک اور ایسے ہی سب مثالیں جانو. اور ذالک کا مشار الیہ تقدیر ان بعد افعال خمسہ ہے اور یہ شرط تقدیر ان کی اس لئے کی گئی ہے تاکہ شرط کے معنی موجود ہوجائیں ۱۲ امتعلقہ صفحہ ھذا لہ قولہ فلذالک امتنع قولک الی قولہ نحو عِدْ و حَاسِبْ (ت) پس اسی وجہ سے منع ہے تیرا یہ قول کہ لاتکفر تدخل النار کفر مت کرو ورنہ داخل ہوگا تو دوزخ میں بوجہ منع ہونے سببیت کے اس لئے کہ صحیح نہیں ہے یہ کہ کہا جائے ان لاتکفر تدخل النار اگر تو کفر نہ کرے گا داخل ہوگا تو دوزخ میں اور تیسری قسم فعل کی امر ہے اور وہ ایک صیغہ ہے کہ طلب کیا جاتا ہے اس کے ذریعہ فعل فاعل مخاطب سے بایں طریق کہ حذف کردے تو مضارع سے علامت مضارع کو پھر تو دیکھے کہ اگر ہے مابعد علامت مضارع کا ساکن تو زیادہ

فَاِنَّ معنٰی قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِیْ فَلِذٰلِكَ

زیرا کہ تعلم سبب نجات ست ۱۲

اِمْتَنَعَ قَوْلُكَ لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِیَّةِ اِذْ لَا

یَصِحُّ اَنْ یُّقَالَ اِنْ لَّاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ وَالثَّالِثُ الْاَمْرُ

بسبب المعنی　بتقدیر الشرط علی وفق النہی ۱۲

وَهُوَ صِیْغَةٌ یُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِاَنْ

ماضی و مضارع خارج شد ۱۲　اے بوسیلہا ۱۲　از نہی خارج شد ۱۲　اے صدور الفعل ۱۲　احتراز شد از امر مجہول ۱۲

تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارَعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَاِنْ كَانَ مَا بَعْدَ

حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ سَاكِنًا زِدْتَّ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُوْمَةً اِنْ

اِنْضَمَّ ثَالِثُهٗ نَحْوُ اُنْصُرْ وَمَكْسُوْرَةً اِنْ اِنْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ

وَاِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَا حَاجَةَ اِلَی الْهَمْزَةِ

نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِیْ

فی عِدْ ۱۲　فی حَاسِبْ ۱۲　زیرا کہ مابعد حرف مضارعہ متحرک ست

کرے گا تو ہمزہ وصل مضموم اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہو جیسے اُنصر اور مکسور اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو جیسے اِعلم اور اِضرب اور اِستخرج اور اگر ہو مابعد علامت مضارع کا متحرک تو ہمزہ کی حاجت نہیں جیسے عِد وحاسب (ش) اور اسطرح لاتکفر تدخل النار بولنا اس وجہ سے صحیح نہیں کہ عدم کفر دخول نار کا سبب نہیں ہو سکتا ایسے ہی لاتفعل یکن خیرالک بولنا بھی صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہاں بھی ان مقدر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ عدم فعل مطلق خیر کا سبب نہیں ہو سکتا اور جب ان چھ مقامات میں کہ جہاں ان مقدر ہوتا ہے اگر سببیت مقصود نہ ہو تو جزم پڑھنا درست نہ ہوگا. بلکہ واجب ہوگا کہ رفع پڑھا جائے یا صفت بنا کر اگر اس میں صفت بننے کی قابلیت ہو جیسے فھب لی من لدنک ولیا یرثنی یعنی ولیا وارثا اور یا حال بنا کر اگر حال کی قابلیت ہو جیسے نذرھم فی خوضھم یلعبون بمعنی لاعبین اور جملہ مستانفہ بنا کر جیسے قم یدعوک الامیر اس میں یدعوک جملہ مستانفہ ہے اور امر کی تعریف میں ہو صیغۃ بمنزلہ جنس کے ہے کہ مقصود اور غیر مقصود سب کو شامل ہے اور باقی قیود بمنزلہ فصل کے ہیں چنانچہ یطلب سے ماضی اور مضارع دونوں نکل گئے اور الفعل سے نہی نکل گئی اور من الفاعل کہنے سے فعل مجہول نکل گیا اور المخاطب کہنے سے امر غائب اور متکلم خارج ہوگیا اور بان تحذف فعل کی دوسری

صفت ہے یعنی فعل متلبس بحذف حرف المضارعۃ اور یہ جزو تعریف نہیں ہے بلکہ یہ امر کی کیفیت اشتقاق کا بیان ہے اور اگر تیسرا حرف مضارع کا مضموم ہوگا تو ہمزہ کو مضموم اس وجہ سے کریں گے کہ اگر مفتوح کردیں تو مضارع متکلم کے ساتھ التباس لازم آئے گا اور ہمزہ وصلی کو مکسور اس لئے رکھتے ہیں کہ تاکہ اگر مضموم کریں اور مضارع کا تیسرا حرف مفتوح ہو تو مضارع مجہول کے ساتھ التباس نہ لازم آئے گا اور مفتوح کریں تو ماضی رباعی کے ساتھ التباس نہ لازم آئے گا اور اگر تیسرا حرف مضارع کا مکسور ہو تو ہمزہ کو فتح دینے سے امر رباعی کے ساتھ اور ضمہ دینے سے ماضی رباعی مجہول کے ساتھ التباس نہ لازم آئے گا ۱۲ ۲ھ قولہ والامر من باب الافعال الی قولہ واکرموا وأکرمی (ت) اور امر باب افعال کا دوسری قسم سے ہے اور وہ امر مبنی ہے علامت جزم پر جیسے اکرِم اور اکرِما اور اکرِموا اور اکرِمی (ش) یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے یہ بیان کیا ہے کہ مابعد حرف مضارع کا اگر ساکن ہو تو ہمزہ وصل مکسور ہوگا بشرطیکہ عین کلمہ مضارع کا مضموم نہ ہو تو یہ قاعدہ باب افعال میں ٹوٹتا ہے اس لئے کہ تکرم مثلاً مضارع باب افعال کا ہے اس میں علامت مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہے لہذا اس میں علامت مضارع کی حذف کرکے ہمزہ مکسور لانا چاہئے حالانکہ مفتوح لاتے ہیں اور جواب یہ ہے کہ ہمزہ اس وقت مکسور ہوتا ہے کہ جب مابعد علامت مضارع کا ساکن ہو اور یہاں مابعد علامت (باقی بر صفحہ آئندہ)

اور یائی اور الفی میں حذف حرف علت ہے اس وجہ سے اغز میں سے واؤ اور ارم میں سے یا اور اسع میں سے الف حذف ہوگیا اور صحیح کے تثنیہ جمع واحد مؤنث حاضر میں نون کا حذف ہو جانا علامت جزم ہے اس لئے اضربا اضربوا اضربی سے نون حذف ہوگیا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) ؎ قولہ فصل فعل مالم یسم فاعلہ الی قولہ نحو ضرب و دحرج و اکرم (ت) فعل اس مفعول کا کہ نہ ذکر کیا گیا ہو فاعل اس مفعول کا وہ فعل ہے کہ حذف کیا گیا ہو فاعل اس کا اور قائم کیا گیا ہو مفعول جگہ اس فاعل کے اور خاص ہے یہ فعل متعدی کے ساتھ اور علامت اس کی ماضی میں یہ ہے کہ ہو صرف پہلا حرف اس فعل کا مضموم اور ما قبل اس کے اخیر کا مکسور ان بابوں میں کہ نہ ہو ان کے اول میں ہمزہ وصل اور نہ تا زائدہ جیسے ضرب اور دحرج اور اکرم (ش) مالم یسم فاعلہ میں ما سے مراد مفعول ہے اور فاعلہ کی ضمیر

۱۰۹

وھو مبنیٌّ علی علامۃِ الجزم کَاضْرِبْ واغْزُ وارْمِ واسَعْ واضْرِبَا واضْرِبُوا واضْرِبِی فصلٌ فعلُ ما لم یُسَمَّ فاعلُہٗ ھُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فاعلُہٗ وأُقِیْمَ المفعولُ مقامَہٗ ویَخْتَصُّ بالمُتَعَدِّیْ وعلامتُہٗ فی الماضی ان یکونَ اولُہٗ مضمومًا فقط وماقبلَ اٰخرِہٖ مکسورًا فی الابواب التی لیستْ فی اوائلِھا ھمزۃُ وصلٍ ولا تاءٌ زائدۃٌ نحو ضُرِبَ وَدُحْرِجَ واُکْرِمَ ؎ وان یکونَ اولُہٗ وثانیہ مضمومًا وماقبلَ اٰخرِہٖ کذٰلِکَ فیما فی اولِہٖ تاءٌ زائدۃٌ نحو تُفُضِّلَ وتُضُوْرِبَ

ما کی طرف راجع ہے اور فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ادنیٰ ملابست کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ما موصولہ سے مراد فعل ہو اور فعل کی اضافت اس کی طرف بیانیہ ہو اور اس کی وجہ کہ اس مفعول کو فاعل کے قائم مقام کرنا جائز ہوگیا یہ ہے کہ فعل کے لئے دو طرفیں ہوتی ہیں ایک طرف صدور وہ تو فاعل ہے اور ایک طرف وقوع وہ مفعول ہے تو گویا ان دونوں میں طرف ہونے کے اعتبار سے مشابہت ہے جس لئے ایک کا دوسرے کی جگہ واقع ہو کر مرفوع ہونا درست ہوگیا اور اسکی وجہ کہ یہ فعل مالم یسم فاعلہ صرف مجہول ہی سے بنتا ہے یہ ہے کہ اگر فعل لازم سے بھی بنایا جائے تو فاعل نسیاً منسیاً ہی ہو جائے اور وہ چیز بالکل باقی نہ رہے جو فعل کا مسند الیہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ کہ فعل مجہول میں اس طرح کا تغیر کیا گیا اور اس کا اول مضموم اور ما قبل آخر مکسور ہو یہ ہے کہ اس فعل مجہول کے معنی معمول کے خلاف ہیں اور وہ مفعول کی طرف اسناد کرتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ اس کا وزن بھی معمول کے خلاف ہو یعنی فُعِلَ کہ جس میں ضمہ سے کسرہ کی طرف انتقال کیا گیا ہے اور ایسا وزن عرب کی زبان میں شاذ ہے ۱۲ ؎ قولہ وان یکون اولہ الی قولہ نحو یحاسب ویدحرج (ت) اور علامت فعل مجہول کی یہ ہے کہ ہو پہلا حرف اس کا اور دوسرا اس کا مضموم اور اس کے اخیر کا ماقبل بھی ایسا ہی ان بابوں میں کہ جن کے اول میں تا زائدہ ہے جیسے تفضل اور تضورب اور علامت فعل مجہول کی یہ ہے کہ ہو اول حرف اور تیسرا حرف اس کا

(بقیہ صفحہ ۱۰) مضارع کا ساکن نہیں ہے اس لئے کہ ما بعد علامت مضارع کا کاف نہیں ہے بلکہ ہمزہ ہے کیونکہ اصل میں تاکرم تھا اور وہ مفتوح ہے اور جب علامت مضارع کے بعد والا حرف مفتوح ہوتا ہے تو قانون یہ ہے کہ امر میں ہمزہ وصلی نہیں لایا جاتا لہذا اکرم امر میں یہ ہمزہ وصل نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو تاکرم میں تا کے بعد تھا اور مضارع میں ہمزہ اس لئے حذف ہوگیا کہ مضارع کے واحد متکلم میں دو ہمزے اکٹھے ہوگئے پھر اس کی مناسبت سے بحث کی سب صیغوں سے حذف کر دیا تاکہ باب مطرد ہو جائے اور علامت الجزم صحیح کے صیغے میں سکون ہے اس لئے اضرب کی با ساکن ہے اور ناقص واوی

مضموم اور اس کے اخیر حرف کا ماقبل بھی ایسا ہی ہو (یہ علامت) اس فعل میں ہے کہ جس کا اول ہمزہ وصل ہو جیسے استخرج اور اقتدر اور ہمزہ حرف مضموم کے تابع ہوتا ہے بشرطیکہ درج کلام میں ساقط نہ ہوا ہو اور مضارع میں علامت مجہول کی یہ ہے کہ ہو علامت مضارع کی مضموم اور اس کے اخیر حرف کا ماقبل مفتوح جیسے یضرب و یستخرج مگر باب مفاعلت اور افعال اور تفعیل اور فعللا اور اس کے آٹھوں ملحقات میں کیونکہ علامت مضارع مجہول کی ان بابوں میں اخیر حرف کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یحاسب اور یدحرج (ش) اور جن بابوں میں اول حرف تا زائدہ ہے ان کے اندر ایک تغیر یہ اور کیا ہے کہ اس کے دوسرے حرف کو بھی ضمہ دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دوسرے حرف کو ضمہ نہ دیا جائے تو باب تفعیل کے مضارع کے صیغہ واحد مؤنث غائب مذکر حاضر کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً تفضل میں اگر فا کو فتحہ دیں تو تفضل ہو جائے گا (بقیہ صفحہ ۱۱۱)

(بقیہ صفحہ۱) اور ان یکون ثالثہ کی ضمیر ماضی کی طرف لوٹتی ہے اور جن بابوں کے اول میں ہمزہ وصل آتا ہے اور ان میں سے یہاں صرف دو بابوں کی دو مثال دی ایک افتعال دوم استفعال اور باب انفعال اور افعنلال کی مثال انقلب اور افعنلال کی احرنجم اور افیعلال اخشوشن اور ان بابوں میں ہمزہ وصل کے ضمہ پر قناعت نہیں کی بلکہ تا کو بھی ضمہ دینا ضروری ٹھہرایا کیونکہ اگر تا کو ضمہ نہ دیا جاتا تو حالت درج میں بصورت الف امر کے ساتھ التباس لازم آتا اور ہمزہ وصل ماضی مجہول میں حرف مضموم کا تابع ہوتا ہے نہ مکسور کا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حرف مکسور کے بعد بھی ہمزہ وصل ماضی کے آوے تو انتقال کسرہ سے ضمہ کی طرف لازم آجائے گا جو عرب کے نزدیک قبیح ہے

وان يكون اوله وثالثه مضموما وماقبل اخره كذلك

مكسورا ١٢

في ما في اوله همزة وصل نحو اُستُخرِجَ واُقتُدِرَ و

اے وجد العلامة ١٢

الهمزة تتبع المضموم ان لم تدرج وفي المضارع

في الماضي المجهول — اے ان لم تسقط ١٢

ان يكون حرف المضارعة مضموما وماقبل اٰخره

مفتوحا نحو يُضرَبُ ويُستَخرَجُ الا في باب المفاعلة

وهذه العلامة جارية في جميع الابواب الا الخ ١٢

والافعال والتفعيل والفعللة وملحقاتها الثمانية

فان العلامة فيها فتح ماقبل الاخر نحو يُحاسَبُ ويُدَحرَجُ

وفي الاجوف[ل] ماضيه قيل وبيع وبالاشمام قيل وبيع

عطف بيان اجوف ١٢ — باشباع كسره ای انشم است ١٢

وبالواو قول وبوع وكذلك باب اختير وانقيد دون استخير

بارکان الواو علی العطف ١٢ — اختور ١٢ — انقود ١٢

اور اگر کوئی کہے کہ حرف مکسور اور حرف مضموم کے درمیان حرف ساکن حائل ہے لہذا انتقال کسرہ سے ضمہ کی طرف نہ ہوگا تو جواب یہ ہے کہ حرف ساکن مانع قوی نہیں ہے لہذا کالعدم ہے اور یہ حکم اتباع صرف اس حالت میں ہے کہ جب ہمزہ درج کلام میں ساقط نہ کیا جائے اور حرف ساکن سے مراد تنوین کا نون ہے جو ہمزہ وصل سے پہلے حرف پر ہے اور اگر ہمزہ کو ساقط کیا جائے کہ اس کا تلفظ ہی نہ ہو تو اتباع سے کوئی تعلق نہیں اور فعل مضارع میں چونکہ علامت مضارع کی سب سے پہلا حرف ہے اس لئے ماضی کی طرح مجہول بناتے وقت اس کو ضمہ دیں گے مگر یہاں قبل آخر کو فتحہ دیں گے اس وجہ سے کہ فتحہ خفیف اور مضارع حروف زیادت کی وجہ سے ثقیل اور باب مفاعلت وغیرہ میں علامت مجہول علامت مضارع کا ضمہ نہیں ہے اس لئے کہ علامت مضارع کی ان بابوں کے معروف میں بھی مضموم ہے ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا)

ل قولہ وفي الاجوف ماضيه الی قولہ مستقصی (ت) اور اجوف یعنی اس کی ماضی میں کہے گا تو قیل اور بیع اور اشمام کے ساتھ قیل اور بیع اور واو کے ساتھ قول اور بوع اور اسی طرح کہے گا تو باب اختیر اور انقید میں نہ استخیر اور اقیم میں بوجہ معدوم ہونے قیل کے ان دونوں میں اور اس اجوف کے مضارع میں بدل دیا جائے گا عین الف سے جیسے یقال اور یباع جیسا کہ جان چکا تو علم صرف میں کامل طور پر (ش) اور اجوف کی ماضی مجہول میں تین لغت ہیں افصح تو قیل اور بیع ہے یعنی حرکت واو اور یا کی نقل کر کے ماقبل کو دینا اور پھر واو کو یا سے بدل لینا۔ اور دوسرا لغت اشمام ہے اور اشمام یہ ہے کہ فا فعل کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کرے یا ساکنہ کو کچھ تھوڑا سا واو کی طرف مائل کر دینا تیسرا لغت یہ ہے کہ واو کی حرکت کو نقل نہ کریں بلکہ اس کو ساکن کر دیں اور قول پڑھیں اور یا ہو تو اس کو واو سے بدل لیں کیونکہ وہ خود ساکن اور اس کا ماقبل مضموم ہے اور کذلک باب اختیر وانقید کا یہ مطلب ہے کہ باب افتعال اور انفعال کی ماضی مجہول معتل میں بھی قیل اور بیع کی طرح تین لغت ہیں کیونکہ اختیر اور انقید کی تعلیل قیل اور بیع کی مانند ہے اور استخیر اور اقیم یعنی باب افعال اور استفعال کا ماضی مجہول معتل ایسا نہیں ہے کہ اس میں تینوں لغت جاری ہوں بلکہ صرف کسرہ ہے اشمام اور واو نہیں ہے کیونکہ ان میں تعلیل قیل اور بیع کی طرح نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ لفقد فعل فیہما اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ استخیر اصل میں استخیر۔ اور اقیم اصل میں اقوم تھا اور ماقبل عین کلمہ متحرک نہ تھا اس لئے فعل ان میں نہ پایا گیا جس لئے اس کی سی تعلیل بھی اس میں نہ ہوئی بلکہ عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدی اور اقوم میں جب حرکت واو کی قاف کو دیدی تو واو بوجہ ماقبل کسرہ کے یا سے بدل لی لہذا ان دونوں میں صرف ایک ہی لغت رہا اور اجوف مجہول کے مضارع میں خواہ یائی ہو یا واوی عین کو الف سے بدلیں گے جیسے یقال اور یباع کیونکہ علم صرف میں یہ قاعدہ گذر چکا ہے کہ جو واو یا یا متحرک ہو (باقی برصفحہ آئندہ)

له قوله فصل الفعل اما متعد الی قوله کضرب (ت) فعل یا متعدی ہوگا اور وہ وہ فعل ہے کہ موقوف ہو سمجھنا اس کے معنی کا کسی متعلق پر سوائے فاعل کے جیسے ضرب (مش) متعدی کی تعریف مذکور ان متعدی افعال پر بھی صادق ہے جو بلاواسطہ متعدی ہوتے ہیں جیسے ضرب اور ان پر بھی جو بالواسطہ متعدی ہوتے ہیں جیسے اعرض عنہ اور رغب الیہ کیونکہ اعراض اور رغبت بغیر معروض عنہ اور مرغوب الیہ کے تام نہیں ہوتے برخلاف قام کے کہ یہ بغیر کسی متعلق کے تام ہو سکتا ہے البتہ اگر اس کے ساتھ با ملا دی جائے تو اس حالت میں یہ متعدی ہو جائے گا اور اس کے معنی اقام کے ہوں گے۔ **٢ قوله** واما اللازم وهو ما بخلافه کقعد الی قوله تقول اعلم اللہ زیدا (ت) اور یا لازم ہوگا اور وہ وہ

فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو جیسے قعد اور قام اور متعدی کبھی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضرب زید عمروا اور کبھی دو مفعول کی طرف جیسے اعطی زید عمروا درہما دیا زید نے عمرو کو ایک درہم اور جائز ہوتا ہے اس قسم میں اکتفا کرنا ایک پر اس کے دونوں مفعولوں میں سے جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درہما برخلاف باب علمت کے اور کبھی متعدی ہوتا ہے تین مفعول کی طرف جیسے اعلم اللہ زیدا عمروا فاضلا بتلا دیا اللہ نے زید کو عمرو فاضل اور اسی باب سے ہے فعل اری اور انبا اور نبا اور اخبر اور خبر اور یہ ساتوں فعل ان کا پہلا مفعول پچھلے دونوں مفعولوں کے ساتھ اعطیت کے دونوں مفعولوں کی مانند ہے اور مفعولین پر اقتصار جائز ہونے میں کہے گا تو اعلم اللہ زیدا (مش) (فائدہ) فعل لازم کو متعدی بنانے کے کئی طریقے ہیں (۱) حرف جر کے ذریعہ جیسے ذہبت بزید (۲) ہمزہ لگا کر باب افعال میں لیجانے سے جیسے اذہبت زیدا (۳) باب تفعیل میں لیجانے سے جیسے فرحت زیدا (۴) باب مفاعلت میں لیجانے سے جیسے ماشیتہ یعنی چلنے میں میں نے اسکی مصاحبت کی (۵) باب استفعال میں لے جانے سے جیسے استخرجتہ میں نے اس کو نکالا (۶) فعل لازم کے فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہونے سے جیسے رحب بمعنی وسع اور فعل متعدی کو لازم بنانا ہو تو باب انفعال یا باب تفعلل میں لے جاؤ جیسے انقطع اور تدحرج اور باب اعطیت میں اقتصار ایک مفعول پر درست ہے یعنی چاہو تو صرف پہلے مفعول لے آؤ اور چاہو تو صرف دوسرا اور باب علمت میں اگر ایک مفعول لایا جائے تو دوسرا ضرور لانا پڑے گا اور باب اعلم میں تین مفعول کی ضرورت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ علم دو مفعول چاہتا تھا

وافيهم لفقد فُعِلَ فيهما وفي مضارعه عٓ تقلب العين الفًا نحو يقالُ ويباعُ كما عرفتَ في التصريف مستقصًى له فصل الفعل اِمّا متعدٍ وهو ما يتوقف فهم معناه على متعلقٍ غير الفاعل كضَرَبَ ٢ واما لازمٌ وهو ما بخلافه كقعد وقامَ والمتعدي قد يكونُ الى مفعولٍ واحدٍ كضربَ زيدٌ عمروًا والى مفعولين كاعطى زيدٌ عمروًا درهمًا ويجوز فيه الاقتصار على احدِ مفعوليه كاعطيتُ زيدًا واعطيتُ درهمًا بخلاف باب علمتُ والى ثلثة مفاعيل نحو اعلمَ الله زيدًا عمروًا فاضلًا ومنه ارٰى وانبأ ونبّأ واخبر وخبّر وحدّث

(بالفتح کم کردن ۱۲) (ای مستوفی وان مفعول باستقصاء ۱۲) (ای بین الاول کعلمت عمروا فاضلا ۱۲) (سواء اقتصر علی الاول کاعطیت ۱۲ او علی الثانی کاعطیت ۱۲) (فاذا ذکر فیہ احدہما وجب ذکر الآخر ۱۲)

بقیہ ص۱۱۱) اور اس کا ماقبل ساکن ہو تو اس کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدیں گے اور واو یا یا کو الف سے بدلیں گے اور یہ بدل واجب ہوگا چونکہ یہ مسئلہ علم صرف سے متعلق تھا اس لئے اس کا حوالہ دے دیا۔ اور مستقصًی اسم مفعول کا صیغہ باب استفعال سے ہے اس کا مصدر استقصاء ہے اور ترکیب میں یہ حال واقع ہے ۱۲

اور اس کو جب باب افعال میں لے گئے تو ایک مفعول کی اور زیادہ ہو گئی تین مفعول چاہنے میں اعلم تو اصل ہے اور باقی یعنی انبا اور نبا وغیرہ فرع ہیں یعنی چونکہ یہ افعال اعلام کے معنی کو شامل ہیں اس لئے یہ بھی تین مفعول کو چاہنے لگے۔ اور اخفش نے اظننت اور احسبت اور اخلت اور ازعمت کو اعلمت کے معنی میں شمار کر کے متعدی بسہ مفعول قرار دیا ہے مطلب یہ ہے کہ اعلمت میں یہ بات جائز ہے کہ اس کا پہلا مفعول لاؤ اور پچھلے دونوں مفعول نہ لاؤ اور برعکس یعنی یہ کہ اس کا پہلا مفعول نہ لاؤ اور پچھلے دونوں مفعول نہ لاؤ اور برعکس یعنی یہ کہ اس کا پہلا مفعول نہ لاؤ اور پچھلے دونوں لاؤ چنانچہ اعلم اللہ زیدا عمروا فاضلا میں صرف اعلم اللہ زیدا کہنا بھی درست ہے اور اعلم اللہ عمروا فاضلا کہنا بھی درست ہے ۱۲ عٓ اے مضارع مجہول اجوف واوی باشد یا یائی ۱۲

له قوله والثانی مع الثالث الی قوله خیر الناس (ت) اور دوسرا مفعول تیسرا مفعول کے ساتھ علمت کے دونوں مفعول کے مانند ہے احد المفعولین پر اقتصار نا جائز ہونے میں پس نہ کہہ سکے گا تو اعلمت زیدا خیر الناس بلکہ کہے گا تو اعلمت زیدا عمروا خیر الناس (ش) اور اعلمت کے دوسرے اور تیسرے مفعول میں یہ بات درست نہیں کہ دوسرا لاؤ اور تیسرا نہ لاؤ یا تیسرا لاؤ اور دوسرا نہ لاؤ بلکہ لانا ہوں گے تو دونوں اور ترک کرنا ہوں گے تو دونوں اس لئے اعلمت زیدا عمروا خیر الناس میں یہ درست نہیں کہ اعلمت زید عمروا فقط یا اعلمت زیدا خیر الناس فقط کہو ۱۲ ٢ه قوله فصل افعال القلوب الی قوله علمت زیدا عالما (ت) افعال قلوب یہ ہیں علمت اور ظننت

وهٰذه السبعة مفعولها الاول مع الآخيرين كمفعولي اعطيت

في بعض النسخ الستة مقام السبعة وهو سهو ۱۲

في جواز الاقتصار على احدهما تقول علم الله زيدا والثاني مع

اي يجوز الاقتصار على المفعول الاول ۱۲ — اي احد مفعولي باب اعطيت ۱۲

الثالث كمفعولي علمت في عدم جواز الاقتصار على احدهما

فلا تقول اعلمت زيدا خير الناس بل تقول اعلمت زيدا عمروا

بالاقتصار على المفعول الاول ۱۲

خير الناس فصل افعال القلوب علمت وظننت وحسبت

اي برسر مبتدا و خبر درآيند

وخلت ورأيت ووجدت وزعمت وهي افعال تدخل على

اي بر هر دو برائے نصب باشند ۱۲

المبتدأ والخبر فتنصبهما على المفعولية نحو علمت زيدا عالما

واعلم ان لهذه الافعال خواص منها ان لا تقتصر على احد

مفعوليها بخلاف باب اعطيت فلا تقول علمت زيدا ومنها

بالاقتصار على المفعول الاول

جواز الالغاء اذا توسطت نحو زيد ظننت قائم او تأخرت

اي ابطال العمل لفظا جوازا ۱۲

اور حسبت اور خلت اور رأیت اور وجدت اور زعمت اور یہ سب ایسے افعال ہیں کہ داخل ہوتے ہیں مبتدا اور خبر پر پھر نصب دیتے ہیں ان دونوں کو بنا بر مفعولیت کے جیسے علمت زیدا عالما (ش) ان افعال کو افعال الشک والیقین بھی کہتے ہیں اور افعال قلوب ان کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے صدور میں جوارح اور اعضاء کی ضرورت نہیں پڑتی اور افعال شک ویقین ان کا نام اس لئے رکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض افعال تو شک کے معنی میں ہیں جیسے ظننت اور حسبت اور خلت اور تین ہی فعل یقین کے معنی میں ہیں جیسے علمت رأیت وجدت اور ایک فعل ایسا ہے کہ وہ دونوں میں کام آسکتا ہے یعنی زعمت اور سات عدد میں ان کا انحصار عقلی نہیں ہے بلکہ استقرائی ہے کیونکہ کچھ افعال ان کے علاوہ بھی ان کے ہم معنی ہیں مثلا عرفت اور اعتقدت مگر استعمال میں ان کے دو مفعول نہیں آتے اور نہ افعال قلوب کے باقی احکام ان پر جاری ہوتے ہیں ۱۲ ٣ه قوله واعلم ان لهذه الافعال الی قوله نحو علمت لزید منطلق (ت) اور جاننا چاہئے کہ ان فعلوں کے لئے کچھ خاصیات ہیں ایک ان میں سے یہ ہے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار نہیں کیا جاتا بخلاف باب اعطیت کے پس تو نہیں کہے گا علمت زیدا اور بعض ان میں سے الغا کا جائز ہونا ہے جبکہ یہ افعال وسط میں واقع ہوں جیسے زید ظننت قائم یا موخر واقع ہوں جیسے زید قائم ظننت اور بعض ان میں سے یہ ہے کہ یہ افعال متعلق کردئے جاتے ہیں جبکہ استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ازید عندک ام عمرو اور ما نفی سے پہلے جیسے علمت ما زید فی الدار یا لام ابتداء سے پہلے جیسے علمت لزید منطلق (ش)

خواص خاصہ کی جمع ہے اور خاصہ شئ کا وہ ہے جو اس شئ کے ساتھ خاص ہو اور کسی دوسری شئ میں نہ پایا جائے پہلا خاصہ افعال قلوب کا یہ ہے کہ ان میں ایک مفعول پر اقتصار درست نہیں یعنی یہ کہ ایک مفعول ذکر کیا جائے اور دوسرا نہ کیا جائے البتہ یہ جائز ہے کہ دونوں کو نہ ذکر کیا جائے جس طرح قرآن شریف میں ہے ویوم یقول نادوا شرکائی الذین زعمتم کہ اصل میں زعمتموا ایاہم تھا اور عدم جواز اقتصار کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دونوں مفعول مبتدا خبر ہوتے ہیں اور یہ ناجائز ہے کہ مبتدا بغیر خبر کے یا خبر بغیر مبتدا کے ذکر کی جائے اور باب اعطیت کے دونوں مفعول ایسے نہیں ہیں یعنی وہ مبتدا خبر نہیں ہیں دوسرا خاصہ یہ ہے کہ افعال قلوب کو ملغی کرنا درست ہے الغاء سے کہتے ہیں کہ لفظا و معنی دونوں طرح عمل کو باطل کردیا جائے یہ دو صورتوں میں درست ہے ایک تو یہ کہ افعال قلوب مبتدا خبر کے درمیان واقع ہوں دوسری یہ کہ مبتدا خبر کے بعد (باقی برصفحہ آئندہ)

بقیہ صـ۱۱۲) واقع ہو اور وجہ یہ ہے کہ ان افعال کا عمل ان صورتوں میں ضعیف ہے اور مبتدا اور خبر دونوں مستقل چیزیں ہیں لہٰذا توسط اور تاخر کی صورت میں اپنے ماقبل کے اندر عمل نہیں کر سکتے مگر چونکہ ان کا عمل فی نفسہ ضعیف نہیں ہے اس لئے جائز یہ بھی ہے کہ عمل دلایا جائے اسی لئے مصنف نے جواز کا لفظ استعمال کیا ہے مگر یہ بات یاد رکھو کہ توسط کی صورت میں گو جائز دونوں باتیں ہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ عمل دلایا جائے اور تاخر کی صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ عمل نہ دلایا جائے اور اس میں اقوال اور بھی ہیں ہم بخوف طوالت ذکر نہیں کرتے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ یہ افعال المقلوب کی حالت میں اس مصدر کے معنی میں ہوتے ہیں جو ظرف واقع ہو مثلاً زید ظننت قائم. قائم کے معنی یہ ہیں کہ زید قائم فی ظنی اور تیسرا خاصہ یہ ہے کہ یہ افعال اگر حرف استفہام

سے پہلے واقع ہوں تو متعلق کر دیئے جاتے ہیں ایسے ہی حرف نفی سے پہلے اور ایسے ہی لام ابتداء سے پہلے اور

نحو زيدٌ قائمٌ ظننتُ ومنها انها تعلّق اذا وقعت قبل الاستفهام

نحو علمتُ أزيدٌ عندك أم عمروٌ وقبل النفي نحو علمتُ ما زيدٌ

في الدار وقبل لام الابتداء نحو علمتُ لزيدٌ منطلقٌ ومنها

انها يجوز ان يكون فاعلها ومفعولها ضميرين لشيءٍ واحدٍ

نحو علمتني منطلقًا وظننتك فاضلًا واعلم انه قد يكون

ظننتُ بمعنى اتهمتُ وعلمتُ بمعنى عرفتُ ورأيتُ

بمعنى ابصرتُ ووجدتُ بمعنى اصبتُ الضالّة فتنصب

مفعولًا واحدًا فقط فلا تكون حينئذٍ من افعال القلوب

فصل الافعال الناقصة هي افعال وُضعت لتقرير الفاعل

تعلیق اسے کہتے ہیں کہ لفظاً تو عمل باطل کر دیا جائے مگر معنی باقی رہے اور ان تینوں صورتوں میں ان افعال کے متعلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں یعنی حرف استفہام اور حرف نفی اور لام ابتداء صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور اگر افعال کو عامل رکھا جائے تو ان کی صدارت باطل ہوتی ہے اس لئے محض لفظوں میں ان کے عمل کو باطل کر دیا۔۱۲

سلف قولہ ومنہا انہا لا یجوز ان یکون فاعلہا الیٰ قولہ وظننتک فاضلا (ت) اور بعض ان میں سے یہ ہے کہ یہ افعال جائز ہوتا ہے ہونا ان کے فاعل اور مفعول کا دو ضمیریں کہ راجع ہوں وہ دونوں ایک شئی کی طرف جیسے علمتنی منطلقا اور ظننتک فاضلا میں نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا اور تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا (ش) اور چوتھا خاصہ یہ ہے کہ افعال قلوب کا فاعل اور ان کا پہلا مفعول ایسی دو متصل ضمیریں ہو سکتی ہیں کہ جن دونوں کا مرجع ایک شخص ہو برخلاف باقی افعال کے کہ ان میں یہ جائز نہیں مثلاً کوئی شخص ضربتنی اور ضربتک نہیں کہہ سکتا بلکہ اگر اس طرح کہنا ضروری ہوگا تو یوں کہے گا ضربت نفسی اور ضربت نفسک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے افعال میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ فاعل کا فعل غیر سے متعلق ہوا کرتا ہے پس اگر بلا زیادتی لفظ نفس بولا جائیگا تو التباس لازم آئے گا یعنی یہ وہم ہوگا کہ شاید دونوں (فاعل اور مفعول) ایک نہیں ہیں مثلاً ضربتنی بصیغہ متکلم کسی نے کہا تو وہم ہوگا کہ شاید یہ ضربتنی بصیغہ خطاب ہے اور بعض غیر افعال قلوب بھی ہیں جن میں یہ چوتھا خاصہ پایا جاتا ہے مثلاً فقدتنی اور عدمتنی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اگرچہ افعال قلوب میں سے نہیں ہیں مگر افعال قلوب کی ضد ہیں مثلاً فقد وجد کی ضد ہے اور ایسے ہی عدم ۱۲ سلف قولہ واعلم انہ قد یکون الیٰ قولہ من افعال القلوب (ت) اور جاننا چاہئے کہ کبھی ہوتا ہے ظننت بمعنی اتہمت اور علمت بمعنی عرفت اور رأیت بمعنی ابصرت اور وجدت بمعنی اصبت الضالۃ میں نے گم شدہ کو پایا (ان صورتوں میں) نصب دیتے ہیں صرف ایک مفعول کو پس اس حالت میں افعال القلوب سے نہیں ہوتے (ش) ظن کبھی تہمت لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وما ہو علی الغیب بظنین یعنی نہیں ہیں وہ رسول غیب پر متہم اور علمت بمعنی عرفت بھی قرآن کریم میں ہے ارشاد ہے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم اور رأیت بمعنی ابصرت بھی قرآن شریف میں ہے ارشاد ہے فانظر ماذا تری یعنی غور کر کیا دیکھتا ہے اور کبھی حسبت کے معنی عرت و احسب کے ہو گئے ہیں حسب والا اور خلت کے معنی ہو گیا ہیں خال (تلا) والا اور زعمت کے معنی کفیل ہونا میں بھی آتے ہیں ۱۲ سلف قولہ فصل الافعال الناقصۃ الیٰ قولہ الیٰ آخرہا (ت) افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں واسطے (باقی بر صـ۱۱۴)

(بقیہ صفحہ ۱۱۳) ثابت کرنے فاعل کے اوپر ایک صفت کے سوائے صفت مصدر اس کے کے اور وہ دو افعال کان اور صار اور ظل اور بات ہے آخر تک (اش) ان افعال کو ناقصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ بہ نسبت دوسرے افعال کے ناقص ہیں کیونکہ یہ افعال محض زمان پر دال ہیں اور دوسرے افعال حدث اور زمان دونوں پر دال ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ کہ یہ افعال صرف مرفوع سے تام نہیں ہوتے بلکہ منصوب کے بھی محتاج ہوتے ہیں تب فائدہ پہونچاتے ہیں۔ یا اس لئے کہ ان کا عدد بہ نسبت افعال تامہ ناقص یعنی کم ہے ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) **لہ قولہ** تدخل علی الجملۃ الاسمیۃ الی قولہ کقول الشاعر (ت) داخل ہوتے ہیں یہ افعال جملہ اسمیہ پر واسطے فائدہ

۱۱۴

علٰی صفۃٍ غیرِ صفۃِ مصدرِھا وھی کانَ وصارَ وظلَّ وباتَ الٰی اٰخرِھا تدخلُ علی الجملۃِ الاسمیۃِ لافادۃِ نسبتِھا حکمَ معناھا فترفعُ الاوّلَ وتنصبُ الثانیَ فتقولُ کانَ زیدٌ قائمًا وکانَ علٰی ثلٰثۃِ اقسامٍ ناقصۃٌ وھی تدلُّ علٰی ثبوتِ خبرِھا لفاعلِھا فی الماضی امّا دائمًا نحو کانَ اللّٰہُ علیمًا حکیمًا او منقطعًا نحو کانَ زیدٌ شابًّا وتامّۃٌ بمعنٰی ثبتَ وحصلَ نحو کانَ القتالُ ای حصلَ القتالُ وزائدۃٌ لا یتغیّرُ باسقاطِھا معنی الجملۃِ کقولِ الشاعرِ شعر جیادُ ابنی ابی بکرٍ تسامٰی علٰی کانَ المسوّمۃِ العرابِ ای علی المسوّمۃِ وصارَ للانتقالِ نحو صارَ زیدٌ غنیًّا واصبحَ وامسٰی واضحٰی تدلُّ علی اقترانِ مضمونِ الجملۃِ بتلکَ الاوقاتِ نحو اصبحَ زیدٌ ذاکرًا

پہونچانے نسبت جملہ کے حکم معنی اپنے کا پس رفع دیتے ہیں یہ افعال پہلے جزو کو اور نصب دیتے ہیں دوسرے کو لہٰذا کہے گا تو کان زید قائما اور کان تین قسم پر ہے۔ ایک ناقصہ اور وہ دلالت کرتا ہے اپنی خبر کے اپنے فاعل کے لئے زمانہ گذشتہ میں ثابت ہونے پر ایسا ثابت ہونا جو دائم ہو جیسے کان اللہ علیما حکیما یا ایسا ثابت ہونا جو ختم ہونے والا ہو جیسے کان زید شابا اور دوسرا تامہ بمعنی ثبت اور حصل جیسے کان القتال یعنی حصل القتال (ش) اور یہ جو کہا کہ حکم معناہا یعنی یہ افعال جملہ کی نسبت کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلا صار کے معنی انتقال کے ہیں مگر اس کی خبر انتقال کے ساتھ موصوف نہیں بلکہ خبر تو منتقل الیہ ہوگی اس لئے حکم انتقال خبر کو دیا گیا نہ کہ انتقال بایں وجہ مصنف نے لفظ حکم زیادہ کیا اور بقول بعض حکم کے معنی یہاں اثر کے ہیں یعنی یہ افعال اپنے معنی کے اثر کا فائدہ بخشتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انتقال کا اثر منتقل الیہ اور دوام کا اثر دائم ہے اور یہ افعال اسم کو رفع اس وجہ سے دیتے ہیں کہ وہ حکما فاعل ہے اور خبر کو نصب اس وجہ سے کہ وہ مشابہ مفعول بہ کے ہے ۱۲ **ع قولہ** وزائدۃ لا یتغیر الی قولہ کقول الشاعر (ت) اور تیسرا زائدہ ہے کہ نہیں بدلتے اس کے ساقط کر دینے سے معنی جملہ کے جیسے قول شاعر کا شعر (ش) زائد کان وہ ہوتا ہے جس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہوں اور یہ زائد ہونا صرف لفظ کان کے ساتھ خاص ہے اس کے اور صیغوں میں نہیں پایا جاتا برخلاف ناقصہ اور تامہ ہونے کے کہ وہ دونوں کان اور اس کے تمام صیغوں میں پائے جاتے ہیں ۱۲ **سے قولہ** جیاد ابن ابی بکر الی قولہ وبمعنی صار (ت) یعنی قبیلہ بنو ابی بکر کے کھرے گھوڑے غالب آگئے ان گھوڑوں پر جو نشان دیئے گئے خالص عربی ہیں یعنی اصل عبارت علی المسومۃ ہے اور لفظ صار انتقال کے لئے ہے جیسے صار زید غنیا اور اصبح اور امسی اور اضحی دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ان اوقات کے ساتھ متصل ہونے پر جیسے اصبح زید ذاکرا یعنی ہوگیا وہ ذکر کرنے والا صبح کے وقت اور بمعنی صار جیسے اصبح زید غنیا ہوگیا زید مالدار اور یہ تامہ بھی ہوتے ہیں جیسے اضحی ذی العبادۃ الخ داخل ہوا وہ صبح کے وقت میں اور دوپہر کے وقت میں اور شام کے وقت میں اور ظل اور بات دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ان کے اوقات کے ساتھ متصل ہونے پر جیسے ظل زید کاتبا یعنی اس کی کتابت دن میں حاصل ہوئی اور یہ دونوں بمعنی صار بھی آتے ہیں (ش) جیاد جید کی جمع ہے تیز رو گھوڑے کو کہتے ہیں اور اصل میں تتسامی تھا ان میں سے ایک تا کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا اس کا مصدر تسامی ہے (باقی بر صفحہ ۱۱۵)

(بقیہ صفحہ ۱۱۴) بمعنی بلندی اور علی المسومۃ میں مسومۃ کا مصدر تسویم ہے ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جن پر علامت لگائی گئی ہو اور عراب بکسر عین عربی کی جمع ہے جیاد مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مبتدا اور تسامی جملہ ہو کر اس کی خبر ہے اور کبھی کان ملغاۃ بھی ہوتا ہے یعنی وہ جو لفظوں میں کچھ عمل نہ کرے مگر معنی میں اثر کرے جیسے زید کان قائم کہ لفظ میں اس کا کوئی فائدہ نہیں مگر معنی میں زمانہ گذشتہ بتلاتا ہے اور صار جو انتقال کے لئے ہے تو انتقال کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک تو ایک حقیقت سے دوسرے حقیقت کی طرف منتقل ہونا جیسے صار الطین حجرا اور دوسری ایک مکان سے دوسری مکان کی طرف منتقل ہونا اقتران مضمون الجملۃ میں سے وہ جملہ مراد ہے جو ان افعال کے واقع ہوگا اور بوقتیہما سے مراد دن اور رات ہے دن تو ظل میں اور رات بات میں۔ اور ظل و بات کبھی

۱۱۵

اى كان ذاكرا فى وقت الصبح وبمعنى صار نحو اصبح زيد غنيا وتامة بمعنى دخل فى الصباح والضحى والمساء وظل وبات يدلان على اقتران مضمون الجملة بوقتيهما نحو ظل زيد كاتبا وبمعنى صار وما زال وما فتئ وما برح وما انفك تدل على استمرار ثبوت خبرها لفاعلها مذ قبله نحو ما زال زيد اميرا ويلزمها حرف النفى وما دام يدل على توقيت امر بمدة ثبوت خبرها لفاعلها نحو اقوم ما دام الامير جالسا وليس يدل على نفى معنى الجملة حالا وقيل مطلقا وقد عرفت بقية احكامها فى القسم الاول فلا نعيدها فصل

تامہ بھی ہوتے ہیں مگر بہت کم جیسے ظللت بمکان لطیف دن گذارا میں نے پاکیزہ جگہ اور بت بنیا لطیفا رات گذاری میں نے پاکیزہ کوٹھری میں ۱۲

متعلقہ صفحہ ھذا

لہ قولہ وما زال وما فتئ الی قولہ فلا نعیدھا (ت) اور ما زال اور ما فتئ اور ما برح اور ما انفک دلالت کرتے ہیں اپنی خبر کے اپنے فاعل کے لئے دائما ثابت رہنے پر جس وقت سے کہ قبول کیا ہے فاعل نے خبر کو جیسے ما زال زید امیرا ہمیشہ رہا زید امیر اور لازم ہے ان افعال کو حرف نفی اور ما دام دلالت کرتا ہے کسی بات کے موقت کرنے پر ساتھ مدت ثبوت خبر ان افعال کے ان کے فاعل کے لئے جیسے اقوم ما دام الامیر جالسا کھڑا رہوں گا میں جبتک کہ امیر بیٹھنے والا ہے اور لیس دلالت کرتا ہے معنی جملہ کی نفی پر زمانہ حال میں اور بقول بعض ہر زمانہ میں اور جان چکے ہو تم باقی احکام افعال ناقصہ پہلی قسم میں اس لئے ہم ان کو نہیں لوٹاتے (ش) ۱۲ تہذ قبل فعل ماضی معروف کے مذکر غائب کا صیغہ ہے اس کی ضمیر مستتر مرفوع کا مرجع فاعل ہے اور ضمیر بارز منصوب کا مرجع خبر ہے یعنی جب سے قبول کیا ہے فاعل نے خبر کو اس وقت سے اب تک وہ خبر فاعل میں ثابت چلی آرہی ہے چنانچہ ما زال زید امیرا کے یہ معنی ہیں کہ جب سے زید میں امارت آئی ہے اس وقت سے برابر امیر چلا آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بچپن کا زمانہ اس سے خارج ہے کیونکہ بچپن کا زمانہ امیر ہونے کا وقت نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ ان افعال کو حرف نفی لازم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد بتلانا ہے کہ خبر کا ثبوت اسم کیلئے علی الدوام ثابت ہے اور وہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ جب حرف نفی ان پر داخل ہو اس لئے کہ ان افعال کے معنی نفی اور عدم اور ضد زوال کے ہیں اور جب ان پر حرف نفی داخل ہوگا تو نفی کی نفی ہو جائے گی اور نفی کی نفی ثبوت ہوتا ہے (ف) یاد رکھو کہ کبھی اسم کے موقع پر ان الفاظ سے حرف نفی کو لفظا حذف بھی کر دیتے ہیں مگر چونکہ معنی میں وہ نفی ملحوظ رہتی ہے مثلا تاللہ تفتؤ تذکر یوسف کیونکہ اس کے معنی لا تفتؤ ہیں اسم اشکی ہمیشہ رہتا ہے تو کر ذکر کرتا ہے یوسف کا اور ما دام کی دلالت اس پر ہے کہ فلاں کام اس وقت تک ہے کہ جب تک ما دام کی خبر اس کے اسم کے واسطے ثابت ہے مثلا اقوم ما دام الامیر جالسا اس کے معنی یہ ہیں کہ اقوم مدۃ دوام جلوس زید اور جو لوگ لیس کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ وہ مطلق زمانہ کی نفی کے لئے آتا ہے وہ اس کی مثال یہ دیتے ہیں الا یوم یاتیہم لیس مصروفا عنہم یعنی ہشیار ہو جاؤ جس دن آئے گا ان لوگوں کے پاس وہ عذاب تو نہ ہوگا وہ ہٹایا ہوا ان سے اس آیت میں لیس نفی مستقبل کے لئے آیا ہے کیونکہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اور جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ خبر ایسے شخص نے دی ہے جس کی خبر میں شک و شبہ نہیں تو گویا آئندہ آنے والا (باقی بر صفحہ ۱۱۶)

(بقیہ صفحہ ۱۱۵) مگر بوجہ یقینی ہونے کے ایسا ہے کہ گویا گذر چکا۔ اور بقیہ احکام سے مراد خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا اور خود ان فعلوں پر مقدم کرنا ہے۔

ا قولہ فصل افعال المقاربۃ الی قولہ نحو کاد زید یقوم (ت) افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں واسطے دلالت کرنے کے اوپر قریب ہونے خبر کے ان کے فاعل کے لئے اور وہ افعال تین قسم پر ہیں پہلی قسم امید کرنے کے لئے ہے اور وہ عسیٰ ہے اور وہ فعل جامد ہے کہ اس سے بجز ماضی کے اور کچھ مستعمل نہیں ہے اور وہ عمل میں کاد کی مثل ہے مگر یہ کہ اس کی خبر فعل مضارع مع اَن ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم اور جائز ہے مقدم کرنا خبر کا اس کے اسم پر جیسے عسیٰ ان یقوم زید اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اَن جیسے عسیٰ زید یقوم اور دوسری قسم حصول کے لئے ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر مضارع بغیر ان ہے جیسے کاد زید یقوم (ش) افعال ناقصہ کے بعد افعال مقاربہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس بات میں دونوں شریک ہیں کہ خبر کو چاہتے ہیں کیونکہ یہ افعال اس بات کے لئے موضوع ہیں کہ فاعل کا ایک صفت معینہ پر ہونا ثابت کرتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ افعال مقاربہ کی خبر اخص ہے یعنی فعل مضارع اور یہ جو کہا کہ اس سے بجز ماضی کے اور کچھ مستعمل نہیں اس کا یہ مطلب کہ مضارع اور ماضی مجہول اور امر و نہی اور اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ اس سے کچھ نہیں بنتا کیونکہ یہ انشا کے معنی کو متضمن ہونے کے باعث لعل کی مثل ہے اور لعل کی تو گردان ہے نہیں ایسے ہی اس کی بھی نہیں اور یہ جو کہا کہ فعل مضارع مع اَن اس کی خبر ہے یہ اکثر نحویوں کا مذہب ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اَن مع فعل مضارع کے مرفوع المحل ہے اس لئے کہ وہ لفظ عسیٰ کا فاعل ہے اور زید یقوم کا فاعل تقدیم اور تاخیر ہو گئی ہے اور کوئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان یقوم لفظ زید سے بدل ہے اور خبر میں اَن اس وجہ سے شرط ہے کہ ترجی ایسی صورت میں پائی جا سکتی ہے کیونکہ اس کے لئے زمانہ مستقبل ضروری ہے اس لئے ان لانے میں جو استقبال پر دال ہے اور تقدیم خبر کی صورت میں یعنی جب عسیٰ ان یقوم زید کہا جائے تو ان یقوم عسیٰ کا فاعل اور زید یقوم کا فاعل ہوگا اور اس حالت میں خبر کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ عسیٰ اس وقت تامہ ہوگا اور پہلی صورت میں ناقصہ تھا اور جب خبر سے ان کو حذف کرتے ہیں تو اس وقت عسیٰ کاد کے مشابہ ہوتا ہے اور ان کے حذف ہونے کی مثال یہ شعر ہے شعر عسی الکرب الذی امسیت فیہ ٭ یکون وراءہ فرج قریب
ترجمہ: عنقریب جس مصیبت میں میں نے شام کی ہے اس کے بعد جلد کشادگی ہوگی ۲

أَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ[۱] هِيَ أَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلَى دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا وَهِيَ ثَلٰثَةُ أَقْسَامٍ الْأَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ عَسٰى وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَا يُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِي وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ إِلَّا أَنَّ خَبَرَهُ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ أَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ أَنْ يَقُوْمَ وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلٰى اسْمِهِ نَحْوُ عَسٰى أَنْ يَقُوْمَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ أَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ يَقُوْمُ وَالثَّانِي لِلْحُصُوْلِ وَهُوَ كَادَ وَخَبَرُهُ مُضَارِعٌ دُوْنَ أَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ[۲] أَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ أَنْ يَقُوْمَ وَالثَّالِثُ لِلْأَخْذِ وَالشُّرُوْعِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَكَرَبَ وَأَخَذَ وَاسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ كَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ وَأَوْشَكَ وَاسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ

۲ قولہ وقد تدخل ان الی قولہ مثل عسی وکاد (ت) اور کبھی داخل ہوتا ہے اَن جیسے کاد زید ان یقوم اور تیسری قسم اخذ اور فعل میں شروع ہو جانے کے لئے ہے اور وہ طفق اور جعل اور کرب اور اخذ ہے اور ان سب کا استعمال عسیٰ اور کاد کی مثل ہے (ش) اور کبھی کاد کی خبر اَن آ جاتا ہے کیونکہ اس کو عسیٰ کے مشابہ کر دیتے ہیں اس کی مثال یہ مصرع ہے ع قد کاد من طول البلی ان یمحی یعنی قریب تھا کہ زیادہ پرانے ہونے کے سبب مٹ جائے اور یہ جو کہا کہ استعمال ان چاروں فعلوں کا کاد کی مثل ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح کاد اسم و خبر کو چاہتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے ایسے ہی ان چاروں فعلوں کا بھی حال ہے اور یہ جو کہا کہ استعمال اوشک کا عسیٰ اور کاد کی مثل ہے اس کا یہ مطلب کہ کبھی اوشک عسیٰ کی مانند مستعمل ہوتا ہے اور کبھی خبر کو چاہتا ہے اور کبھی خبر سے بے نیاز ہوتا ہے جیسے اوشک زید ان یقوم اور اوشک ان یقوم زید اور کبھی کاد کی مانند اسم و خبر کو چاہتا ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

اور یا ما موصولہ ہے بمعنی الذی یہ اخفش کا مذہب ہے اور جملہ اس کے بعد ہے وہ صلہ ہے اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے اصل میں الذی احسن زیدا شئ عظیم تھا اور بعض کے نزدیک ما استفہامیہ ہے اور مبتدا اور اس کا مابعد خبر ہے اصل میں ای شئ احسن زیدا تھا اور احسن بزید میں جار مجرور سیبویہ کے نزدیک فاعل ہے اس صورت میں احسن کے اندر ضمیر نہ ہوگی کیونکہ فاعل صرف ایک ہی ہوتا ہے اور اخفش کے نزدیک جار مجرور مفعول ہے اور چونکہ اس کا حذف بھی جائز ہے اس سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے حذف کی مثال یہ آیت ہے اسمع بہم و ابصر کہ اس میں ابصر بعد بہم کو حذف کر دیا پہلے مذہب کی بنا پر احسن امر بمعنی ماضی ہے اور اس مذہب کی بنا پر امر ہی ہے اور اس میں ضمیر انت مستتر ہے اور اس کا فاعل ہے یعنی احسن انت بزید ۱۲

فصل فعلا التعجب ما وضع لانشاء التعجب وله صيغتان ما افعله

نحو ما احسن زيدا اي شئ احسن زيدا وفي احسن ضمير وهو فاعله وافعل به نحو احسن بزيد ولا يبنيان الا مما يبنى منه افعل التفضيل ويتوصل في الممتنع بمثل ما اشد استخراجا في الاول واشدد باستخراجه في الثاني كما عرفت في اسم التفضيل ولا يجوز التصرف فيهما بتقديم ولا تاخير ولا فصل والمازني اجاز الفصل بالظرف نحو ما احسن اليوم زيدا

فصل افعال المدح والذم ما وضع لانشاء مدح او ذم

اما المدح فله فعلان نعم وفاعله اسم معرف باللام نحو نعم

(بقیہ ص ۱۱۶) اور خبر فعل مضارع بغیر ان ہوتی ہے جیسے اوشک زید یقوم ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) لہ قولہ فعلا التعجب الی قولہ نحو احسن بزید (ت) دو فعل تعجب کے وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہوں تعجب پیدا کرنے کیلئے اور اس کیلئے دو صیغے ہیں ایک ما افعلہ جیسے ما احسن زیدا یعنی کس چیز نے اچھا کر دیا زید کو اور احسن میں ایک ضمیر ہے جو احسن کا فاعل ہے اور دوسرا صیغہ افعل بہ جیسے احسن بزید کس قدر اچھا ہے زید (ش) ما احسن زیدا میں ما مبتدا ہے اور نکرہ ہے بمعنی شئے یہ سیبویہ اور خلیل کا مذہب ہے ان کے نزدیک اس کے اصل شئ احسن زیدا تھی اور احسن زیدا جملہ مل کر اس کی خبر ہے

قولہ ولا یبنیان الا مما یبنی منہ افعل التفضیل الی قولہ احسن الیوم زیدا (ت) اور نہیں بنتے ہیں یہ دونوں فعل مگر اس سے کہ جس سے افعل التفضیل بنتا ہے اور ذریعہ بنایا جاتا ہے اس فعل میں کہ منع ہے اسم تفضیل اس سے ساتھ مثل ما اشد استخراجا کے پہلے فعل میں اور اشدد باستخراجہ کے دوسرے فعل میں جیسا کہ جانا تو نے اسم تفضیل کے بیان میں اور نہیں جائز ہے تصرف ان دونوں فعلوں میں تقدیم کا اور نہ تاخیر کا اور نہ فصل کا اور مازنی نے جائز رکھا ہے فصل کو ظرف کے ساتھ جیسے ما احسن الیوم زیدا (ش) اور یہ جو کہا کہ جس فعل سے اسم تفضیل نہیں بنتا اس سے یہ افعال التعجب بھی نہیں بنتے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس ثلاثی مجرد سے بنتے ہیں جو لون اور عیب کے معنی میں نہ ہو اور ممتنع سے مراد وہ فعل ہے جس سے اسم تفضیل نہیں بنتا اور نہ اس سے فعل تعجب بنتے ہیں اور وہ رباعی مجرد اور ثلاثی مزید ہے اور وہ ثلاثی مجرد ہے جو لون اور عیب کے معنی میں ہو اور یہ جو کہا کہ ان دونوں فعلوں میں تقدیم و تاخیر کا تصرف نہیں کر سکتے اس کا یہ مطلب کہ مثلا ما زیدا احسن نہیں کہہ سکتے اور نہ بزید احسن کہہ سکتے ہیں اور یہ جو کہا کہ فصل کا تصرف بھی نہیں کر سکتے اس کا یہ مطلب کہ عامل اور معمول کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہیں لا سکتے البتہ ما کے بعد کان فاصل ہو سکتا ہے مثلا یوں کہہ سکتے ہیں ما کان احسن زیدا اور لفظ یکون کے بعد لانا درست نہیں اور ان کے مضارع اور مجہول اور امر و نہی نہ آئیں کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ افعال نعت کے معنی میں آنے لگے تو امثال کے حکم میں ہو گئے اور امثال میں تغیر درست نہیں تو ان میں بھی درست نہیں اور مازنی نے ظرف کے فاصلہ کو اس وجہ سے جائز رکھا ہے کہ ظرف میں وہ باتیں درست ہوتی ہیں جو دوسری چیزوں میں درست نہیں ہوتیں مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ ظرف صرف تعجب کے ساتھ متعلق ہوں اگر ان کے متعلق نہ ہوں تو ظرف کا فصل بھی درست نہیں جیسے لقیتہ ما احسن زید کیونکہ اس میں اس لقیتہ کے متعلق ہے اس میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ افعال افعال ہیں یا اسماء۔ اکثر نحوی تو افعال کہتے ہیں اور بعض اسماء دلیلیں دونوں طرف ہیں یہاں اختصار کی وجہ سے ان کو ترک کرتا ہوں ۱۲ سے قولہ فصل افعال المدح والذم الی قولہ نعم الرجل زید (ت) افعال اور ذم کے دو افعال ہیں کہ وضع کئے گئے ہیں مدح یا ذم پیدا کرنے کے لئے بہرحال مدح سو اس کے لئے دو فعل ہیں ایک نعم اور اس کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ ص۱۱۷) (ش) جبکہ تعریف میں انشا کا لفظ زیادہ کیا تو اب تعریف پر کرم زید اور شرف عمرو اور مدحت اور ذممت کا اعتراض نہیں پڑے گا کیونکہ یہ سب الفاظ انشا مدح یا ذم کے لئے موضوع نہیں ہیں اور نعم اصل میں نعم بکسر عین تھا اگر اسم یا فعل مکسور العین ہو اور اس کی فا مفتوح اور اس کا عین کلمہ حلقی ہو تو اس میں چار لغت ہیں (۱) فا کلمہ مفتوح اور عین مکسور اور اصل یہی ہے (۲) فا مفتوح اور عین ساکن (۳) فا مکسور اور عین ساکن (۴) فا مکسور اور عین بھی مکسور پھر نعم اور بئس کے فعل ہونے میں نحویوں کا اختلاف ہے۔ کسائی اور بصری کہتے ہیں کہ فعل ہیں اور باقی اسمیت کے قائل ہیں دونوں فریق اپنی اپنی دلیلیں پیش کرتے ہیں بغرض اختصار ہم اس جگہ بیان نہیں کرتے ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا)

الرجل زيدٌ او مضافا[۱] الى المعرف باللام نحو نعم غلام الرجل زيدٌ وقد يكون فاعله مضمرا ويجب تمييزه بنكرة منصوبة نحو نعم رجلاً زيدٌ او بما نحو قوله تعالى فنعمّا هي اي نعم شيئا هي فزيدٌ يسمّى المخصوص بالمدح وحبّذا نحو حبّذا زيدٌ حبّ فعل المدح وفاعله ذا والمخصوص بالمدح زيدٌ ويجوز ان يقع قبل المخصوص وبعده تمييز نحو حبّذا رجلاً زيدٌ وحبّذا زيدٌ رجلاً او حال نحو حبّذا راكبا زيدٌ وحبّذا زيدٌ راكبا واما الذم[۲] فله فعلان ايضا بئس نحو بئس الرجل عمرٌو وبئس غلام الرجل عمرٌو وبئس رجلا عمرٌو وساء نحو ساء الرجل زيدٌ وساء غلام الرجل زيدٌ وساء رجلا زيدٌ وساء مثل بئس في سائر الاقسام القسم[۳] الثالث في الحرف وقد مضى تعريفه

۱؎ قولہ او مضافا الی المعرف الی قولہ وحبذا زید راکبا (ت) یا (نعم کا فاعل) معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے نعم غلام الرجل زید اور کبھی ہوتا ہے فاعل اس کا ضمیر اور واجب ہوتا ہے تمیز لانا اس ضمیر کا نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نعم رجلا زید یا لفظ ما کے ساتھ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فنعما ہی یعنی نعم شیئا ہی اور لفظ زید نام رکھا جاتا ہے مخصوص بالمدح۔ اور دوسرا فعل حبذا ہے جیسے حبذا زید حب فعل مدح ہے اور فاعل اس کا ذا ہے اور مخصوص بالمدح زید ہے اور جائز ہے کہ واقع ہو مخصوص سے پہلے یا اس کے بعد کوئی تمیز جیسے حبذا رجلا زید یا حبذا زید رجلا یا کوئی حال جیسے حبذا راکبا زید و حبذا زید راکبا (ش) نعم کا فاعل معرف باللام اس لئے ہوتا ہے کہ تاکہ مدح میں مبالغہ حاصل ہو جائے کیونکہ یہ الف لام عہد ذہنی کا ہوتا ہے جس کا معہود وا مغیر معین ہے پھر اس کے بعد مخصوص بالمدح کو ذکر کرکے تعیین کر دیتے ہیں تاکہ اجمال کے بعد تفصیل حاصل ہو جائے اور نعم کا فاعل ضمیر ہوتی ہے ایک تو اس لئے کہ اس میں اختصار ہے دوسرے اس میں مبالغہ در مدح ہے پھر اس ضمیر کی تمیز نکرہ کے ساتھ ضروری ہوا ہے اس لئے کہ اگر اس کی تمیز نہ لائی جائے تو یہ معلوم کیسے ہوگا کہ فعل میں ضمیر مستتر ہے اور وہ تمیز منصوب اس لئے ہوتی ہے کہ مجرور لانے کی کوئی صورت ہی نہیں اور نعما ہی اصل میں نعم الشیئ شیئا ہی ہے اور ہی کا مرجع صدقات ہیں اور صدقات سے مراد صدقات کے ظاہر کرکے دینا ہے اور یہ بھی لفظ ما نکرہ بمعنی شیئ ہے نہ تو موصولہ ہے اور نہ موصوفہ اور کلمہ ہی مخصوص بالمدح ہے اور بعض نحوی اس کو موصولہ بھی کہتے ہیں اور بعض نحویوں کے نزدیک یہ ما معرفہ بمعنی الشیئ ہے اور حبذا میں ذا اسم اشارہ ہے جو حب کا فاعل ہے اور مشار الیہ ما فی الذہن ہے اور وہ تمیز جو مخصوص سے پہلے یا بعد آتی ہے اس کا مخصوص کے ساتھ افراد تثنیہ جمع میں اور مذکر و مؤنث ہونے میں مطابق ہونا ضروری ہوتا ہے حبذا رجلا زیدا اس مخصوص کی مثال ہے جس سے پہلے تمیز آتی ہے اور حبذا زید رجلا اس کی مثال ہے کہ جس میں تمیز مخصوص حبذا کے بعد واقع ہو اور حبذا راکبا زید میں مخصوص سے پہلے حال واقع ہے اور حبذا زید راکبا میں حال مخصوص کے بعد واقع ہے اور حال اور تمیز دونوں میں عامل حب فعل ہے اور ذوالحال لفظ ذا ہے نہ زید ۱۲

۲؎ قولہ واما الذم الی قولہ فی سائر الاقسام (ت) اور بہرحال ذم سو اس کے لئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس جیسے بئس الرجل عمرو برا آدمی عمرو (باقی بر ص۱۱۹)

(بقیہ ۱۱) اور بئس غلام الرجل عمرو برا ہے غلام آدمی کا عمرو اور بئس رجلا عمرو اور دوسرا فعل ساء ہے جیسے ساء الرجل زید اور ساء غلام الرجل زید اور ساء رجلا زید اور ساء کا عمل بئس کی طرح ہے باقی اقسام میں (ش) اور بئس الرجل عمرو میں فاعل معرف باللام ہے اور بئس غلام الرجل میں فاعل مضاف معرف باللام ہے اور بئس رجلا عمرو اسکی مثال ہے کہ جس میں فاعل بئس کا ضمیر ہے جس کی تمیز نکرہ منصوب ہے اسی طرح ساء کی سب مثالیں بنا سکتے ہو ۱۲ ۔ ۱ھ قولہ القسم الثالث فی الحروف الی قولہ وحروف الایجاب (ت) تیسری قسم حروف کے بیان میں اور تعریف حروف گذر چکی اور اس کی قسمیں سترہ ہیں حروف جر۔ حروف مشبہ بفعل۔ حروف عطف۔ حروف تنبیہ۔ حروف ندا۔ حروف ایجاب ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا) ۱۱۹ ۔ ۲ھ قولہ وحروف الزیادۃ الی قولہ ونونا التاکید (ت) حروف زیادت وحروف تفسیر حروف مصدر۔ حروف تحضیض یعنی آمادہ کرنے کی حروف۔ حروف توقع یعنی امید کرنے کی حروف۔ استفہام کے دو حروف یعنی دریافت کرنے کے۔ حروف شرط۔ حروف ردع یعنی جھڑکنے کے حروف۔ تاء تانیث ساکنہ۔ تنوین۔ دو نون تاکید کے ۔ ۳ھ قولہ فصل حروف الجر حروف الی قولہ وہی تسعۃ عشر حرفا (ت) جر دینے کے حروف وہ حروف ہیں جو وضع کئے گئے ہیں فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہونچانے کے لئے جو اس کے متصل ہے جیسے مررت بزید گذرا میں زید پر اور انا مار بزید میں زید پر گذرنے والا ہوں اور ہذا فی الدار ابوک یہ گھر میں تیرا باپ ہے یعنی میں اشارہ کرتا ہوں اس کی طرف اس حال میں کہ وہ اس گھر میں ہے اور وہ حروف انیس ہیں (ش) چونکہ حروف جر کا عمل بالاصالۃ تھا اس وجہ سے ان کو اور حروف پر مقدم کیا اس لئے کہ باقی حروف کا عمل فرعی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ کلام میں استعمال ان کا زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کو پہلے بیان کیا اور ان کو حروف جر اس لئے کہتے ہیں کہ جر کے معنی کھینچنے کے ہیں تو چونکہ یہ حروف افعال کے معانی کو انکے متصل کے اسماء تک کھینچ کرلے جاتے ہیں اس لئے ان کا نام حروف جر رکھا۔ اور شبہ فعل سے مراد وہ اسماء ہیں جو اپنے فعل کا سا عمل کرتے ہیں مثلا اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ صفت مشبہ وغیرہ اور معنی فعل سے مراد وہ ہے جس سے معنی فعل کے استنباط کئے جائیں اور ترکیب ان کی فعل کی سی نہ ہو جیسے جار مجرور ظرف حروف ندا حروف تنبیہ اسم اشارہ اسم فعل وغیرہ اور مررت بزید افضاء فعل کی مثال ہے اور انا مار بزید افضاء شبہ فعل کی مثال ہے اور ہذا فی الدار ابوک افضاء معنی فعل کی مثال ہے ۱۲ ۔ ۴ھ قولہ من للابتداء الغایۃ الی قولہ سرت من البصرۃ الی الکوفۃ (ت) من اور وہ ابتداء غایت کے لئے وضع کیا گیا ہے اور علامت اس من کی یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں انتہا لانا صحیح ہوتا ہے جیسا کہ کہے تو سرت من البصرۃ الی الکوفۃ چلا میں بصرہ سے کوفہ تک (ش) پہلا حرف جر کلمہ من ہے اور یہ جو ابتدا غایت کیلئے کہا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس ابتدا کے لئے ہے جس کے واسطے انتہا ہے تو اس کا استعمال ان چیزوں میں نہیں ہوگا کہ جن کی انتہا نہ ہو مثلا امور ابدیہ اور بعض لوگ غایت کی تفسیر مسافت کے ساتھ کرتے ہیں مگر وہ ٹھیک نہیں اور اس کے مقابلہ میں انتہا لانا صحیح ہو اس کا یہ مطلب کہ اس کے بعد الی یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق درست ہو اور سرت من البصرۃ الی الکوفۃ ابتداء مکانی کی مثال ہے اور ابتداء زمانی کی مثال یہ ہے کہ صمت من یوم الجمعۃ الی یوم الخمیس (باقی بر صفحہ آئندہ)

واقسامه سبعة عشر حروف الجر والحروف المشبهة بالفعل وحروف العطف وحروف التنبيه وحروف النداء وحروف الايجاب وحروف الزيادة وحرفا التفسير وحروف المصدر وحروف التحضيض وحروف التوقع وحرفا الاستفهام وحروف الشرط وحرف الردع وتاء التانيث الساكنة والتنوين ونونا التاكيد

فصل حروف الجر حروف وضعت لافضاء الفعل او شبهه او معنى الفعل الى ما تليه نحو مررت بزيد وانا مار بزيد وهذا في الدار ابوك اي اشير اليه فيها وهي تسعة عشر حرفا من وهي لابتداء الغاية وعلامته ان يصح في مقابلته الانتهاء كما تقول سرت من البصرة الى

میرے پاس کوئی نہیں آیا اور نہیں زیادہ کیا جاتا من کلام موجب میں خلاف ہے کوفیوں کا (ش) اور تبیین کے معنی کسی امر مبہم سے مقصود کو ظاہر کرنے کے ہیں اور اس کی علامت من کی جگہ الذی رکھنے سے مطلب صحیح ہوتا ہے چنانچہ فاجتنبوا الرجس من الاوثان میں اگر من کو دور کرکے الذی رکھدیں اور یوں کہیں کہ الرجس الذی ہو الوثن تو صحیح ہے اور اخذت من الدراہم میں من تبعیض کا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ لفظ بعض من کی جگہ رکھ سکتے ہیں یعنی اخذت بعض الدراہم اور یہ جو کہا کہ لفظ من کلام موجب میں زیادہ نہیں ہوتا یہ مذہب اہل بصرہ کا ہے اور کوفی لوگ کلام موجب میں بھی زیادتی کے قائل ہیں جیسے یغفر لکم من ذنوبکم میں من زائدہ ہے حالانکہ کلام موجب میں کیونکہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا میں امت محمدیہ کے ذنوب مراد ہیں اور یغفر لکم من ذنوبکم میں امت نوح کے ذنوب اور امت محمدیہ کے سب گناہ معاف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امت نوح کے بھی سب گناہ معاف ہوں پس معلوم ہوا کہ وہاں من ذنوبکم سے مراد بعض ذنوبکم ہے ۱۲ **ملہ** قولہ واما قولہم قد کان من المطر الی قولہ الی المرافق (ت) اور بہرحال قول عرب کا قد کان من المطر اور اس کے مشابہ پس تاویل کیا گیا ہے۔ دوسرا حرف جر کا الی ہے اور وہ موضوع ہے انتہا غایت کے لئے جیسا کہ گزرا اور بمعنی مع کم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق پس دھوؤ تم اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت (ش) قد کان من مطر میں تاویل یہ ہے کہ مراد بعض مطر ہے کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو سب نہیں ہوتی بعض ہی ہوتی ہے (ف) کبھی من فی کے معنی میں آتا ہے جیسے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ یعنی فی یوم الجمعۃ اور کبھی با کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے ینظرون من طرف خفی یعنی بطرف خفی اور کبھی بدل کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاٰخرۃ یعنی بدل الاٰخرۃ اور کبھی استغراق کے لئے بھی آتا ہے جیسے ماجاءنی من رجل میرے پاس کوئی مرد نہیں آیا اور کبھی علیٰ کے معنی میں آتا ہے

120

الکوفۃ وللتبیین[۱] وعلامتہ ان یصح وضع لفظ الذی
(ای لاظہار المقصود من امر مبہم ۱۲ — ای علامۃ کون من للتبیین ۱۲ — او نصا بیغفر علی حذف المعطوف ۱۲)

مکانہ کقولہ تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان وللتبعیض
(ای مکان لفظ من ۱۲ — ای الرجس الذی ہو الوثن ۱۲)

وعلامتہ ان یصح وضع لفظ بعض مکانہ نحو اخذت من الدراہم
(ای علامۃ کون من للتبعیض ۱۲ — ای بعض الدراہم ۱۲)

وزائدۃ وعلامتہا ان لا یختل المعنی باسقاطہا نحو ماجاءنی
(بل یبقی المعنی علی حالہ ۱۲ — ای ماجاءنی احد ۱۲)

من احد ولا تزاد من فی الکلام الموجب خلافا للکوفیین
(ای کلامیکہ در وی نفی واستفہام نباشد ۱۲)

واما[۲] قولہم قد کان من مطر وشبہہ فمتأول والیٰ وہی

لانتہاء الغایۃ کما مر وبمعنی مع قلیلا کقولہ تعالیٰ فاغسلوا
(ثانیہما ۱۲)

(بقیہ ص ۱۱۹) اور کبھی محض ابتدا کے لئے آتا ہے اس میں کوئی قصد انتہا مخصوص کا نہیں ہوتا پھر اس کے مقابلہ میں انتہا کا ذکر صحیح ہوتا ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ التجی من الشیطان الی اللہ میں شیطان سے پناہ شروع کرکے اللہ تک پہنچتا ہوں ا **متعلقہ صفحہ ہذا ملہ** قولہ وللتبیین الی قولہ خلافا للکوفیین (ت) اور من توضیح کے لئے ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ صحیح ہوتا ہے رکھنا لفظ الذی کا جگہ میں اس کی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان پس بچو تم پلیدی سے کہ جو بت ہیں اور واسطے تبعیض کے ہوتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ صحیح ہوتا ہے رکھنا لفظ بعض کا اس کی جگہ جیسے اخذت من الدراہم میں نے بعض درہم لئے اور زائد ہوتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ خلل ناک نہیں ہوتے معنی اس کو حذف کر دینے سے جیسے ماجاءنی من احد

جیسے نصرناہ من القوم ہم نے اس کی قوم پر مدد دی اور کبھی قسم کے لئے بھی آتا ہے جیسے من ربی لافعلن کذا اور علامہ رضی نے ذکر کیا ہے کہ من کبھی انتہا کے لئے بھی آتا ہے جیسے قربت منہ یعنی قربت الیہ اور کبھی فصل اور تمیز کے لئے آتا ہے جبکہ دو امر متضاد کے مابین لا وے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح اور دوسرا حرف جر کلمہ الیٰ ہے یہ انتہا غایت کے لئے آتا ہے لہذا اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل نہیں ہوتا مگر مجازا اور بعض نے کہا حقیقۃ داخل ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر مابعد ماقبل کی جنس سے ہو تو داخل ہوتا ہے ورنہ نہیں پھر یہ غایت کبھی مکان میں ہوتی ہے جیسا کہ گذشتہ مثال میں ہے اور کبھی زمان میں جیسے اتموا الصیام الی اللیل ۱۲

له قوله وحتى وهي مثل الى الى قوله شاذ (ت) اور تیسرا حرف جر کلمہ حتی ہے اور وہ الی کے مثل ہے جیسے نمت البارحة حتی الصباح سویا میں شب گزشتہ صبح تک اور بمعنی مع بہت جیسے قدم الحاج حتی المشاة آگئے حاجی یہاں تک کہ پیدل چلنے والے اور نہیں داخل ہوتا حتی مگر اسم ظاہر پر پس نہیں بولا جاتا حتاہ خلاف ہے مبرد کا اور شاعر کا یہ قول شعر فلا واللہ الخ شاذ ہے یعنی پس قسم اللہ کی نہیں باقی رہیں گے لوگ جوان یہاں تک کہ تو بھی اے ابن زیاد (ش) اور تیسرا حرف کلمہ حتی ہے اور وہ بھی انتہا غایت ہونے میں الی کے مثل ہے اور یہ جو کہا کہ او بمعنی مع کثیر اس کثیرا صفت ہے مفعول مطلق محذوف کی اصل میں مجیئا کثیرا تھا یا صفت ظرف ہے یعنی زمانا کثیرا اور مثال میں مشاة جمع ہے ماشی کی ہے اور حتی اس میں بمعنی مع ہے اور کلمہ الی تو ضمیر پر داخل ہو جاتا ہے چنانچہ الیہ بول سکتے ہیں اور حتی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا لہذا حتاہ نہیں بول سکتے اور مبرد کی طرف سے جو ضمیر پر داخل ہونے کے جواز میں ایک شعر نقل کیا ہے اس کو شاذ کہہ کر رد کر دیا ہے میں کہتا ہوں کہ صاحب مغنی اللبیب نے مبرد کے ساتھ کوفیوں کا بھی خلاف نقل کیا ہے کہ وہ بھی ضمیر پر داخل ہونے کے قائل ہیں اور استدلال میں ایک اور شعر نقل کیا ہے وہ یہ کہ شعر اتت حتاک تقصد کل فج ۞ ترجی منک انها لا تخیب۔ یعنی وہ تیری طرف آئی اس حال میں کہ قصد کرتی تھی ہر راستہ کا امید رکھتی تھی تجھ سے کہ وہ ناکام نہ رہے گی اور کبھی حتی عطف کے لئے بھی آتا ہے اور کبھی استثناء کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے مگر کم۔ اور کبھی ابتدا کے لئے بھی آجاتا ہے ١٢

١٢١

وجوهكم وايديكم الى المرافق وحتى وهي مثل الى نحو نمت البارحة حتى الصباح وبمعنى مع كثيرا نحو قدم الحاج حتى المشاة ولا تدخل الا على الظاهر فلا يقال حتاه خلافا للمبرد وقول الشاعر شعر

فلا والله لا يبقى اناس		فتى حتاك يا ابن ابي زياد

شاذ وفي وهي للظرفية نحو زيد في الدار والماء في الكوز وبمعنى على قليلا نحو قوله تعالى ولاصلبنكم في جذوع النخل والباء وهي للالصاق نحو مررت بزيد اي التصق مروري بموضع يقرب منه زيد وللاستعانة نحو كتبت بالقلم وقد يكون للتعليل كقوله تعالى انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل

له قوله وفي وهي للظرفية الى قوله نحو انك (ت) اور چوتھا حرف جر فی ہے اور وہ ظرفیت کے لئے ہے جیسے زید فی الدار اور الماء فی الکوز زید گھر میں ہے اور پانی کوزہ میں اور بمعنی علی کم آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولاصلبنکم الخ یعنی البتہ ضرور سولی چڑھاؤنگا تم کو کھجور کی شاخوں پر اور پانچواں حرف جر با ہے وہ الصاق کے لئے ہے جیسے مررت بزید یعنی متصل ہوا گزرنا میرا ایسی جگہ کے کہ قریب ہے اس سے زید اور مدد لینے کے لئے جیسے کتبت بالقلم لکھا میں نے قلم سے اور کبھی ہوتا ہے فی علت بتلانے کے لئے جیسے قول خداوندی ہے انکم ظلمتم انفسکم الخ یعنی بے شک تم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر بوجہ بنانے تمہارے کے گوسالہ اور با مصاحبت کیلئے بھی ہوتی ہے جیسے خرج زید بعشیرتہ نکلا زید اپنے کنبہ کے ساتھ اور مقابلہ کے لئے بھی ہوتی ہے جیسے بعت الخ یعنی بیچا میں نے اسکو اس کے بدلہ (ش) اور چوتھا حرف جر کلمہ فی ہے جو ظرفیت کے لئے آتا ہے تو ظرفیت عام ہے خواہ حقیقی ہو جیسے کتاب میں مثالیں مذکور ہوئیں اور کبھی ظرفیت مجازی ہوتی ہے جیسے نظرت فی الکتاب و النجاة فی الصدق اور یہ جو کہا کہ فی جذوع النخل اس فی کی مثال ہے جو علی کے معنی میں ہو اس پر زمخشری نے اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں فی کو علی کے معنی میں لینے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اس کی حقیقی معنی درست ہو سکتے ہیں یعنی تمکن کیونکہ جس طرح ہر شئے اپنے ظرف میں متمکن ہوتی ہے ایسے ہی مصلوب جذوع میں بھی متمکن ہوا کرتا ہے اور ابن حاجب نے فرمایا کہ جو مقام استقرار اور نزول کی جگہ ہے وہ موقع کلمہ فی کا ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صلہ ۱۲۱) اور جو مقام استعلاء کی جگہ ہے وہ موقع علی کا ہے اور جو مقام دونوں کی جگہ ہو وہاں دونوں حرف آسکتے ہیں جیسے جلست علی الارض بھی کہہ سکتے ہیں اور فی الارض بھی اور کلمہ فی بمعنی مع بھی آتا ہے جیسے ادخلوا فی امم یعنی مع امم اور استعانت جس کے لئے با آتا ہے اسے کہتے ہیں کہ اس کا مدخول فعل کا آلہ ہو اور مقابلہ کا یہ مطلب ہے کہ اس کا معمول کسی دوسری شئی کے مقابل ہے اور آیہ کریمہ ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الآخرۃ میں بھی با مقابلہ کی ہے۔

(متعلقہ صفحہ ھٰذا) لہ قولہ والتعدیۃ کذہبت بزید الی قولہ اے ردفکم (ت) اور تعدیہ کیلئے بھی با ہوتی ہے جیسے ذہبت بزید گیا میں زید کو اور ظرفیت کیلئے بھی ہوتی ہے جیسے جلست بالمسجد میں مسجد میں بیٹھا اور زائد بھی ہوتی ہے از روئے قیاس کے خبر نفی میں جیسے ما زید بقائم زید کھڑا نہیں ہے اور استفہام میں جیسے ہل زید بقائم کیا زید کھڑا ہے اور از روئے سماع کے اسم مرفوع میں جیسے بحسبک زید یعنی کافی ہے تجھ کو زید اور کفی باللہ شہیدا اللہ تعالیٰ کافی ہے از روئے گواہ کے یعنی کفی اللہ اور اسم منصوب میں جیسے القی بیدہ یعنی القی یدہ اس نے اپنا ہاتھ ڈالا اور چھٹا حرف جر لام ہے اور وہ خاص ہونے کیلئے ہے جیسے الجل للفرس جھول گھوڑے کیواسطے ہے اور المال لزید مال زید کے لئے ہے اور علت بیان کرنے کے لئے جیسے ضربتہ للتادیب میں نے اس کو ادب دینے کیلئے مارا اور زائد بھی ہوتا ہے جیسے قول خداوندی ہے ردف لکم یعنی ردفکم (ش) لفظ وزائدۃ جو کتاب میں مذکور ہے اس کا عطف للتعلیل پر ہے اور لفظ قیاسًا مفعول مطلق ہے اصل میں قسنا ہا قیاسًا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یکون محذوف کی خبر ہو یعنی وتلک الزیادۃ یکون قیاسًا اور یہ بھی ممکن ہے کہ منصوب بنزع الخافض ہو یعنی عرفنا زیادۃ الباء بالقیاس پس فعل اور فاعل اور مفعول بہ مع جار مجرور کے حذف کر دیا گیا اور یہ جو کہا کہ نفی کی خبر پر با کا زائد ہونا قیاسی ہے اس نفی سے مراد حرف لیس اور ما ہے اور استفہام سے مراد حرف ہل ہے اور سماعًا کا عطف قیاسًا پر ہے ۱۲۔ سلہ قولہ وبمعنی عن اذا استعمل مع القول الی قولہ کقول الہذلی (ت) اور لام بمعنی عن بھی آتا ہے جبکہ قول کے ساتھ مستعمل ہو جیسے آیت میں ہے قال الذین کفروا للذین امنوا الخ یعنی کہا کافروں نے مؤمنوں سے اگر ہوتا یہ ایمان بہتر تو نہ سبقت لے جاتے مؤمن ہم سے اسکی طرف اور اس میں اعتراض ہے اور بمعنی واو قسم میں تعجب کے وقت جیسے ہذلی کا قول ہے (ش) اور کبھی با من کے معنی میں بھی آجاتی ہے جیسے سأل سائل بعذاب واقع یعنی سأل عن عذاب اور بمعنی من بھی آتی ہے جیسے یوم تشقق السماء بالغمام اور بمعنی علی بھی جیسے ومنہم من ان تامنہ بقنطار یؤدہ الیک یعنی بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ اگر امانت رکھدے تو ان کے پاس مال کثیر تو وہ اس کو ادا کردیں اور کبھی با بمعنی تجرید آتی ہے جیسے رایت زیدًا بالعلم یعنی میں نے زید کو علم سے خالی دیکھا اور یہ جو کہا کہ لام تعلیل کے لئے آتا ہے تو علت کی دو قسمیں ہیں ایک غائیہ جو بعد میں مرتب ہوتی ہے جیسے ضربتہ للتادیب کہ ضرب پر ادب مرتب ہے دوسری علت داعیہ ہے جو اس فعل کے لئے باعث بنی ہے جیسے خرجت لمخافتک یعنی میرا خروج کا باعث تیرا خوف ہوا (باقی بر صفحہ ۱۲۳)

والمصاحبة كخرج زيدٌ بعشيرته والمقابلة كبعتُ هٰذا بذاك والتعدية كذهبتُ بزيدٍ والظرفية كجلستُ بالمسجد وزائدة قياسًا في خبر النفي نحو ما زيدٌ بقائمٍ وفي الاستفهام نحو هل زيدٌ بقائمٍ وسماعًا في المرفوع نحو بحسبك زيدٌ اي حسبك زيدٌ وكفى بالله شهيدًا اي كفى الله وفي المنصوب نحو القى بيده اي القى يده واللام وهي للاختصاص نحو الجُلُّ للفرس والمال لزيدٍ و للتعليل كضربتُه للتاديب وزائدة كقوله تعالى ردف لكم اي ردفكم وبمعنى عن اذا استعمل مع القول كقوله تعالى وقال الذين كفروا للذين امنوا لو كان خيرًا ما سبقونا اليه وفيه نظر وبمعنى الواو في القسم للتعجب كقول الهذلي

(بقیہ صفحہ ۱۲۳) اور یہ جو کہا کہ اس میں اعتراض ہے سو اعتراض یہ ہے کہ آیت مذکورہ کو اس بات کی دلیل میں لانا ٹھیک نہیں کہ لام عن کے معنی میں آتا ہے کیونکہ علامہ زمخشری اور دوسرے معتبر مفسرین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار کا کلام ہے اور اس کے مخاطب مومنین ہیں لہذا لام اپنے معنی میں ہے اور عن کے معنی میں اس وقت ہوتا کہ جب مومنین مخاطب نہ ہوتے بلکہ ان کے بارہ میں کسی اور سے خطاب ہوتا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) ۱؎ قولہ شعر لله یبقی علی الایام الی قولہ رب رجل کریم لقیتہ (ت) شعر لله علی الایام الخ یعنی قسم خدائے تعالیٰ کی نہیں باقی رہے گا باوجود گزرنے زمانہ یا دنوں کے کوئی گرہ دار سینگ والا جو اونچے پہاڑ پر رہتا ہے کہ جہاں ظیان اور آس ہوتے ہیں۔ اور رُبّ کمی ظاہر کرنے کے لئے ہے جس طرح کم خبریہ زیادتی دکھلانے کے لئے اور سزاوار ہے رب کلام

شعر: لِلّٰہِ یبقی علی الایامِ ذو حِیَدٍ ... بمشمخرٍ به الظَّیّانُ والآسُ

ورُبَّ وهي للتقليل كما أنَّ كم الخبرية للتكثير وتستحقُّ صدرَ (سابقۃ) الكلامِ ولا تدخلُ إلا على نكرةٍ موصوفةٍ نحو رُبَّ رجلٍ كريمٍ لقيتُه (مثل کم خبریۃ — لما فیہا من الانشاء — لان مجرورہا فی معنی التمییز)

أو مضمرٍ مبهمٍ مفردٍ مذكرٍ أبدًا مميَّزٍ بنكرةٍ منصوبةٍ نحو رُبَّه رجلًا (وان کان التمییز مثنی او مجموعا او مؤنثا)

ورُبَّه رجلين ورُبَّه رجالًا ورُبَّه امرأةً كذلك (فی المفرد — فی المثنی — فی الجمع — فی المؤنث) وعند الكوفيين تجبُ

المطابقةُ نحو رُبَّهما رجلين ورُبَّهم رجالًا ورُبَّها امرأةً (وربہما امرأتین وربہن نساء) وقد تلحقُها

ما الكافةُ (ای المانعۃ عن العمل) فتدخلُ على الجملتين (کلتیہما الفعلیۃ والاسمیۃ) نحو رُبَّما قامَ زيدٌ ورُبَّما زيدٌ قائمٌ

ولا بدَّ لها من فعلٍ ماضٍ (تعلقہ) لأنَّ رُبَّ للتقليل المحقَّق (الواقع) وهو لا

يتحقَّقُ إلا به ويُحذَفُ ذلك الفعلُ غالبًا كقولك رُبَّ رجلٍ أكرمني

کی صدارت کا اور داخل نہیں ہوتا مگر نکرہ پر جو صفت لایا گیا ہو جیسے رب رجل کریم لقیتہ کم ہیں ایسے آدمی جو کریم ہیں کہ میں ان سے ملا ہوں (اسکی) اور شعر مذکور میں لله جار مجرور اقسم کے متعلق ہے اور کلمۂ لا یہاں مقدر ہے کیونکہ التباس کا خوف نہیں یعنی لا یبقی اور ذو حید یبقی کا فاعل ہے اور بمشمخر اس کے متعلق ہے اور جملہ بہ الظیان والآس مشمخر کی صفت ہے اور حید حیدۃ کی جمع ہے اسکی معنی گرہ کے ہیں جو بکرے کے سینگ میں ہوتی ہے اور مشمخر اونچے پہاڑ کو کہتے ہیں اور ظیان خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں ہندی چنبلی اور آس کو ہندی میں ادمیرو کہتے ہیں خلاصہ شعر کا یہ ہے کہ باوجودیکہ دنیا گزر رہی ہے کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی اور نہ ان آفات سے سلامت رہ سکتی ہے جو زمانہ میں وقوع پذیر ہیں یہاں تک کہ وہ بکرا بھی باقی نہیں رہ سکتا جو اونچے پہاڑوں پر پناہ پکڑتا ہے اس لئے کہ اس کے پینے اور چرنے کی اشیاء فنا ہو جائیں گی۔ اور کبھی لام صیرورت کیلئے آتا ہے جیسے لزوم الشر للشقاوۃ اس لام کو لام عاقبت بولتے ہیں اور کبھی فی کے معنی میں آتا ہے جیسے ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ یعنی فی یوم القیمۃ اور کبھی عند کے معنی میں آتا ہے جیسے اسی آیت مذکورہ کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ عند یوم القیمۃ کے معنی میں ہے اور کبھی الی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کل یجری لاجل مسمی یعنی الی اجل مسمی اور بعد کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس یعنی بعد دلوک الشمس اور کبھی مع بھی آتا ہے جیسے فلما اسلما وتلہ للجبین یعنی مع الجبین اور من کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے جریر شاعر کا قول ہے نحن لکم یوم القیمۃ افضل یعنی منکم اور فا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے ائذا ما مت لسوف اخرج حیا یعنی فسوف اخرج حیا اور بمعنی ان بھی آتا ہے جیسے وما امروا الا لیعبدوا اللہ اور رب تقلیل کے لئے ہے جس طرح کم خبریہ تکثیر کے لئے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ رب تکثیر کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے اور کم خبریہ تقلیل کے لئے بالکل استعمال نہیں ہوتا اور لفظ قد رب کی مثل ہے کہ وہ بھی وضع تو کیا گیا ہے تقلیل مضارع کے لئے مگر کبھی تکثیر کے معنی میں بھی دیتا ہے جیسے قد یعلم الذین یتسللون ۱۲ ۲؎ قولہ او مضمر مبہم مفرد مذکرا ابدا الی قولہ رب رجل اکرمنی (ت) یا ضمیر پر جو مبہم مفرد مذکر ہوتی ہے ہمیشہ تمیز لائی جاتی ہے نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے ربہ رجلا یعنی کم ہیں وہ از روئے رجل کے کم ہیں وہ از روئے دو رجل کے کم ہیں وہ از روئے بہت سے رجل کے اور کم ہے وہ از روئے عورت کے ایسے ہی اور کوفیوں کے نزدیک واجب ہے مطابق ہونا جیسے ربہما رجلین اور ربہم رجالا اور ربہا امرأۃ اور کبھی لاحق ہوتا ہے رب کو ما کافہ پس وہ داخل ہوتا ہے دونوں جملوں پر جیسے ربما قام زید اور ربما زید قائم اور ضروری ہے رب کے لئے کوئی فعل ماضی اس وجہ سے کہ رب اس تقلیل کیلئے ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

کیونکہ یہاں فعل مضارع ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ مضارع بوجہ تیقن وقوع کے بمنزلہ ماضی کے ہے ۱۲ عـه علی التمیز لان المضمر لما کان
مبہا احتاج الی التمیز ۱۲ عـه بعد لحوق ما الکافۃ بہا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھٰذا) لـه قولہ فی جواب من قال الی قولہ ترب الکعبۃ
شاذ (ت) اس شخص کے جواب میں جس نے کہا ہل لقیت من اکرمک یعنی بہت سے ایسے آدمیوں سے کہ جنہوں نے میرا اکرام کیا میں نے
ملاقات کی ہے پس لفظ اکرمنی رجل کی صفت ہے اور لقیت اس کا فعل ہے کہ جس کے ساتھ وہ متعلق ہے اور لقیتہ کلام میں محذوف
ہے اور آٹھواں حرف جر واو رب ہے اور یہ وہ واو ہے کہ اس کے ساتھ کلام کی ابتدا کی جاتی ہے جیسے شاعر کا قول

۱۲۴

فی جواب من قال ھل لقیتَ مَن اکرمکَ ای رُبَّ رجلٍ اکرمنی لقیتہ فاکرمنی صفۃ الرجل ولقیتہ فعلھا وھو محذوف وواو
رُبَّ وھی الواو التی تبتدأ بھا فی اول الکلام کقول الشاعر شعر
ای الواو التی تکون بمعنی رب ۱۲
وبلدۃ لیس بھا انیسُ + الا الیعافیر والا العیسُ
وواو القسم وھی تختصُّ بالظاھر نحو واللہ والرحمٰن لاضربن
وباسم ظاہر بجہت اصل بودن او قاصر کردہ شد ۱۲

ہے شعر وبلدۃ لیس بہا انیس الخ
یعنی میں نے بہت سے ایسے شہر پایاں
کئے ہیں کہ جہاں یعافیر اور عیس کے
سوا کوئی انسان نہیں ہے اور نواں
حرف جر واو قسم ہے اور وہ خاص
ہے اسم ظاہر کے ساتھ جیسے واللہ
اور والرحمٰن لاضربن اللہ کی قسم البتہ
ضرور ماروں گا پس نہیں کہا جائے گا
وک اور دسواں حرف جر تا قسم
ہے اور وہ خاص ہے ساتھ لفظ اللہ
کے فقط پس نہ کہا جائے گا تالرحمٰن
اور قول عرب کا ترب الکعبۃ شاذ
ہے (ش) اکرمنی جو رجل کی صفت
لایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رب
کے مجرور کی صفت لانا ضروری ہے
اور لقیتہ کو مثال سے حذف کرنا اس
وجہ سے جائز ہوگیا کہ سوال میں جو لقیتہ
آچکا ہے وہ اس محذوف کا قرینہ ہے
اور یحذف کے ساتھ غالبا کی قید لگانے
سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ کبھی اس کا
فعل ظاہر بھی مذکور ہوتا ہے جیسے رب
رجل اکرمنی لقیتہ اور واو رب وہ
واو ہے جو رب کے معنی میں آتا ہے اور
رب ہی کے حکم میں ہوتا ہے اسی لئے اس
کے واسطے صدارت کلام لازم ہے۔
ایسے ہی اس کا اسم ظاہر پر داخل ہونا
ضروری ہے اور اس اسم ظاہر کا نکرہ موصوفہ ہونا ضروری ہے اور اس کے لئے فعل ماضی کی بھی حاجت ہے پھر اس فعل ماضی کو اکثر حذف
کر دیتے ہیں اور شعر میں جو بلدۃ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی جز زمین کے ہیں خواہ آباد ہو یا نہ ہو اور انیس بمعنی موانس ہے اور یعافیر یعفور کی جمع
ہے ہرنی کے بچہ کو کہتے ہیں اور عیس عیساء کی جمع ہے اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں کچھ زردی ملی ہوئی ہو اور واو قسم کبھی ضمیر پر داخل نہیں
ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل با ہے اور وہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں ہے پس اگر یہ واو ضمیر پر بھی داخل ہو جائے تو فرع کا اصل
کے برابر ہونا لازم آئے گا اور اخفش کے نزدیک تا قسم کا غیر لفظ اللہ پر داخل ہونا جائز ہے اور ان کی دلیل عرب کا یہ قول ہے کہ ترب الکعبۃ
مصنف کے نزدیک چونکہ جمہور کا قول معتبر ہے اسلئے انہوں نے عرب کے اس قول کو شاذ کہہ کر رد کر دیا ۱۲

(بقیہ ص۱۲۳) جو محقق اور واقع ہے اور تقلیل محقق بغیر ماضی کے ہو نہیں سکتا اور اکثر وہ فعل (ماضی) حذف کر دیا جاتا ہے جیسے
رب رجل اکرمنی (ش) اور یہ جو کہا کہ او مضمر مبہم مفرد مذکر ابدا اس کا مطلب یہ ہے کہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہی کی رہے
خواہ تمیز کیسی ہی ہو تثنیہ جیسے ربہ رجلین یا جمع جیسے ربہ رجالا اور مذکر ہو جیسے گزرا یا مؤنث جیسے ربہ امرأۃ اور
کذالک (ایسے ہی) کا یہ مطلب کہ خواہ تثنیہ ہو یا جمع تثنیہ کی مثال ربہا امرأتین اور جمع کی مثال ربہ نساء اور
اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع مافی الذہن ہے نہ وہ جو پہلے گزر اتھا کہ اس کے ساتھ مطابقت لازم ہو مگر
یہ مذہب اہل بصرہ کا ہے اور اہل کوفہ مطابقت ضروری جانتے ہیں یعنی یہ کہ ضمیر تمیز کے بالکل مطابق ہونا چاہیے
چنانچہ مطابقت کی مثالیں ظاہر ہیں اور کافہ کے معنی روکنے والے کے ہیں تو چونکہ یہ بھی رب کو عمل سے روک
دیتا ہے اور اس کو ملا کر لکھنا ضروری ہے اور جب رب کے ساتھ یہ ما لگ جاتا ہے تو اس کے بعد جملہ فعلیہ بھی
آجاتا ہے جیسے ربما قام زید اور جملہ اسمیہ بھی جیسے ربما زید قائم اور یہ جو کہا کہ جب رب کے ساتھ ما کافہ
لگ جاتا ہے تو فعل ماضی ہونا ضروری ہوتا ہے تو اس پر آیہ ربما یود الذین کفروا سے اعتراض پڑتا ہے

فلا يقال وك وتاء القسم وهي تختص بالله وحده فلا يقال تالرحمن وقولهم ترب الكعبة شاذ وباء القسم وهي تدخل على الظاهر والمضمر نحو بالله وبالرحمن وبك ولا بد للقسم من الجواب وهي جملة تسمى المقسم عليها فان كانت موجبة يجب دخول اللام في الاسمية والفعلية نحو والله لزيد قائم ووالله لافعلن كذا وان في الاسمية نحو والله ان زيدا لقائم وان كانت منفية وجب دخول ما ولا نحو والله ما زيد بقائم ووالله لا يقوم زيد واعلم انه قد يحذف حرف النفي لزوال اللبس كقوله تعالى تالله تفتؤ تذكر يوسف اي لا تفتؤ ويحذف جواب القسم ان تقدم ما يدل عليه نحو زيد قائم والله او توسط القسم نحو زيد والله

لہ قولہ وباء القسم وہی تدخل علی الظاہر الی قولہ واللہ لا یقوم زید (ت) اور گیارھواں حرف جر باء قسم ہے اور وہ داخل ہوتی ہے اسم ظاہر اور اسم مضمر دونوں پر جیسے باللہ و بالرحمن اور بک اور ضروری ہے قسم کے لئے جواب الاعراب ایک جملہ ہے جس کا نام مقسم علیہا رکھا جاتا ہے پس اگر ہو وہ جملہ موجبہ تو واجب ہوگا داخل ہونا لام کا جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں میں جیسے واللہ لزید قائم اور واللہ لافعلن کذا اور داخل ہونا اِنّ کا اسمیہ میں جیسے واللہ ان زیدا لقائم اور اگر ہو وہ جملہ منفیہ تو واجب ہوگا داخل ہونا ما اور لا کا جیسے واللہ ما زید بقائم اور واللہ لا یقوم زید (ش) فان کانت جملہ میں کانت کے اندر جو ضمیر ہے وہ جملہ تسمی المقسم علیہا میں جو جملہ مذکور ہے اسکی طرف راجع ہے اور یہی جملہ میں ہی کا مرجع جواب ہے اور مرجع گو مذکر ہے مگر جب ضمیر دائر ہوتی ہے مرجع اور خبر کے درمیان تو رعایت خبر کی اولیٰ ہوتی ہے اور اگر مصنف یہاں واللہ لافعلن کذا کی جگہ تاللہ لاکیدن اصنامکم کی مثال دیتے تو اچھا ہوتا کیونکہ آیت سے استدلال بھی قوی ہوتا ہے یہ لام تو ہر جملہ میں لانا واجب ہے خواہ فعلیہ ہو یا اسمیہ اور اِنّ لانا صرف اسمیہ ہو جو میں واجب ہے اس کی مثال قرآن شریف میں ان سعیکم لشتّی ہے جو واللیل اذا یغشی کا جواب ہے اور منفیہ میں ما یا لا لانا واجب ہے عام ہے اسمیہ ہو جیسے واللہ ما زید بقائم یا فعلیہ جیسے واللہ لا یقوم زید اور اسکی وجہ جملہ مقسم علیہا میں ان چار چیزوں میں سے کوئی چیز ہونا ضروری ہے لام۔ اِنّ۔ ما اور لا۔ یہ ہے کہ ان سے دونوں جملوں (قسم و جواب) میں ربط ہو جائے گا۔

۲ے قولہ واعلم انہ قد یحذف الی قولہ ونزلت من علی الفرس (ت) اور جاننا چاہئے کہ کبھی حذف کر دیا جاتا ہے حرف نفی وقت نہ ہونے التباس کے جیسے تاللہ تفتؤا تذکر یوسف یعنی لا تفتؤا ہمیشہ ذکر (کرتے رہو گے) یوسف کا اور حذف کیا جاتا ہے جواب قسم اگر جواب قسم سے پہلے وہ چیز گذر گئی ہو جو دلالت کرتی ہے جواب قسم پر جیسے زید قائم واللہ۔ یا درمیان میں واقع ہو قسم جیسے زید واللہ قائم۔ اور بارھواں حرف جر عن ہے جو تجاوز کرنے کے لئے آتا ہے جیسے رمیت السہم عن القوس الخ میں نے پھینک دیا تیر کمان سے شکار کی طرف اور تیرھواں حرف جر علی ہے جو استعلاء کے لئے موضوع ہے جیسے زید علی السطح زید چھت پر ہے اور کبھی ہوتے ہیں عن اور علی اسم جبکہ ان پر لفظ من داخل ہو جیسے کہ تو جلست من عن یمینہ بیٹھا میں اس کی دائیں طرف اور نزلت من علی الفرس اترا میں گھوڑے پر سے (ش) پس زید قائم واللہ کی اصل واللہ لزید قائم تھی اور جملہ فعلیہ کی مثال قام زید واللہ ہے کہ یہ اصل میں واللہ لقام زید تھا چونکہ ان صورتوں میں جواب قسم کی دلالت پائی جا رہی ہے اس وجہ سے اس کو حذف کر دیا ورنہ اعادہ اور تکرار لازم آتی یہی وجہ توسط کی صورت کی ہے۔ اور عن جو تجاوز کے لئے آتا ہے تو وہ تجاوز دو قسم کا ہے ایک حقیقی جیسے رمیت السہم عن القوس میں یعنی پھینکا میں نے تیر کمان سے اور دوسری غیر حقیقی جیسے اطعمتہ من الجوع یعنی کھلایا میں نے اس کو بھوک سے اور کسیتہ عن العری یعنی پہنایا میں نے اسکو برہنگی سے اور جب کلمہ عن پر کلمہ من داخل ہوتا ہے تو اس وقت عن اپنے حقیقی معنی میں نہیں رہتا بلکہ اس حالت میں اس کے معنی جانب کے ہوتے ہیں اسی طرح علی کے معنی اس حالت میں فوق کے ہوتے ہیں عن کی مثال یہ شعر ہے شعر فلقد اراني للرماح دريئة + من عن يميني تارة وامامي +

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۲۵) میں اپنے آپ کو نیزوں سے دفع کیا ہوا خیال کرتا ہوں کبھی اپنی دائیں جانب سے اور کبھی سامنے سے عن بمعنی جانب اس حالت میں بکثرت مستعمل ہے کہ جب اس پر حرف مِن داخل ہو اور جب کہ اس پر حرف علیٰ داخل ہو تو بھی جانب کے معنی میں آتا ہے مگر بہت کم چنانچہ کسی شاعر نے کہا ع علی من یمینی مرّت الطیر سُنّحا ۔ یعنی میری دائیں جانب پر گذر گئے پرندے اڑتے ہوئے اور کبھی کلمہ عن اس وقت جانب کے معنی میں آتا ہے کہ جب اس کا مدخول اور اس کے متعلق فعل یا شبہ فعل کا فاعل دو ضمیریں ہوں کہ مرجع دونوں کا ایک شخص ہو جیسے مصرع ہے ع دع عنک نہبا صیح فی حجراتہ ۔ یعنی دع جانبک مطلب

قائم وعن للمجاوزة نحو رميت السهم عن القوس الى الصيد وعلى للاستعلاء نحو زيد على السطح وقد يكون عن وعلى اسمين اذا دخل عليهما من كما تقول جلست من عن يمينه ونزلت من على الفرس والكاف للتشبيه نحو زيد كعمرو وزائدة كقوله تعالى ليس كمثله شئ وقد تكون اسما كقول الشاعر يضحكن عن كالبرد المنهم ومذ ومنذ للزمان اما للابتداء في الماضي كما تقول في شعبان ما رأيته مذ رجب او للظرفية في الحاضر نحو ما رأيته مذ شهرنا ومنذ يومنا اي في شهرنا وفي يومنا وخلا وعدا وحاشا للاستثناء نحو جاءني القوم خلا زيد وحاشا عمرو وعدا بكر فصل الحروف المشبهة بالفعل

یہ ہے کہ اپنا پہلو اس لوٹ سے ہٹا جس کے اطراف میں پکار مچائی گئی مگر یہ اخفش کا قول ہے جس کی تردید بھی کی گئی ہے اور علیٰ جو فوق کے معنی میں اسم ہوتا ہے اس کی مثال یہ مصرع ہے ع غدت من علیہ بعد ما تم ظمئہا ۔ یعنی قطا پرندہ گیا اس چوزہ کے اوپر سے بعد اس کے کہ اس کی پیاس پوری ہو چکی تھی ۔ اور کبھی مِن عوض اور بدل کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے لا تجزی نفس عن نفس شیئا ۔ اور علیٰ استعلاء اور استعانت اور تعدیہ اور مصاحبت اور تعلیل اور ظرف اور باء کے معانی میں بھی آتا ہے اور کبھی زائد بھی آتا ہے ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا)

لہ قولہ والکاف للتشبیہ الیٰ قولہ حاشا عمرو وعدا بکر (ت) اور چودھواں حرف جر کاف ہے جو تشبیہ کے لئے موضوع ہے مثلاً زید کعمرو ۔ زید عمرو کی مثل ہے اور کاف زائد بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیس کمثلہ شیء اور کبھی کاف اسم بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے ع یضحکن عن کالبرد المنہم ۔ ہنستی ہیں اولے کے [illegible] ہوا ہے اس کا پہلا مصرع یہ ہے بیض ثلاث کنعاج جم ۔ یعنی تینوں سفید جو بے سینگ کی گایوں کی مثل ہیں کذا فی المغنی ۔ اور پندرھواں حرف جر مذ اور سولھواں منذ ہے یہ دونوں زمانہ کے لئے موضوع ہیں یا گذشتہ زمانہ کی ابتدا کے لئے جیسے کہے تو ماہ شعبان میں کہ میں نے اس کو ماہ رجب سے نہیں دیکھا اور ظرفیت کے لئے بھی ہوتا ہے زمانہ حاضر میں جیسے ما رأیتہ مذ شہرنا یا منذ یومنا یعنی میں نے اس کو اپنے اس مہینے یا اس دن میں نہیں دیکھا اور سترھواں حرف جر خلا اور اٹھارھواں عدا اور انیسواں حاشا ہے ۔ یہ تینوں استثنا کے لئے آتے ہیں جیسے جاءنی القوم خلا زیداً الخ آئی میرے پاس سوا زید کے اور سوا عمرو کے اور سوا بکر کے (ش) اور کبھی کاف مثل کے معنی میں بھی آتا ہے اور وہ اسمی ہوتا ہے جیسے یضحکن عن کالبرد یعنی عن مثل البرد اور جو مذ ظرفیت کے لئے آتا ہے اس کا مستقبل اور ماضی پر داخل ہونا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے زمانہ حال ضروری ہے اور خلا عدا حاشا کبھی افعال بھی ہوتے ہیں اس حالت میں ان کا مابعد منصوب ہوتا ہے ۱۲

دیتا ہے اور ایک کو نصب دوسری مشابہت یہ ہے کہ فعل کی طرح یہ حروف بھی ثلاثی رباعی ہیں اور تیسری مشابہت یہ ہے کہ فعل ماضی کی طرح مبنی بر فتحہ ہیں اور ما کافہ لگ جانے کی صورت میں اسم قول کے مطابق عامل رہتے ہیں چنانچہ بعض فصیح اقوال میں ان کو اس حالت میں بھی عامل ٹھہرایا ہے ۱۲ **سے قولہ** واعلم أنّ إنّ المكسورة الی قولہ والجر فی حکم المفرد (ت) اور جاننا چاہئے کہ انّ مکسورۃ الہمزۃ نہیں بدلتا ہے معنی جملہ کے بلکہ اس کو مضبوط کر دیتا ہے اور انّ مفتوحۃ الہمزۃ مع مابعد اپنے کے اسم اور خبر ہے حکم میں مفرد کے ہوتا ہے (ش) تو کہ ہا کی ضمیر مؤنث کا مرجع یا تو جملہ ہے اس حالت میں تو کوئی اعتراض ہی نہیں اور اگر معنی کو مرجع قرار دیں تو اعتراض ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ مضاف الیہ کے لحاظ سے مؤنث لائے اور ان مفتوحہ اپنے اسم و خبر سے مل کر حکم میں مفرد کے اس وجہ سے ہے کہ وہ

اسناد تام کو شامل نہیں کہ جس پر سکوت صحیح ہو چنانچہ بلغنی انک قائم کے معنی یہ ہیں کہ بلغنی قیامک میں اسناد تام کہاں ہے اسی طرح ان مفتوحہ کا مدخول کیسا ہی جملہ ہو لیکن وہ تاویل میں جزء ناقص ہی کے ہوگا ۱۲ **سے قولہ** ولذالك يجب الكسر الی قولہ من طول ان بکرا قائم (ت) اور اسی وجہ سے واجب ہوتا ہے کسرہ جبکہ ہو وہ ان ابتداء کلام میں جیسے ان زیدا قائم اور قول کے بعد بھی جیسے قول خداوندی ہے "یقول انہا بقرۃ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک وہ گائے ہے (یا ایک بیل) اور بعد اسم موصول کے جیسے ما رأیت الذی انہ فی المساجد نہیں دیکھا میں نے اس شخص کو کہ تحقیق وہ مسجد میں اور جبکہ ہو اسکی خبر میں لام جیسے ان زیدا لقائم اور واجب ہے فتحہ ہمزہ کا جہاں واقع ہو فاعل جیسے بلغنی ان زیدا قائم پہنچی ہے مجھ کو یہ خبر کہ زید کھڑا ہے اور جہاں واقع ہو مفعول جیسے کرہت انک قائم اور جہاں واقع ہو مبتدا جیسے عندی انک قائم اور جہاں واقع ہو مضاف الیہ جیسے عجبت من طول ان بکرا قائم تعجب کیا میں نے بوجہ درازی قیام بکر کے (ش) اور یہ جو کہا کہ لذلک یعنی اسی وجہ سے کہ ان مکسورہ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا بلکہ اور مقرر اور ثابت کر دیتا ہے اور اس وجہ سے کہ انّ مفتوحہ مع اپنے اسم و خبر کے حکم میں مفرد کے ہوتا ہے ابتداء کلام میں ان مکسورہ واجب ہے کیونکہ وہ جملہ کی جگہ ہے اور یہ جو کہا کہ بعد القول اس کا یہ مطلب ہے کہ قول اور اس سے جس قدر صیغے مشتق ہوں ان

ستة إنّ وأنّ كأنّ لكنّ ليت لعلّ هذه الحروف تدخل على الجملة الاسمية تنصب الاسم وترفع الخبر كما عرفت نحو إنّ زيدًا قائمٌ وقد يلحقها ما الكافة فتكفها عن العمل و حينئذ تدخل على الأفعال تقول إنما قام زيدٌ واعلم أنّ إنّ المكسورة الهمزة لا تغيّر معنى الجملة بل تؤكّدها وأنّ المفتوحة الهمزة مع ما بعدها من الاسم والخبر في حكم المفرد ولذلك يجب الكسر إذا كان في ابتداء الكلام نحو إنّ زيدًا قائمٌ وبعد القول كقوله تعالى إنها بقرة

لے قولہ الحروف المشبهة بالفعل ستة إنّ وأنّ الی قولہ انما قام زید (ت) حروف مشبہ بفعل چھ ہیں إنّ و أنّ اور کأنّ اور لکنّ اور لیت اور لعلّ یہ حروف داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر نصب دیتے ہیں اسم کو اور رفع دیتے ہیں خبر کو جیسا کہ پہچانا تو نے مثلاً انّ زیدا قائم اور کبھی لگ جاتا ہے ان کو ما کافہ پس روک دیتا ہے وہ ان کو عمل سے اور اس حالت میں داخل ہوتے ہیں یہ حروف افعال پر بھی کہے گا تو انما قام زید (ش) ان حروف کو مشبہ بفعل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حروف فعل متعدی کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں کیونکہ فعل متعدی بھی دو اسم چاہتا ہے جن میں سے ایک کو رفع

کے بعد ان مکسورہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ مقولہ قول کا ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اور یہاں قول سے مراد اعتقاد نہیں ہے کیونکہ وہ قول علم و ظن کے معنی میں ہے بلکہ قول سے مراد ما یتکلم بہ ہے اور ایسے ہی صلہ بھی جملہ ہوتا ہے اور لام چونکہ کلمہ کی تاکید کرتا ہے اس وجہ سے وہاں بھی کسرہ واجب ہے اور علاوہ ان چار جگہ کے اور بھی ایسے مواقع ہیں کہ جہاں مکسورہ پڑھتے ہیں گو ان کو مصنف نے ترک کر دیا ہے مثلاً شروع جملہ میں حال یا جزا واقع ہو یا جواب قسم ہو اسی طرح ما بعد حتی ابتدائیہ کے اور ألا اور أما کے بعد وغیرہ وغیرہ اور ان مفتوحہ کے مقامات میں فتحہ پڑھنا اس وجہ سے واجب ہے کہ وہ سب مواقع مفرد کے ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ مضاف الیہ تو کبھی جملہ بھی ہوتا ہے جیسے اکلت حیث الکیت جالس تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسم مضاف الیہ افراد ہے لہذا امر کا اعتبار کیا گیا ۱۲ ع ۱۵ یعنی اذا لحقها الكافة قال الله تعالى انما الهكم الله

وبعد الموصول نحو ما رأيت الذی انه فی المساجد واذا كان
فی خبرها اللام نحو انّ زیدًا لقائمٌ ویجب الفتح حیث یقع
فاعلا نحو بلغنی انّ زیدًا قائمٌ وحیث یقع مفعولا نحو
كرهت انك قائمٌ وحیث یقع مبتداءً نحو عندی انك قائمٌ
وحیث یقع مضافا الیه نحو عجبت من طول انّ بكرا قائمٌ[1] وحیث
یقع مجرورا نحو عجبت من انّ بكرا قائمٌ وبعد لو نحو لو انك عندنا
لاكرمتك وبعد لولا نحو لولا انه حاضر لغاب زیدٌ ویجوز العطف[2]
علی اسم انّ المكسورة بالرفع والنصب باعتبار المحل واللفظ مثل
انّ زیدًا قائمٌ وعمرٌو وعمرًا واعلم انّ انّ المكسورة[3] یجوز دخول

---

۱ قولہ وحیث مجرورا الی قولہ انہ حاضر لغاب زید (ت) اور جہاں واقع ہو مجرور جیسے عجبت من ان بکرا قائم تعجب کیا میں نے بوجہ قیام بکر کے اور بعد لو کے جیسے لو انک عندنا لاکرمتک اگر ہوتا ہوتا تیرا ہمارے پاس تو البتہ اکرام کرتا میں تیرا اور بعد لولا کے جیسے لولا انہ حاضر لغاب زید. اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ حاضر ہے تو البتہ غائب ہو جاتا زید (ش) اور حرف لو کے بعد ان مفتوحہ اس وجہ سے پڑھتے ہیں کہ لو کا مدخول ہمیشہ فعل ہوتا ہے جو لفظوں میں محذوف ہے پس جو مذکور ہے وہ اس فعل کا فاعل ہے اور فاعل مفرد ہوتا ہے اور لولا کے بعد مفتوح پڑھنا اس وجہ سے واجب ہے کہ یہ لولا ابتدائیہ ہے جو مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا مفرد ہوتی ہے جو مواقع مصنف نے فتحہ کے بیان کئے فتحہ کا ان میں انحصار نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ اور مواقع بھی فتحہ کے ہیں جن کو ہم نے بخوف طوالت ترک کر دیا ۱۲

۲ قولہ ویجوز العطف علی اسم ان الی قولہ وعمرو وعمرا (ت) اور جائز ہے عطف کرنا اوپر اسم ان مکسورہ کے رفع اور نصب کے ساتھ باعتبار محل اور لفظ کے جیسے ان زیدا قائم وعمرو وعمرا (ش) ویجوز العطف کا عطف ویجب الکسر پر ہے یعنی اسی وجہ سے کہ چونکہ ان مکسورہ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا بلکہ اس کو مضبوط کر دیتا ہے اور ان مفتوحہ اپنے مابعد کے ساتھ حکم میں مفرد کے ہے اسی وجہ سے جائز ہے عطف کرنا اسم مکسورہ پر نہ مفتوحہ پر رفع اور نصب دونوں کے ساتھ محل اور لفظ دو اعتبار سے کیونکہ اسم ان لفظ کے اعتبار سے منصوب اور محل کے اعتبار سے مرفوع ہے لہذا محل کا اعتبار کر کے معطوف کو مرفوع اور لفظ کا اعتبار کر کے معطوف کو منصوب پڑھ سکتے ہیں مگر مرفوع پڑھنے کی صورت میں لفظ خبر کا گذر جانا لازم ہے مثلا ان زیدا قائم وعمرو میں عمرو پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں ۱۲

۳ قولہ واعلم ان ان المکسورۃ الی قولہ لیوفینہم (ت) اور جاننا چاہئے کہ ان مکسورہ جائز ہوتا ہے داخل ہونا لام کا اس کی خبر پر اور کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے پس لازم ہوتا ہے اس پر لام جیسے خدا تعالیٰ کا قول ہے وان کلا لما لیوفینہم یعنی اور بیشک ہر ایک کو البتہ ضرور پورا پورا دے گا ان کو (ش) ان مکسورہ کے خبر پر لام ابتدا داخل ہونا اس وجہ سے جائز ہے کہ لام ابتدا تاکید جملہ کے لئے آتا ہے اور مکسورہ اپنے اسم وخبر کے ساتھ جملہ ہوتا ہے اور ان مفتوحہ بتاویل مفرد ہوتا ہے اور ان مکسورہ میں تخفیف اس وجہ سے درست ہے کہ تشدید ثقیل ہے اور استعمال اس کا کثیر ہے اور یاد رکھو کہ ان کو مخفف کر لینے کی صورت میں عامل ٹھہرانا اور عامل نہ ٹھہرانا دونوں درست ہیں اور دونوں صورتوں میں اس کی خبر پر لام لانا ضروری ہے غیر عامل رکھنے کی صورت میں تو اس لئے کہ تاکہ ان نافیہ اور مخففہ میں فرق ہو جائے اور عامل رکھنے کی صورت میں اس لئے کہ تاکہ باب مطرد ہو جائے یعنی تفریق نہ کرنی پڑے پھر عامل رکھنے کی صورت میں لام لانے کے اندر جو اختلاف نحات کا ہے اس کو ہم بخوف طوالت بیان نہیں کرتے آیۃ ان کلا لما لیوفینہم اس ان مخففہ کی مثال ہے جو عامل رکھا گیا ہے ۱۲

باس حاضر کیا ہوا اور جائز ہے داخل ہونا مخففہ کا افعال پر جو داخل ہوتے ہیں مبتدا اور خبر پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ان کنت من قبلہ الخ اور بیشک تھا تو اس کے پہلے غافلوں میں سے۔ اور بیشک گمان کرتے ہیں ہم تجھ کو البتہ جھوٹوں میں سے اور ایسے ہی ان مفتوحہ بھی کبھی مخففہ ہوتا ہے پس اس وقت واجب ہوتا ہے عمل دلانا اس کو ضمیر شان میں جو مقدر ہوتی ہے پس داخل ہوتا ہے جملہ پر خواہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی ان زید قائم یا فعلیہ جیسے بلغنی ان قد قام زید (ش) اور آیۃ ان کل لما جمیع لدینا محضرون غیر عامل کی مثال ہے اور ویجوز دخولہا علی الافعال کا عطف وحینئذ یجوز الغاؤ ہا پر ہے

اللام على خبرها وقد تُخفَّف فيلزمها اللام كقوله تعالى وإن كُلًّا لمّا ليوفينّهم وحينئذٍ يجوز إلغاؤها كقوله تعالى وإن كلٌّ لمّا جميعٌ لدينا محضَرون ويجوز دخولها على الأفعال على المبتدأ والخبر نحو قوله تعالى وإن كنتَ من قبله لمن الغافلين وإن نظنّك لمن الكاذبين وكذا أنّ المفتوحة قد تُخفَّف فحينئذٍ يجب إعمالها في ضمير شأنٍ مقدّرٍ فتدخل على الجملة اسميةً كانت نحو بلغني أنْ زيدٌ قائمٌ أو فعليةً نحو بلغني أنْ قد قام زيدٌ ويجب دخول السين وسوف أو قد أو حرف النفي على الفعل كقوله تعالى عَلِمَ أنْ سيكونُ

[1] قولہ وحینئذ یجوز الغاؤہا الی قولہ نحو بلغنی ان قد قام زید (ت) اور اس وقت جائز ہوتا ہے ملغی کرنا اس ان کا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان کل لما جمیع لدینا محضرون اور بیشک ہر گروہ اکٹھا کیا ہوا ہے ہمارے

یعنی جب ان مکسورہ کو مخففہ کر لیا جائے تو اس وقت جائز ہوتا ہے داخل ہونا ان افعال پر جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور ان مفتوحہ کے لئے ضمیر شان مقدر ماننا اس لئے واجب ہے کہ اسم ظاہر تو کوئی اس کا معمول ہے نہیں پس اگر تقدیر بھی نہ مانیں تو ان مکسورہ کا مفتوحہ سے بڑھنا لازم ہوئے گا اس لئے کہ ان مکسورہ کا معمول تو ضرور ہوتا ہے حالانکہ مفتوحہ مکسورہ سے افضل ہے اس وجہ سے کہ مفتوحہ کی مشابہت مکسورہ کی نسبت فعل سے زیادہ ہے ان مخففہ کا جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہونا جائز ہے مگر فعلیہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا فعل ان افعال میں سے ہو جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں ۱۲

[2] قولہ ویجب دخول السین الی قولہ نحو غاب زید لکن بکرا حاضر (ت) اور واجب ہوتا ہے داخل ہونا سین یا سوف یا قد یا حرف نفی فعل پر جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے علم ان سیکون منکم مرضی جان لیا اللہ تعالیٰ نے کہ عنقریب ہوں گے تم میں سے بیمار اور ضمیر مستتر ان کا اسم ہے اور جملہ اس کی خبر ہے۔ اور کأن تشبیہ کے لئے ہے جیسے کأن زیدا الاسد گویا زید شیر ہے اور لفظ کأن مرکب ہے کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے اور جزئیت کر فتح دیا گیا ہمزہ کأن بوجہ مقدم ہونے کاف کے اس پر تقدیر اس کی ان زیدا کالاسد تھی اور کبھی مخفف کیا جاتا ہے پس ملغی کر دیا جاتا ہے جیسے کأن زید اسد گویا زید شیر ہے اور لکن استدراک کے لئے موضوع اور بیچ میں آتا ہے دو کلاموں کے جو معنی میں مغایر ہوتے ہیں جیسے غاب زید لکن بکرا حاضر (ش) لیکن ان مفتوحہ جس فعل پر داخل ہو اس فعل پر سین یا سوف یا قد یا حرف نفی داخل ہونا لازمی ہے سین داخل ہونے کی مثال تو وہ آیت ہے کہ علم ان سیکون الخ اور سوف کے داخل ہونے کی مثال یہ شعر ہے واعلم فعلم المرء ینفعہ + ان سوف یاتی کل ما قدرا اور قد کی مثال یہ آیت ہے کہ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم اور حرف نفی کی مثال یہ آیت ہے افلا یرون ان لا یرجع الیہم اور ان حروف میں سے ایک حروف کا فعل پر داخل ہونا اس وجہ سے ضروری ہے کہ تاکہ ایک نون حذف شدہ کا عوض ہو جائے اور اس کی وجہ کہ ان ہی حروف کو (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۲۹) عوض کے لئے خاص کیوں لایا طویل ہے اگر بیان کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا اور انما فتحت الخ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہوتا تو کان بکسر ہمزہ پڑھا جاتا حالانکہ بالفتح پڑھا جاتا ہے اس کا جواب دے دیا جو ظاہر ہے مگر یہ ترکیب کا قول خلیل کا ہے جس کو مصنف نے بھی پسند کیا ہے اور جمہور اس کو مستقل کلمہ مانتے ہیں اور جب کان کو مخففہ کر دیتے ہیں تو اس وقت وہ عامل نہیں رہتا کیونکہ اس حالت میں فعل کے ساتھ مشابہت کم ہو جاتی ہے اور کاف تشبیہ اور لفظ کان بالکل ایک نہیں ہیں بلکہ ان میں فرق ہے جس کو یہاں بیان نہیں کیا جاتا اگر تم کو شوق ہو تو بڑی کتابیں دیکھو

منكم مرضى والضمير المستتر اسم ان والجملة خبرها

وكأن للتشبيه نحو كأن زيدا الاسد وهو مركب من

كاف التشبيه وان المكسورة وانما فتحت لتقدم الكاف

عليها تقديره ان زيدا كالاسد وقد تخفف فتلغى نحو

كأن زيد اسد ولكن للاستدراك ويتوسط بين

كلامين متغائرين في المعنى نحو ما جاء في القوم لكن

عمرا جاء وغاب زيد لكن بكرا حاضر ويجوز معها

الواو نحو قام زيد ولكن عمرو قاعد وقد تخفف فتلغى

نحو مشى زيد لكن بكر عندنا وليت للتمني نحو ليت

هندا عندنا واجاز الفراء ليت زيدا قائما بمعنى اتمنى

استدراک کے معنی اس وہم کو دفع کرنا ہے جو سامع کو کلام سابق سے پیدا ہوا ہو مثلاً جب کہا جاءنی زید تو اس سے وہم ہوا کہ شاید کہ عمرو بھی نہ آیا ہو تو اس کو دفع کر دیا کہ لکن عمرا لم یجاء اس لئے لکن ایسے دو کلاموں کے وسط میں آتا ہے جو نفی اور اثبات میں متغائر ہوں یعنی ایک میں نفی ہو تو دوسرے میں اثبات مگر یہ نفی اور اثبات لفظی ہونا ضروری نہیں بلکہ معنوی ہونا کافی ہے اگرچہ لفظاً دونوں اثبات ہوں جیسے غاب زید لکن بکرا حاضر کہ یہ دونوں لفظاً اثبات میں مگر معنیٰ ہر ایک میں دوسرے کی نفی ہے۔

(متعلقہ صفحہ ھذا) لہ قولہ ویجوز معہا الواو الی قولہ والبواقی فرع۔

(ت) اور جائز ہے لکن کے ساتھ واؤ لانا جیسے قام زید ولکن عمرو قاعد کھڑا ہوا زید لیکن عمرو بیٹھا ہے اور کبھی مخففہ کیا جاتا ہے لیکن یہاں لغو کر دیا جاتا ہے جیسے مشی زید لکن بکر عندنا زید گیا لیکن بکر ہمارے پاس موجود ہے اور لیت تمنی کے لئے ہے جیسے لیت ہندا عندنا کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی اور جائز رکھا ہے فراء نے لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی یعنی آرزو کرتا ہوں کہ زید قائم ہو اور لعل امید کرنے کے لئے ہے جیسے قول شاعر کا ؎ احب الصالحین ولست منہم ۔۔۔ رکھتا ہوں میں نیک دلوں کو اور نہیں ہوں میں ان میں سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نصیب کرے گا مجھ کو نیکی اور شاذ ہے جر اس لعل کے سبب جیسے لعل زید قائم اور لفظ لعل میں چند لغات ہیں ایک عل دوسرے عن اور تیسرا ان اور چوتھا لان اور پانچواں لعن اور مبرد کے نزدیک اصل اس کی عل ہے اس میں ایک لام اور بڑھا دیا گیا ہے اور باقی سب لغات فرع ہیں۔

(ش) اور لکن کے ساتھ واو لانے کی اجازت اس لئے ہے کہ تاکہ اس لکن میں اور لکن عطف والے میں فرق ہو جائے کیونکہ اس پر حرف عطف نہیں آسکتا اور مخففہ کو ملغی کرنا اس لئے واجب ہے کہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ کم ہو گئی بلکہ لکن عطف والے سے زیادہ ہو گئی اس لئے اسی کے قائم مقام کر لیا۔ اور فراء کے نزدیک لیت بمعنی اتمنی اور تمنیت بھی آتا ہے ایسی حالت میں دونوں اسم منصوب مفعول ہیں (باقی برصفحہ ۱۳۱)

ولعل للترجي كقول الشاعر شعر أحب الصالحين ولست منهم

دوست میدارم نیکوکاران را و نیستم از ایشان ۱۲

لعل الله يرزقني صلاحا • وشذ الجر بها نحو لعل زيدٍ قائم

شاید کہ نیکی روزی من گرداند ۱۲

وفي لعل لغات عل وعن وأن ولأن ولعن وعند المبرد

أصله عل زيد فيه اللام والبواقي فروع فصل حروف

العطف عشرة الواو والفاء وثم وحتى وأو وإما وأم ولا

بل ولكن فالأربعة الأول للجمع فالواو للجمع مطلقا نحو

جاءني زيد وعمرو سواء كان زيد وعمرو مقدما في المجيء

أو عمرو والفاء للترتيب بلا مهلة نحو قام زيد فعمرو إذا كان

زيد متقدما وعمرو متأخرا بلا مهلة وثم للترتيب بمهلة نحو

دخل زيد ثم عمرو إذا كان زيد متقدما وبينهما مهلة

في الدخول على عمرو المعطوف ۱۲

(بقیہ صفحہ ۱۳۰) اس لئے کہ یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوتے ہیں اور کسائی بھی فراء کے موافق ہیں اتنا فرق ہے کہ کسائی کان کو مقدر مانتے ہیں مثلاً لیت زیداً قائماً کے معنی یہ ہیں کہ لیت زیداً کان قائماً اور اصل کی مثال میں جو شعر بیان کیا ہے بقول بعض وہ امام المسلمین سیدنا حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر ہے شاید مصنف کو یہ بات معلوم نہ ہوگی ورنہ شاعر کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے اور ترجی تمنی میں فرق ظاہر ہے وہ یہ کہ تمنی کا استعمال ممکن اور محال دونوں میں ہوتا ہے اور ترجی کا صرف ممکنات میں اور اس میں پانچ لغت ہیں ایک عل بغیر لام اول کے (۲) عن بغیر لام اول کے اور دوسرے لام کو نون سے بدلکر (۳) انّ عین کو الف سے بدل کر (۴) لانّ لام اول لاکر عین کو الف سے اور پہلے اور دوسرے لام کو نون سے بدلکر (۵) لعن صرف دوسرا لام نون سے بدل کر ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) ۱ قولہ فصل حروف العطف عشرۃ الی قولہ وبینہما مہلۃ (ت) حروف عطف دس ہیں (۱) واو (۲) فا (۳) ثم (۴) حتی (۵) او (۶) اما (۷) ام (۸) لا (۹) بل (۱۰) لکن۔ پس چار اول کے اکٹھے ہونے کے لئے ہیں پھر واو مطلق اکٹھے ہونے کے لئے ہے جیسے جاءنی زید وعمرو برابر ہے کہ زید مقدم ہو آنے میں یا عمرو اور فا ترتیب کے لئے ہے بغیر مہلت کے جیسے قام زید فعمرو جب کہ ہو زید مقدم اور عمرو مؤخر بغیر مہلت کے اور ثم ترتیب کے لئے ہے مہلت کے ساتھ جیسے دخل زید ثم عمرو جب کہ ہو زید مقدم اور عمرو مؤخر اور دونوں کے درمیان مہلت ہو (ش) فالاربعۃ الاول میں اُوَل اولیٰ کی جمع ہے اور وہ چار واو سے حتی تک ہیں اور وہ اکٹھے ہونے کے لئے ہیں یعنی یہ بات ظاہر کرنے کے لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں حکم مقصود میں اکٹھے ہیں اور واو میں مطلق اکٹھا ہونا بتلایا جاتا ہے جس میں کوئی قید ترتیب یا مہلت وغیرہ کی نہیں قرآن شریف میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ اور اسی مضمون کو دوسری جگہ فرمایا کہ قولوا حطۃ وادخلوا الباب الخ اور فا میں ترتیب تو ہوتی ہے مگر مہلت اور تاخیر نہیں ہوتی بلکہ اس میں معطوف معطوف علیہ کے متصل واقع ہوتا ہے جیسے لخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما اور ثم کبھی محض تعلیم کے لئے بھی آتا ہے جس کو تراخی رتبی کہتے ہیں مثلاً ثم ما ادراک مایوم الدین اور دوسری جگہ ہے ثم کلا سوف تعلمون ۱۲ ع۵ اے بدون قید ترتیب یا قرآن بالتراخی ما تدرج ۱۲ ع۵ اے بلا تراخ بین العطف والمعطوف علیہ ۱۲

ملے قولہ وحتی کثم فی الترتیب والمہلۃ الی قولہ نحو العدد اما زوج واما فرد (ت) اور حتی ثم کے مانند ہے ترتیب اور مہلت میں مگر یہ مہلت حتی کی کم ہے ثم کی مہلت سے اور شرط کیا گیا ہے یہ کہ ہو معطوف حتی کا داخل معطوف علیہ میں اور وہ حتی فائدہ دیتا ہے قوت کا معطوف میں جیسے مات الناس الخ مرگئے لوگ یہاں تک کہ انبیاء بھی یا ضعف کا جیسے قدم الحاج الخ آگئے حاجی یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی اور آو اور آما اور ام تینوں کے تینوں موضوع ہیں واسطے ثابت ہونے حکم کے لاحد التعیین دو چیزوں میں سے ایک کیلئے جیسے

گزرا میں ایک مرد یا ایک عورت پر۔ اور آما جزیں نیست کہ ہوتا ہے حرف عطف جب کہ اس سے پہلے آوے ایک اور آما جیسے العدد اما زوج واما فرد عدد یا جفت ہوگا یا طاق (ش) اور حتی کے بارے میں نحویوں کا اتفاق ہے کہ عطف کیلئے وہ اس وقت ہوگا جب معطوف معطوف علیہ میں حقیقۃ داخل ہوگا ورنہ عاطفہ نہ ہوگا البتہ جارہ ہوگا مثلا نمت البارحۃ حتی الصباح میں جارہ ہے کیونکہ صبح لیل میں داخل نہیں اور بعض نحویوں کے کلام سے یہ نکلتا ہے کہ مثال مذکور میں حتی عاطفہ بھی ہوسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور مات الناس حتی الانبیاء میں معطوف کی قوت کا بیان ہے کہ انبیاء علیہ السلام جن کو باری تعالیٰ سے قرب اور تعلق محبت اور مودت کا ہوتا ہے وہ بھی وفات پاگئے اور قدم الحاج حتی المشاۃ میں معطوف کے اندر ضعف کے اظہار ہے اس وجہ سے کہ سواروں کا آجانا تو تعجب نہیں پیدل لوگوں کا آنا تعجب ہے کیونکہ وہ ضعیف ہوتے ہیں اور یہ جو کہا کہ لثبوت الحکم لاحد الامرین اس میں تثنیہ کا لفظ لاکر اس طرف اشارہ کر دیا کہ کم سے کم دو امروں میں سے ایک کے لئے ثبوت حکم کا ہوگا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں تو مررت برجل او امرأۃ کا یہ مطلب ہے کہ میں لاعلی التعیین ایک شخص پر گزرا خواہ مرد پر یا عورت پر اور کبھی لفظ او الّا ان یا الی ان کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ گزرا

وحتّٰى[1] كثمّ في الترتيب والمهلة الّا انّ مهلتها اقلّ من مهلة ثمّ

فتكون حتى متوسطة بين الفاء وثم

ويشترط ان يكون معطوفها داخلا في المعطوف عليه وهي

تفيد قوّة في المعطوف نحو مات الناس حتّى الانبياء او ضعفا

نحو قدم الحاجّ حتّى المشاة واو واما وام ثلثتها لثبوت الحكم

اى آمدند حاجيان تا اينكه پيادگان آمدند　اى ثلثة هذه الحروف

لاحد الامرين مبهما لا بعينه نحو مررت برجل او امرأة واما انّما

حال كرده　اى غير معين في علم المتكلم

تكون حرف العطف اذا تقدّمتها اما اخرى نحو العدد امّا زوج وامّا

فرد ويجوز[2] ان يتقدّم اما على او نحو زيد امّا كاتب او امّي وام على

وعدم تقدم نيز جائز است مثل زيد كاتب او امى

قسمين متّصلة وهو ما يسأل بها عن تعيين احد الامرين

احدهما　اى حرف　تانيث ضمير باعتبار معنى

والسائل بها يعلم ثبوت احدهما مبهما بخلاف او وامّا فانّ السائل

الحال ان　حال كرده

بهما لا يعلم ثبوت احدهما اصلا وتستعمل بثلثة شرائط

لا معينا ولا مبهما

ملے قولہ ویجوز ان یتقدم اما علی او الی قولہ وتستعمل بثلثۃ شرائط (ت) اور جائز ہے یہ کہ مقدم ہو اما او پر اور کے جیسے زید اما کاتب او امی زید یا منشی ہے یا ان پڑھ اور لفظ ام دو قسم پر ہے (۱) متصلہ اور وہ وہ اسم ہے کہ سوال کیا جائے اس کے ساتھ دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین دریافت کرنے کے لئے اور حال یہ ہے کہ سوال کرنے والا جانتا ہو ان دونوں چیزوں میں سے ایک چیز کا لاعلی التعیین ثابت ہونا برخلاف او اور اما کے کیونکہ ان دونوں حرفوں کے ذریعہ سوال کرنے والا نہیں جانتا ثابت ہونا دونوں چیزوں میں سے ایک کا بالکل اور استعمال کیا جاتا ہے متصلہ تین شرطوں کے ساتھ (ش) اور جس طرح او سے پہلے اما کا آنا جائز ہے ایسی ہی نہ آنا بھی جائز ہے زید کاتب او امی بلفظ اما میں اختلاف ہے جمہور نحوی اس کو حرف عطف کہتے ہیں اور ابو علی فارسی منع کرتے ہیں ١٢

لـــہ قولہ الاول ان یقع قبلہا ہمزۃ الی قولہ فکذالک بعد ام کما مر (ت) پہلی یہ کہ واقع ہو اس کے پہلے ہمزہ جیسے ازیدٌ عندک ام عمروٌ کیا زید ہے تیرے پاس یا عمرو (۲) دوسری یہ کہ متصل ہو ام متصلہ کو مثل اس کلمہ کے جو متصل ہو ہمزہ کے یعنی اگر ہمزہ کے بعد کوئی اسم ہو تو ام کے بعد بھی ایسا ہی ہو (انتھ) اور ام متصلہ کی تین شرطوں میں سے پہلی شرط میں یہ جو کہا کہ اس سے پہلے ہمزہ لانا لازم ہے تو وہ ہمزہ عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا تقدیراً اول کی مثال کتاب میں مذکور ہے اور تقدیرا کی مثال شاعر کا یہ شعر ہے شعر لعمرک ما ادری وان کنت داریا ۔ بسبع رمین الجمر ام بثمان ۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ میں نہیں جانتا اگرچہ ہوں میں جاننے والا کہ جمروں پر سات کنکریاں ماروں یا آٹھ۔ تو یہاں بسبع سے پہلے ہمزہ مقدر ہے یعنی السبع الخ ۱۲

الاول ان یقع قبلہا ہمزۃ نحو ازیدٌ عندک ام عمروٌ والثانی ان یلیہا لفظا مثل ما یلی الہمزۃ اعنی ان کان بعد الہمزۃ اسم فکذلک بعد ام کما مرّ وان کان بعد الہمزۃ فعل فکذلک بعدہا نحو اقام زیدٌ ام قعد فلا یقال ارأیت زیدا ام عمرا والثالث ان یکون احد الامرین المستویین محققا وانما یکون الاستفہام عن التعیین فلذلک یجب ان یکون جواب ام بالتعیین دون نعم او لا فاذا قیل ازیدٌ عندک ام عمروٌ فجوابہ بتعیین احدہما اما اذا سئل باو او اما فجوابہ نعم او لا ومنقطعۃ وہی ما تکون بمعنی بل مع الہمزۃ کما رأیت شبحا من بعید قلت انہا لابل علی سبیل القطع ثم حصل لک شک انہا شاۃ

ملے قولہ وان کان بعد الہمزۃ فعل الی قولہ فجوابہ نعم او لا (ت) اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو اسی طرح ام کے بعد بھی ہو جیسے اقام زید ام قعد پس نہیں کہا جائے گا ارأیت زیدا ام عمروا اور تیسری شرط یہ ہے کہ ہو دو برابر کی چیزوں میں سے ایک چیز محقق اور سوائے اس کے نہیں کہ استفہام صرف تعیین سے ہو پس اسی لئے واجب ہے کہ ہو جواب ام کا تعیین کے ساتھ نہ نعم کے ساتھ یا لا کے پس جب کہا جائے ازیدٌ عندک ام عمروٌ تو اس کا جواب احد الامرین کی تعیین سے ہوگا بہر حال جب سوال کیا جائے بذریعہ او یا اما کے تو اس کا جواب نعم یا لا ہوگا (ش) یہ جو کہا کہ پس نہیں کہا جائے گا ارأیت زیدا ام عمروا یعنی اس وجہ سے کہ ہمزہ کے بعد تو فعل ہے اور ام کے بعد تو اسم اور یاد رکھو کہ اگر ہمزہ کے بعد جملہ اسمیہ ہوگا تو ام کے بعد بھی جملہ اسمیہ ہی ہونا ضروری ہوگا جیسے ازید عندک ام عمرو برخلاف او اور اما کے کہ ان دونوں میں یہ لازم نہیں کہ جو لفظ ہمزہ کے بعد ہو وہی ان کے بعد بھی ہو اور ارأیت زیدا ام عمروا کا عدم جواز مصنف اور صاحب کافیہ کے نزدیک ہے اور سیبویہ اس کو جائز اور حسن کہتے ہیں ۱۲

سلہ قولہ ومنقطعۃ الی قولہ عن حصول عمرو (ت) اور دوسرا ام منقطعہ ہوتا ہے اور وہ منقطعہ وہ ہے کہ ہو بل کے معنی میں مع ہمزہ کے جیسے دیکھے تو کسی صورت کو دور سے اور کہے تو بے شک یہ اونٹ ہے بطریق یقین کے پھر حاصل ہو تیرے لئے شک کہ یہ تو بکری ہے پس کہے تو کہ ام ہی شاۃ کہ قصد کرتا ہو تو پہلے اخبار سے اعراض کا اور ابتداء کا دوسرے سوال کی تو معنی ام ہی شاۃ کے یہ ہوں گے کہ بل ہی شاۃ۔ اور جاننا چاہئے کہ ام منقطعہ مستعمل نہیں ہوتا مگر خبر میں جیسا کہ گذرا اور استفہام میں جیسے اعندک زید ام عمرو سوال کیا تو نے پہلے زید کے موجود ہونے سے پھر تو نے پہلے سوال سے اعراض کیا اور شروع ہوا تو وجود عمرو کے سوال میں (ش) دوسری قسم ام کے منقطعہ ہے یہ بل اور ہمزہ کے معنی میں ہوتا ہے اس کا خلاصہ اکثر اول امر سے اعراض (باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۳۱) اور ثانی امر میں شک کرنا ہوتا ہے اور کبھی صرف اول امر سے اعراض کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے جبکہ ثانی امر یقینی ہو جیسے قرآن شریف میں ہے ام انا خیر من ھذا الذی ہو مہین اور یا ما بعد ام کا استفہام کو شامل ہو جیسے ام بل یستوی الظلمات والنور اور شبح کے معنی صورت کے ہوتے ہیں اور قلت انہا لابل میں ہا ضمیر مؤنث کی شبح کی طرف باوجود مذکر ہونے کے اس وجہ سے راجع ہو سکی کہ شبح سے صورت مراد ہے اور صورت مونث ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ ام ہی شاۃ کا عطف انہا لابل پر ہے اور یہ عطف ناجائز ہے اس لئے کہ انشاء کا اخبار پر عطف ہے تو جواب

فقلت أم هي شاة تقصد الإعراض عن الإخبار الأول و
الاستيناف بسؤال آخر معناه بل هي شاة واعلم أن أم
المنقطعة لا تستعمل إلا في الخبر كما مر وفي الاستفهام نحو
أعندك زيد أم عمرو سألت أولا عن حصول زيد ثم أضربت
عن السؤال الأول وأخذت في السؤال عن حصول عمرو
ولا وبل ولكن جميعها لثبوت الحكم لأحد الأمرين معينا أما
لا فلنفي ما وجب للأول عن الثاني نحو جاءني زيد لا عمرو وبل
للإضراب عن الأول والإثبات للثاني نحو جاءني زيد بل عمرو
ومعناه بل جاءني عمرو وما جاءني بكر بل خالد معناه بل ما
جاءني خالد ولكن للاستدراك ويلزمها النفي قبلها نحو ما جاءني

در نسخ قلمی بے لفظ ما دور درایہ بدون ما ۱۲ — لے دفع التوہم الناشی عن کلام سابق ۱۲

یہ ہے کہ ام ہی شاۃ جملہ استنبامیہ مستانفہ ہے معطوفہ نہیں ہے مگر یہ جواب ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حرف ام حرف عطف نہ ہو بلکہ حرف استیناف ہو اور گفتگو اسی میں ہے کہ ام حرف عطف ہے اس لئے ٹھیک جواب یہ ہے کہ انشاء کا عطف اخبار پر تاویل قصہ درست ہے کیونکہ قصہ کا قصہ پر عطف درست ہوتا ہے خصوصاً مقام اضراب میں اور یہ جو کہا کہ کما مر اس سے مراد انہا لابل ام ہی شاۃ ہے اور لفظ اولا مفعول فیہ ہے سالت کا یعنی زمانا سابقا یا وقتا ماضیا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ھذا)

لے قولہ ولا وبل ولکن جمیعھا لثبوت الحکم الیٰ قولہ قام بکر لکن خالد لم یقم (ت) اور حرف لا اور بل اور لکن سب کے سب موضوع ہیں واسطے ثابت ہونے حکم کے دو چیزوں میں سے ایک چیز کے لئے معین کرکے بہرحال لفظ لا پس وہ اس چیز کی (کہ جو ثابت ہو چکی ہے اول امر کے لئے) ثانی سے نفی کرنے کے لئے ہے جیسے ما جاءنی زید لا عمرو اور بل امر اول سے اعراض اور امر ثانی کے لئے اثبات کے واسطے موضوع ہے جیسے جاءنی زید بل عمرو اس کے معنی یہ ہیں کہ بل جاءنی عمرو اور ما جاءنی بکر بل خالد کے معنی یہ ہیں کہ بل ما جاءنی خالد اور لفظ لکن استدراک کے لئے ہے اور لازم ہوتی ہے اس لکن کو نفی اس کے پہلے جیسے ما جاءنی زید لکن عمرو جاء میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمرو آیا یا نفی اس کے بعد جیسے قام بکر لکن خالد لم یقم کھڑا ہوا بکر لیکن خالد نہیں کھڑا ہوا (ش) لفظ معینا ترکیب میں حال ہے یعنی حال ہونے اس ایک کے معین متکلم کے نزدیک جب لفظ لا میں یہ ضروری ہوا کہ حکم وہاں ثابت ہے معطوف علیہ کے لئے نہ معطوف کے لئے تو لفظ لا کے ذریعہ اس صرف اسی جگہ عطف ہو سکے گا جہاں ایجاب کے بعد نفی مقصود ہو اور اگر پہلے بھی نفی ہو چکی تو وہاں لا کے ذریعہ عطف ناجائز ہوگا جیسے ما جاء زید لا جاء عمرو تاکہ جملہ دعائیہ کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے اور دوسرے لفظ لا کے ذریعہ صرف اسم معطوف ہو سکے گا اور مضارع پر لانے کا ظرف بہت کم آتا ہے اور لفظ غیر کے بعد جو لا آتا ہے وہ نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے ولا الضالین اور یہ جو کہا معناہ بل جاءنی عمرو یہ معنی جمہور کے نزدیک ہیں اور مبرد کے نزدیک اس کے معنی (باقی بر صفحہ ۱۳۶)

(بقیہ صفحہ ۱۳۴) بل ماجاء عمرو میں استدراک کے معنی بیان کئے جاچکے اس لئے دوبارہ ذکر کی حاجت نہیں اور لکن کا استعمال بغیر نفی کے اس لئے ناجائز ہے کہ یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت بیان کرنے کے لئے آتا ہے اور لکن کی استعمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مفرد کا مفرد پر عطف کیا گیا ہو تو لکن سے پہلے نفی کا آنا لازم ہے جیسے ماجاء زید لکن عمرو جاء. اور ما رأیت احدا لکن عمروا رأیت اور جب جملہ کا جملہ پر عطف ہو تو نفی پہلے یا بعد میں ہونا ضروری ہے مثلا ماجاء نی زید لکن عمرو قد جاء اور جاء زید لکن عمرو لم یجئنی بہر حال لکن کا استعمال بغیر نفی کے کبھی نہیں ہوتا

زيدٌ لكنّ عمرٌو جاء او بعدها نحو قام بكرٌ لكن خالدٌ لم يقم

فصلٌ حروف التنبيه ثلثة ألا وأما وها وضعت لتنبيه

رابع ۱۲ — بیدار کردن و واقف نمودن بر چیزے ۱۲ — بفتح ہمزہ و تخفیف لام ۱۲

المخاطب لئلا يفوته شيء من الكلام فألا وأما لا يدخلان إلا

تا کہ فوت نشود مخاطب را چیزے از کلام ۱۲

على الجملة اسمية كانت نحو قوله تعالى ألا إنهم هم المفسدون

وقول الشاعر شعر أما والذي أبكى وأضحك والذي * أمات

وأحيى والذي أمره الأمر * او فعلية نحو أما لا تفعل وألا لا

تضرب والثالث ها تدخل على الجملة الاسمية نحو ها زيدٌ

قائمٌ والمفرد نحو هذا وهؤلاء فصلٌ حروف النداء خمسة

الذی یکون اسم الاشارۃ ۱۲ — فیہذان وہاتان ۱۲ — خامس ۱۲

يا وأيا وهيا وأيْ والهمزة المفتوحة فأي والهمزة للقريب

یستعملان ۱۲ — بفتح ہمزہ و سکون یاء

وأيا وهيا للبعيد ويا لهما وللمتوسط وقد مرّ أحكام المنادى

یستعملان ۱۲ — فیما سبق قد ذکر ۱۲

متعلقہ صفحہ ھذا ۱۵۰ قولہ فصل حروف التنبیہ ثلثۃ الی قولہ نحو ہذا و ہؤلاء (ت) حروف تنبیہ کے تین ہیں (۱) اَلَا (۲) اَمَا (۳) ہا جو وضع کئے گئے ہیں مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے تاکہ نہ فوت ہو جائے اس مخاطب سے کوئی چیز کلام سے پس اَلَا اور اَمَا داخل نہیں ہوتے مگر جملہ پر اسمیہ ہو وہ جملہ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے الا انہم ہم المفسدون. خبردار بلاشک وہی مفسد ہیں اور جیسے قول شاعر کا ہے اما والذی ابکی واضحک الذی + امات واحیی والذی امرہ الامر + خبردار اس ذات کی قسم جس نے رلایا اور ہنسایا اور اس ذات کی قسم جس نے مارا اور زندہ کیا اور اس ذات کی قسم جس کا امر امر ہی ہے. یا فعلیہ جیسے اما لا تفعل الخ خبردار مت کر اور خبردار مت مار. اور تیسرا حرف تنبیہ ہا ہے داخل ہوتا ہے یہ جملہ اسمیہ پر جیسے ہا زید قائم. خبردار زید کھڑا ہے اور مفرد پر جیسے ہذا اور ہٰؤلاء (ش) حروف تنبیہ کے متعلق بعض محققوں کا قول ہے کہ یہ حروف نہیں ہیں بلکہ محض اصوات ہیں اس لئے اگر ان کو حروف زیادت قرار دیا جاتا تو اچھا تھا اور یہ حروف ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں صرف ہا میں یہ بات ہے کہ جس جگہ اسم اشارہ آتا ہے اسی جگہ ہا بھی آتا ہے اور یہ جو شعر ہے اما والذی ابکی الخ یہ شعر ابو صخر ہذلی کا ہے اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائی ہیں اور مقصود اس بات پر دلیل لانا ہے کہ کبھی لفظ اما جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور یہ تینوں حروف جملہ پر داخل ہونے میں مشترک ہیں لیکن حرف ہا علاوہ جملہ کے مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ہذا ہٰؤلاء وغیرہ ۱۲ ۱۵۱ قولہ فصل حروف النداء خمسۃ الی قولہ وقد مرّ احکام المنادیٰ (ت) حروف ندا پانچ ہیں یَا اور اَیَا اور ہَیَا اور اَیْ اور ہمزہ مفتوحہ پس اَیْ اور ہمزہ مفتوحہ قریب کے لئے ہیں اور اَیَا اور ہَیَا بعید کے لئے اور یَا ان دونوں کے لئے اور متوسط کے لئے اور منادیٰ کے احکام گذر چکے (ش) للقریب میں مضاف محذوف ہے یعنی لنداء القریب اسی طرح للبعید میں بھی مضاف محذوف ہے یعنی لنداء البعید اور لفظ یا تینوں کے لئے آتا ہے یعنی سب سے زیادہ عام ہے کہ قریب اور بعید اور متوسط تینوں کے لئے آتا ہے اگر معترض کہے کہ جب لفظ یا بعید منادیٰ کیلئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(واقیہ صفحہ ۱۳۵) موضوع ہے تو چاہئے کہ یا اللہ کہنا جائز ہو کیونکہ حق تعالیٰ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے تو جواب یہ ہے کہ قائل اللہ لفظ یا کے ساتھ اس وجہ سے پکارتا ہے کہ پکارنے والا اپنے آپ کو اس قدر چھوٹا سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مواقع اجابت سے بہت دور رہتا ہے اور سوائے حرف یا کے حروف ندا میں سے کوئی حرف ندا بھی حذف نہیں ہوتا ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) ۱ے قولہ فصل حروف الایجاب الی قولہ واما جاء زید قلت نعم (ت) حروف ایجاب کے چھ ہیں نعم اور بلیٰ اور اجلؔ اور جیرؔ اور انّ اور ایؔ. بہرحال نعم پس واسطے مقرر کرنے کلام سابق کے ہے مثبت ہو یا منفی جیسے کسی نے کہا اجاء زید تو تو کہے نعم یا کسی نے کہا اما جاء زید تو تو نے کہا کہ نعم (ش) لفظ نعم میں چار لغت ہیں مشہور تو نون اور عین دونوں کا فتحہ ہے (۲) نون کا فتحہ اور عین کا کسرہ (۳) نون اور عین دونوں کا کسرہ (۴) عین مفتوحہ کو حاء سے بدل کر پس نعم مطلق کلام سابق کو مقرر کرتا ہے خواہ وہ استفہام ہو یا خبر تو اب اگر کسی نے اقام زید کے جواب میں نعم کہا تو اس کا مطلب قام زید ہوگا اور اگر کسی نے الم یقم زید کے جواب میں کہا تو اس کا مطلب لم یقم زید ہوگا ۲ے قولہ وبلیٰ تختص بایجاب الی قولہ اصدقک فی ہذا الخبر (ت) اور لفظ بلیٰ خاص ہے ساتھ ایجاب اس چیز کے کہ جس کی نفی کی گئی ہے بطور استفہام مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب لوگوں نے کہا بلیٰ یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے یا بطور خبر جیسے اگر کہا جائے لم یقم زید تو تم کہو کہ بلیٰ یعنی نہیں کھڑا ہے زید اور ای اثبات کے لئے استفہام کے بعد اور اس کو قسم لازم ہے جیسا کہ جب کہا جائے ہل کان کذا یعنی کیا ایسا واقعہ ہوا تو تم اس کے جواب میں کہو کہ ہاں قسم خدا کی (ایسا ہی ہوا) اور لفظ اجل اور جیر اور انّ تصدیق خبر کے لئے موضوع ہیں جیسا کہ کہا جائے جاء زید تو تم کہو کہ اجل یا جیر یا انّ یعنی میں تصدیق کرتا ہوں تیری اس خبر میں (ش) اور الست بربکم کے جواب میں جو بلیٰ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بل انت ربنا بعض شراح نے یہاں مصنف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حروف الایجاب میں ایجاب سے مراد ایجاب نفی سابق ہے تو نعم کو شامل نہیں کیونکہ نعم ایجاب نفی سابق کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ تو ما سبق کی تقریر کے لئے ہے خواہ مثبت ہو ما قبل یا منفی اور اگر ما قبل کی تقریر اور تثبیت مراد ہے عام ازیں کہ اثبات ہو یا نفی تو اس صورت میں حرف بلیٰ کو شامل نہیں کیونکہ وہ ما قبل کی تقریر نہیں کرتا بلکہ وہ تو صرف نفی سابق کا ایجاب کرتا ہے پھر کہا ہے کہ اگر مصنف "حروف التصدیق والایجاب" کہتے تو اچھا تھا کہ دونوں کو شامل ہو جاتا اور یہ جو کہا کہ ای استفہام کے بعد اثبات کرتا ہے اس میں بعض کا خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ کبھی خبر کی تصدیق کے لئے بھی آتا ہے اور ابن مالک کا قول یہ ہے کہ ای بمعنی نعم ہے مگر یہ قول مصنف اور علامہ ابن حاجب کے کلام کے خلاف ہو اور ای واللہ کی جگہ بغیر واؤ ای اللہ کہنا بھی درست ہے مگر لفظ اللہ کو منصوب کر کے البتہ اگر ای کے بعد ہا آگیا ہو تو اس حالت میں لفظ اللہ مجرور ہوگا یعنی ای ہا اللہ اس واسطے کہ اس حالت میں لفظ ہا قائم مقام حرف جار کے ہے اور زیادہ تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھو اور یہ جو کہا کہ تصدیق خبر کے لئے ہے یہ خبر عام ہے خواہ مثبت ہو یا منفی لہذا استفہام کے بعد واقع نہ ہوں گے اور بقول بعض نحات لفظ اجل مثل نعم کے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نعم استفہام کے جواب میں اچھا ہے اور جیر خبر کے جواب میں اچھا ہے اور بقول بعض (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۳۶

فصل[1] حروف الایجاب ستة نعم وبلی واجل وجیر و
ان وای واما نعم فلتقریر کلام سابق مثبتا کان او منفیا
نحو اجاء زید قلت نعم واما جاء زید قلت نعم وبلی تختص[2]
بایجاب ما نفی استفهاما کقوله تعالی الست بربکم قالوا بلی
او خبرا کما یقال لم یقم زید قلت بلی ای قد قام وای للاثبات
بعد الاستفهام ویلزمها القسم کما اذا قیل هل کان
کذا قلت ای واللہ واجل وجیر وان لتصدیق الخبر کما
اذا قیل جاء زید قلت اجل او جیر او ان ای اصدقک
فی هذا الخبر فصل[3] حروف الزیادة سبعة ان وان وما

(بقیہ صفحہ ۱۳۶) بقول بعض جیر عرب کی قسم کا ایک اسم ہے بولتے ہیں جیر لا افعل کذا ۱۲ ۔ ۵ قولہ نص حروف الزیادۃ سبعۃ الی قولہ والباء واللام (ت) حروف زیادت سات ہیں اِنْ اَنْ اور لَا اور مِنْ اور بَا اور لام اور مَا (ش)، حروف زیادہ وہ حروف ہیں کہ اس کی وجہ سے اصل معنوں میں کوئی تغیر نہ آئے گویا اس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہوں اور زیادت سے یہ مراد نہیں کہ وہ ہمیشہ زائد ہی ہوتا ہو بلکہ جب کبھی کوئی حرف زیادہ لایا ہو تو ان حرفوں میں سے لایا جائے اور ان کو حروف الصلہ بھی کہتے ہیں اور ان کی زیادتی سے فائدہ کلام میں تاکید اور فصاحت مقصود ہوتی ہے ۱۲ ۔ (متعلقہ صفحہ ھذا)
۱ قولہ فان تزاد مع النافیۃ الی قولہ وکذا البواقی (ت) پس اِن زیادہ کیا جاتا ہے ما نافیہ کے ساتھ جیسے لما ان جلست جلست۔

ولا ومن والباء واللام[۱] فان تزاد مع ما النافية نحو ما ان زيد قائم ومع ما المصدرية نحو انتظر ما ان يجلس الامير ومع لما نحو لما ان جلست جلست وان تزاد مع لما كقوله تعالى فلما ان جاء البشير وبين لو والقسم المتقدم عليها نحو والله ان لو قمت قمت وما تزاد مع اذا ومتى واي واني واين وان شرطيات كما تقول اذا ما صمت صمت وكذا البواقي وبعض[۲] حروف الجر نحو قوله تعالى فبما رحمة من الله وعما قليل ليصبحن نادمين ومما خطيئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا وزيد صديقي كما ان عمروا اخي ولا تزاد مع الواو بعد النفي نحو ما جاءني زيد ولا عمرو وبعد ان المصدرية نحو قوله تعالى ما منعك ان لا تسجد

جب تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا اور اَن زیادہ کیا جاتا ہے لما کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلما ان جاء البشیر پس جب آگیا خوشخبری دینے والا اور درمیان لو اور قسم کے جو مقدم ہو لو پر جیسے واللہ ان لو قمت قمت خدا کی قسم اگر تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا اور مَا زیادہ کیا جاتا ہے اذا اور متی اور ای اور انّی اور این اور ان کے ساتھ دراں حال کہ یہ سب کلمات شرطیات ہوں جیسا کہ کہے تو اذا ما صمت صمت جب تو روزہ رکھیگا میں بھی رکھوں گا اور اسی طرح باقی کلمات میں (ش) اور مَا کے ساتھ حرف ان کے زائد ہونے کی مثال اشعار میں حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر ہے کہ ما ان مدحت محمدا بمقالتی ولکن مدحت بمقالتی بمحمد یعنی میں اپنے کلام سے محمد کی مدح نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنی کلام کی مدح بذریعہ محمد کے کرتا ہوں اور بقول بعض یہ ان نافیہ ہے اور ما نافیہ اس پر تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے مگر یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ دو حرف اصل ایک معنی کے لئے جمع ہونا مکروہ ہے اور کبھی کلمہ ان ما اسمیہ کے ساتھ بھی زیادہ کیا جاتا ہے جیسے آیت میں ہے ولقد مکنٰہم فیما ان مکنّاکم فیہ اور الا کے ساتھ بھی زیادہ ہوتا ہے اور لما حینیہ کے ساتھ بھی زیادہ ہوتا ہے جیسے لما ان جلست جلست اور یہ جو کہا کہ این وان شرطیات یعنی حال ہونے ان تمام کلمات کے شرطیات تو شرطیات ہونے کی قید سے غیر شرطیہ نکل گئے اور وکذا فی البواقی کے یہ معنی کہ باقی کی مثالیں خود سمجھ لو مثلا متی ما تخرج اخرج اور ایا ما تضرب اضرب قرآن شریف میں بھی ہے ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ اور اینما تجلس اجلس اور آیۃ میں ہے اما ترین اور اما نذہبن بک اور اما تخافن اور اما کے فعل پر اکثر نون تاکید لازم ہوتا ہے اور بلا نون تاکید بہت کم آتا ہے جیسے اما تقسم اقسم ۱۲ ۔ ۲ قولہ وبعد بعض حروف الجر الی قولہ ما منعک ان لا تسجد (ت) اور بعد بعض حروف جر کے جیسے خدائے تعالیٰ نے فرمایا فبما رحمۃ من اللہ پس بسبب بہت بڑی مہربانی کے خدا تعالیٰ کی جانب سے اور عما قلیل لیصبحن الخ اور تھوڑی سی مدت کے بعد ضرور ہو جائیں گے پشیمان اور مما خطیئتہم الخ اور بوجہ اپنی خطاؤں کے غرق کئے گئے پس داخل کئے گئے دوزخ میں اور اور زید میرا دوست ہے جس طرح عمرو میرا بھائی ہے اور زیادہ کیا جاتا ہے لا واو کے ساتھ بعد نفی کے جیسے ما جاءنی زید ولا عمرو (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۳۷) اور بعد ان مصدریہ کے جیسے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے مامنعک ان لاتسجد کس نے منع کیا تجھ کو اس سے کہ سجدہ کرے تو (ش) اور لفظ ما مضاف کے ساتھ بہت کم زائد ہوتا ہے جیسے آیۃ میں ہے مثل ما انکم تنطقون اور یہ جو کہا کہ لا تزاد مع الواو و بعد النفی اس میں نفی عام ہے خواہ لفظاً ہو جیسے ما جاءنی زید و عمرو اور یا معنیً جیسے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) ؎ قولہ وقبل القسم الی قولہ فلا نعیدہا (ت) اور قبل قسم کے جیسے آیت میں ہے لا اقسم بہذا البلد قسم کھاتا ہوں اس شہر کی بمعنی اقسم اور بہرحال من اور با اور لام پس بے شک گزر چکا ذکر ان کا حروف جر میں اس لئے نہیں لوٹاتے ہیں ہم ان کو (ش)

وقبل القسم كقوله تعالى لا أقسم بهذا البلد بمعنى أقسم

ای قبل فعل القسم ۱۲ — سوگند می خورم بایں شہر ۱۲

وأما من والباء واللام فقد مر ذكرها في حروف الجر فلا نعيدها

ای فی ذکر زیادۃ ہا ۱۲

فصل حرفا التفسير أي وأن فأي كقوله تعالى واسئل

بفتح ہمزہ وسکون یا ۱۲ … بفتح ہمزہ وسکون نون ۱۲

القرية أي أهل القرية كأنك تفسره أهل القرية وأن إنما

يفسر بها فعل بمعنى القول كقوله تعالى وناديناه أن يا ابراهيم

فلا يقال قلت له أن اكتب إذ هو لفظ القول لا معناه فصل

حروف المصدر ثلثة ما وأن وأنّ فالأوليان للجملة الفعلية

ہمزہ مفتوحہ ونون مشددہ ۱۲

كقوله تعالى وضاقت عليهم الارض بما رحبت أي برحبها

وتنگ شد برآنہا — زمین — بکشادگی خود ۱۲

وقول الشاعر شعر يسر المرء ما ذهب الليالي * وكان

فاعل ذہب ۱۲

ذهابهن له ذهابا * وأن نحو قوله تعالى فما كان جواب قومه

پس نبود جواب قوم او

اور زیادتی لا کی قبل قسم کے کم ہوتی ہے اگرچہ اس قسم سے پہلے بہت زیادہ ہوتا ہے جس کا جواب نفی ہو تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ اس قسم کا جواب لا کی نفی ہے اور لا اقسم میں جو لا زیادہ کیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ تاکہ متکلم یہ بات واضح کرے یہ واقعہ اس قدر ظاہر اور باہر ہے کہ قسم کھانے کی اس جا ضرورت ہی نہیں ؎ قولہ فصل حرفا التفسیر الی قولہ لا معناہ۔ (ت) تفسیر کے دو حرف ای اور ان ہیں پس ای کی مثال خدا تعالیٰ کی یہ قول ہے کہ واسئل القریۃ ای اہل القریۃ گویا تو نے القریۃ کی تفسیر اہل القریۃ کے ساتھ کی اور دوسرا حرف اَن ہے اور ان کے ساتھ تفسیر اس فعل کی کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونادیناہ ان یا ابراہیم پس نہیں کہا جائے گا قلت لہ ان اکتب اس لئے کہ یہ خود لفظ قول ہے نہ معنی قول کے (ش) حرفا التفسیر میں سے نون تثنیہ بوجہ اضافت کے گر گیا (فائدہ) مابعد حرف تفسیر کا اعراب اس کے ماقبل کے اعراب کے تابع ہے اور کلفظ ای ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے خواہ مفرد ہو جیسے واسئل القریۃ ای اہل القریۃ اور یا جملہ جیسے قطع رزق اللص کی تفسیرات کے ساتھ کریں اور ہمیشہ ان ایسے فعل کی تفسیر واقع ہوتا ہے جو قول کے معنی میں ہو نہ خود قول کی اور ایسے افعال چند ہیں مثلاً ندا ہے اور امر ہے اور کتابت ہے ندا کی مثال تو قرآن شریف میں ہے اور امر کی مثال یہ ہے کہ امرتہ ان اقم اور کتابت کی یہ کہ کتبت کہ ان اکرم اور یاد رکھو کہ مابعد ان مفسرہ کا صلہ ماقبل کا نہیں ہوتا بلکہ کلام اس کے بغیر تام ہو جاتا ہے پس وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین میں ان تفسیریہ نہیں ہے بلکہ ان الحمد للہ الخ خبر ہے مبتدا مقدم کی پس ای اور ان میں یہ فرق ہوا کہ ای ہر فعل کی تفسیر بنتا ہے اور اَن صرف اس کی جو قول کے معنی میں ہو ۱۲ ؎ قولہ حروف المصدر ثلثۃ الی قولہ وقول الشاعر (ت) حروف مصدر کے تین ہیں مَا اور اَن اور اَنّ پس اول کے دونوں جملہ فعلیہ کے لئے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وضاقت علیہم الارض بما رحبت یعنی برحبہا تنگ ہوگئی زمین ان پر باوجود اس کے فراخ ہونے کے اور جیسے شاعر کا قول ہے (ش) حرف المصدر کا یہ مطلب ہے کہ یہ وہ حروف ہیں جو جملہ کو مصدر کے حکم میں کر دیتے ہیں پس اس میں اضافت ادنیٰ ملابست کی ہے اکثر قوتین ہی بین منحصر کرتے ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

حالانکہ ہے ان کا جانا اس آدمی کے لئے جانا اور ان کی مثال خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ فما کان جواب قومہ الخ یعنی نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انھوں نے یعنی مگر ان کا یہ کہنا الخ اور ان جملہ اسمیہ کے مثبت جیسے علمت انک قائم کے معنی یہ ہیں کہ میں نے جان لیا یا کھڑا ہونا تیرا (ش) ایسے ہی ما ذھب میں ما مصدریہ نے ذھب کو ذہاب کے معنی میں کر دیا اور ایسے ہی ما کان جواب قومہ الا ان قالوا میں ان مصدریہ نے قالوا کو قول کے معنی میں کر دیا اور لو مصدریہ کی مثال ودّوا لو تدھن فیدھنون یعنی وہ چاہتے ہیں کسی طرح آپ ڈھیلے ہوں تو وہ بھی ڈھیلے ہوں اور یہ جو کہا کہ ان جملہ اسمیہ کے لئے مخصوص ہے تو یہ مخصوص ہونا اسی صورت میں ہے کہ جب مخففہ نہ ہو اور نہ ما کافہ اس کو لاحق ہوا ہو ورنہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں کو عام ہے ۱۲

اِلَّا اَنْ قَالُوا اَیْ قَوْلُھُمْ وَاَنَّ لِلْجُمْلَۃِ الْاِسْمِیَّۃِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنَّکَ
(فیجعلہا فی حکم المصدر ۱۲ — مگر قول شان ۱۲)

قَائِمٌ اَیْ قِیَامُکَ فَصْلٌ[۱] حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ اَرْبَعَۃٌ ھَلَّا وَاَلَّا
(عاشر ۱۲ — برانگیختن و در غلانیدن ۱۲)

وَلَوْلَا وَلَوْمَا لَھَا صَدْرُ الْکَلَامِ وَمَعْنَاھَا حَضٌّ عَلَی الْفِعْلِ اِنْ
(برانگیختن ۱۲)

دَخَلَتْ عَلَی الْمُضَارِعِ نَحْوُ ھَلَّا تَاْکُلُ وَلَوْمٌ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی
(چرا نمی خوری ۱۲ — ای نکوہیدن شکلم مخاطب را ۱۲ — علی مافات ۱۲)

الْمَاضِیْ نَحْوُ ھَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا وَحِیْنَئِذٍ[۲] لَا تَکُوْنُ تَحْضِیْضًا
(چرا نہ زدی زید را ۱۲)

اِلَّا بِاعْتِبَارِ مَا فَاتَ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الْفِعْلِ کَمَا مَرَّ وَاِنْ
(لفظا ۱۲)

وَقَعَ بَعْدَھَا اسْمٌ فَبِاِضْمَارِ فِعْلٍ کَمَا تَقُوْلُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا

ھَلَّا زَیْدًا اَیْ ھَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا وَجَمِیْعُھَا مُرَکَّبَۃٌ جُزْؤُھَا

الثَّانِیْ حَرْفُ النَّفْیِ وَالْاَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ اَوِ الْاِسْتِفْھَامِ اَوْ حَرْفٌ
(الجزء ۱۲ — فی بعضہا مثل لولا ولوما ۱۲ — فی بعضہا مثل ہلا ۱۲)

(بقیہ ص ۱۳۸) مگر بعض نحوی کے اور تو بھی زیادہ کرتے ہیں گویا ان کے نزدیک حروف مصدر پانچ ہیں آیت میں بما رحبت بمعنی برحبہا ہے کیونکہ ما نے رحبت کو مصدر کے معنی میں کر دیا اور رحب کے معنی وسعت کے ہیں ۱۲

[۳] قولہ یسر المرء ما ذھب الی قولہ ای قیامک (ت) یسر المرء الخ خوش کرتا ہے آدمی کو چلا جانا اس کا

(متعلقہ صفحہ ہذا) [۱] قولہ فصل حروف التحضیض الی قولہ نحو ہلا ضربت زیدا (ت) حروف برانگیختہ کرنے کے چار ہیں (۱) ہلّا (۲) الّا (۳) لولا (۴) لوما۔ ان حروف کے لئے صدارت کلام ہے اور معنی ان حروف کے برانگیختہ کرنا ہے فعل پر اگر داخل ہو مضارع پر جیسے ہلا تاکل کیوں نہیں کھاتا تو اور ملامت کرنا ہے اگر داخل ہوں یہ افعال ماضی پر جیسے ہلا ضربت زیدا کیوں نہیں مارا تو نے زید کو (ش) تحضیض کے معنی ورغلانے کے ہیں اور لوم کے معنی عار دلانے اور جھڑکنے کے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲

[۲] قولہ وحینئذ لا تکون تحضیضا الی قولہ اولہا اسمیۃ ابدا (ت) اور اس وقت نہیں ہوگا یہ حروف تحضیض مگر باعتبار اس چیز کے جو فوت ہوگئی اور داخل نہیں ہوتے یہ حروف مگر فعل پر جیسا کہ گذرا اور اگر واقع ہو ان کے بعد کوئی اسم تو پس ساتھ مقدر ماننے فعل کے جیسا کہ کہے تو اس شخص کے لئے جس نے مارا کسی قوم کو ہلا زیدا یعنی ہلا ضربت زیدا اور سب کے سب حروف مرکب ہیں کہ ان کا دوسرا جز حرف نفی ہے اور اول حرف شرط یا استفہام یا حرف مصدر اور لولا کے لئے ایک اور معنی ہیں وہ منع ہوتا ہے جملہ ثانیہ کا بوجہ پائے جانے پہلے جملہ کے جیسے لولا علی لہلک عمر اور اس وقت محتاج ہوتا ہے یہ لولا دو جملوں کا جن میں سے پہلا اسمیہ ہوتا ہے ہمیشہ (ش) اور ما فات سے مراد وہ فعل ہے جو ترک ہوگیا اور یہ جو کہا کہ حروف تحضیض نہیں داخل ہوتے مگر فعل پر اس کی وجہ یہ ہے کہ حث یعنی ابھارنا اور برانگیختہ کرنا فعل ہی پر ہوا کرتا ہے پھر وہ فعل یا لفظی ہو جیسے اس کی مثال گذر گئی یا تقدیری جیسے اس کی مثال مصنف نے ہلا زیدا دی ہے علامہ رضی کا قول ہے کہ اگر ہلا کے بعد کوئی اسم ظرف واقع ہو تو وہ ہلا کے بعد کے فعل کا معمول ہوگا نہ کہ فعل مقدر کا مثلا ہلا یوم الجمعۃ زرتنی میں یوم الجمعۃ زرتنی کا معمول ہوگا اور ضرورت شعری کے وقت ہلا کے بعد اسم بھی آتا ہے اور لفظ لولا کبھی تحضیض کے لئے آتا ہے اور کبھی اس لئے کہ دوسرا جملہ ممنوع ہے بوجہ وجود علی کے اور یاد رکھو کہ لولا تحضیضیہ اور لولا شرطیہ میں فرق یہ ہے کہ پہلے لولا تو صرف ایک جملہ سے بھی تمام ہو جائے گا لیکن دوسرا لولا بغیر دو جملوں کے تمام نہیں ہو سکتا مثلا اگر لولا ضربت زیدا کہا تو تحضیضیہ صحیح ہے (ماقی ص ۱۴۱)

یا اسمیہ اور کسائی کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ پہلا جملہ اسمیہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک لولا کے بعد جو اسم آتا ہے وہ فعل مقدر کا فاعل ہوتا ہے اور فراء کا قول یہ ہے کہ لولا خود اس اسم کا رافع ہے جو لولا کے بعد واقع ہے تو ان کے نزدیک لولا کے بعد دو جملے ہونا ضروری نہیں بلکہ ایک جملہ خود لولا سے بنے گا اور ایک اس کے بعد ہوگا ۱۲ واللہ اعلم ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہذا) لہ قولہ فصل حرف التوقع الی قولہ قد یعلم اللہ المعوقین (ت) توقع کا حرف قد ہے اور وہ ماضی میں ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے آتا ہے جیسے قد رکب الامیر

المصدر وللولا معنىً اٰخر هو امتناع الجملة الثانية لوجود

في بعض الحواشي الا ١٢

الجملة الاولى نحو لولا عليٌّ لهلك عمرُ وحينئذٍ تحتاج الى

جملتين اولهما اسميةٌ ابدًا فصل[1] حروف التوقع قد وهي

حاوي عشر

في الماضي لتقريب الماضي الى الحال نحو قد ركب الامير اي

تكون ١٢

قُبيل هذا ولاجلِ ذالك سُمِّيت حرف التقريب ايضًا

ولهذا تلزم الماضي ليصلح ان يقع حالاً وقد تجئ للتاكيد

اي بسبب اینکہ قد برائے تقریب ماضی ست ١٢ — مجرد از تقریب ١٢

اذا كان جوابًا لمن يسأل هل قام زيدٌ تقول قد قام

ما دخل علیہ قد — یقول ١٢ — مجیبا لہ ١٢

زيدٌ وفي المضارع للتقليل نحو ان الكذوب قد يصدقُ

معطوف بر قول او في الماضي ١٢

وان الجوادَ قد يبخلُ وقد تجئ للتحقيق كقولهِ تعالى قد يعلمُ الله

بر آئینہ خدا میداند

(بقیہ صفحہ ١٣٩) اور شرطیہ کے لئے حرف لولا علی کہنا درست نہیں جب تک کہ لہلک عمر نہ کہا جائے اور لولا شرطیہ کے لئے جو دو جملے ضروری ہیں ان میں سے پہلے کا اسمیہ ہونا لازم ہے اور دوسرا جملہ خواہ فعلیہ ہو

یعنی ابھی ذرا دیر پہلے سوار ہوا امیر اور اسی وجہ سے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے قد ماضی کو لازم ہے تاکہ صلاحیت رکھے حال بننے کی اور کبھی آتا ہے قد تاکید کے لئے جبکہ ہو وہ جواب اس شخص کا جو سوال کرے کہ ہل قام زید تو تو کہے کہ قد قام زید اور مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق بے شک جھوٹا آدمی کبھی سچ بولتا ہے اور بے شک سخی آدمی کبھی بخل کرجاتا ہے اور کبھی آتا ہے تحقیق کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے قد یعلم اللہ المعوقین یعنی یقیناً جانتا ہے خدا تعالیٰ نے باز رکھنے والوں کو (ش) ماضی پر تقریب کے لئے قد قامت الصلوٰۃ میں بھی آیا ہے اگر ماضی حال واقع ہو تو اس پر لفظ قد اس لئے ضروری ہے کہ تاکہ ماضی کا زمانہ عامل کے زمانہ سے مقارن ہو جائے کیونکہ اگر ماضی میں زمانہ ماضی ہی رکھا جائے تو حال کا زمانہ عامل سے پہلے ہو جائے گا مثلاً اگر یوں کہا جائے جاءنی زید رکب ابوہ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رکوب مجیئت (آنے) سے پہلے ہو چکا تھا۔ حالانکہ زمانہ حال کا اور عامل کا ایک ہونا چاہئے اس لئے رکب پر قد بڑھا دیں گے۔ تاکہ رکوب اور مجئ (آنا) دونوں قریب قریب ہو جائیں۔ پس اگر کوئی ماضی ایسا ہو کہ اس پر لفظ قد داخل نہ ہو سکے تو وہ حال واقع نہ ہو سکے گا جیسے یوں نہیں کہہ سکتے کرمات الشیخ وقد ولد فی یوم کذا کیونکہ ولادت شیخ کی موت سے یقیناً سابق ہے اور کبھی لفظ قد تکثیر کے لئے بھی آتا ہے جب کہ مدح کا مقام ہو جیسے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا یعنی اللہ تعالیٰ نے جانتا ہے ان لوگوں کو تم میں سے جو کھسک جاتے ہیں آنکھ بچا کر ١٢ ١٢

لہ قولہ ویجوز الفصل بینہا الی قولہ ای وکان قد زالت (ت) اور جائز ہوتا ہے فاصلہ قد کے اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ جیسے قد واللہ احسنت قسم خدا کی تو نے اچھا کیا اور کبھی حذف کیا جاتا ہے فعل بعد قد کے قرینہ کے وقت جیسے شاعر نے کہا شعر افد الترحل غیران رکابنا + لما تزل برحالنا وکان قدن • یعنی قریب آگیا کوچ مگر یہ کہ ہمارے اونٹوں نے کوچ نہیں کیا ہمارے پالانوں کے ساتھ اور گویا شان یہ ہے کہ بیشک قریب ہے کہ کوچ کریں (ش) یہ بیت نابغہ کا ہے اور افد بروزن علم فعل ماضی ہے بمعنی قرب اور ترحل کے معنی کوچ کرنے کے ہیں اور وہ أفد کا فاعل ہے اور لفظ غیر بمعنی الا ہے رکاب ظاہر ہے یعنی وہ اونٹ جن پر سفر کیا جائے اور رکابنا ترکیب میں اسم ہے اَنّ کا اور لما حرف نفی ہے اور تزل اصل میں تزول تھا واو تعلیل کے سبب گر گئی اس سے مراد کوچ کرنا ہے بولتے ہیں زالت الخیل برکبانہا گھوڑے مع اپنے سواروں کے اٹھ گئے اور کوچ کر گئے اور رحال جمع رحل کی ہے بمعنی پالان اور کان مخففہ ہے مثقلہ سے اور ملغیٰ ہے اور یہ شعر اس بات کی بھی دلیل ہوسکتا ہے کہ تنوین ترنم حرف پر بھی آسکتی ہے کیونکہ قد حرف ہے اور اس پر تنوین ترنم آگئی ہے ۱۲ ح ح

الْمُعَوِّقِينَ [1] وَيَجُوزُ الْفَصْلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللّٰهِ

أَحْسَنْتَ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِينَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر أَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ أَنَّ رِكَابَنَا ✦ لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَأَنْ قَدِنْ

أَيْ وَكَأَنْ قَدْ زَالَتْ [2] فَصْلٌ حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ الْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا

صَدْرُ الْكَلَامِ وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ أَزَيْدٌ قَائِمٌ

أَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَدُخُولُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ أَكْثَرُ إِذِ

الْاِسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ أَوْلَى [3] وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِي مَوَاضِعَ لَا يَجُوزُ

دُخُولُ هَلْ فِيهَا نَحْوُ أَزَيْدًا ضَرَبْتَ وَأَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوكَ وَ

أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو وَأَمَنْ كَانَ وَأَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ

ک قولہ فصل حرفا الاستفہام بالفعل اولیٰ (ت) دو حرف استفہام کے ہمزہ اور ہل ہے ان دونوں کے لئے ابتداء کلام ہے اور داخل ہوتے ہیں یہ دونوں جملہ پر اسمیہ ہو جیسے ازید قائم یا فعلیہ جیسے ہل قام زید اور داخل ہونا ان دونوں حرفوں کا جملہ فعلیہ پر اکثر ہوتا ہے اس لئے کہ استفہام فعل سے ہونا زیادہ اچھا ہے (ش) یہ دونوں حرف استفہام شروع کلام میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ استفہام کا مقتضی یہی ہے کہ وہ شروع کلام میں آتا ہے تاکہ شروع ہی سے مخاطب سمجھ لے کہ متکلم کچھ دریافت کرتا ہے اور توجہ شروع ہی سے کلام کی جانب رکھے اور یہ جو کہا کہ اذ الاستفہام بالفعل اولیٰ یہ اس کی علت ہے کہ یہ دونوں حرف جملہ فعلیہ پر اکثر کیوں داخل ہوتے ہیں یعنی استفہام کسی فعل کے متعلق ہونا اس سے بہتر ہے کہ استفہام کسی اسم کے متعلق ہو اسی لئے یہ بات بہتر ہے کہ اگر حرف استفہام کے بعد کوئی اسم واقع ہو تو اس کو فاعل بنایا جائے نہ مبتدا بشرطیکہ اس اسم کے بعد کوئی فعل بھی آرہا ہو جیسے ازید قام ۱۲ سلہ قولہ وقد تدخل الہمزۃ فی مواضع الی قولہ بہما بحث (ت) اور کبھی داخل ہوتا ہے ہمزہ ایسے چند مواقع میں کہ جائز نہیں ہوتا داخل ہونا ہل کا ان میں جیسے ازیدا ضربت اور اتضرب زیدا وہو اخوک اور ازید عندک ام عمرو اور امن کان اور اثم اذا ما وقع اور نہیں استعمال کیا جاتا ہل ان جگہوں میں (ش) اور وہ مواقع کہ جہاں ہمزہ تو آسکتا ہے اور ہل نہیں آسکتا چار ہیں (۱) جہاں ہمزہ اسم پر داخل ہو باوجودیکہ فعل موجود ہو جیسے ازیدا ضربت (۲) جہاں ہمزہ انکار کے لئے لایا گیا ہو جیسے اتضرب زیدا وہو اخوک (۳) جہاں ہمزہ ام متصلہ کے ساتھ مستعمل ہو جیسے ازید عندک ام عمرو (۴) جہاں ہمزہ حرف عطف پر داخل ہوا ہو جیسے اومن کان اور افمن کان اور اثم اذا ما وقع لیکن ان مواقع میں ہل کا آنا عرف اس وقت ناجائز ہے (باقی بر صفحہ ۱۴۲)

(بقیہ صفحہ ۱۴۱) کہ جب بل ہمزہ کے معنی میں نہ ہو اور اگر بل بمعنی ہمزہ ہو تو وہ حرف عطف پر داخل ہو سکتا ہے بل ان مواقع میں اس وجہ سے نہیں آ سکتا کہ پہلا موقع تو
اسم کا موقع ہے اور ہل اصل میں بمعنی قد ہے جو فعل کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے موقع میں اس وجہ سے نہیں آ سکتا کہ ہل بمعنی انکار نہیں آتا اور تیسرے
موقع میں اس وجہ سے کہ ام متصلہ ہمزہ کے ساتھ خاص ہے اور چوتھے موقع میں اس وجہ سے کہ ہمزہ استفہام میں اصل ہے اور ہہنا بحث سے مراد یہ ہے کہ بعض
مواقع ایسے ہیں کہ وہاں صرف ہل ہی آ سکتا ہے اور ہمزہ نہیں آ سکتا مثلاً حرف عطف صرف ہل پر آ سکتا ہے ہمزہ پر نہیں جیسے فہل انتم شاکرون اور
مثلاً ام کے بعد ہل آ سکتا ہے ہمزہ نہیں آ سکتا اور اثبات تقریر کے لئے ہل ہی مخصوص ہے جیسے بل نوتب الکفار اور لفظ الا ہمزہ کے بعد

ولا تستعمل هل في هذه المواضع هٰهنا بحث فصل حروف
ثالث عشر
الشرط إنْ ولو وأمّا لها صدر الكلام ويدخل كل واحد منها على الجملتين
بكسر ہمزہ و نون ساکن ۱۲ ... بفتح ہمزہ و میم مشدد ۱۲
اسميتين كانتا أو فعليتين أو مختلفتين فإنْ للاستقبال وإنْ
دخلت على الماضي نحو إنْ زرتني أكرمتك ولو للماضي وإنْ دخلت
على المضارع نحو لو تزورني أكرمتك ويلزمهما الفعل لفظاً كما مرّ
أو تقديراً نحو إن أنت زائري فأنا أكرمك واعلم أنّ إنْ لا تستعمل
تقديره ان كنت زائري فلما حذف الفعل ... الضمير المتصل منفصلا ۱۲
إلا في الأمور المشكوكة فلا يقال آتيك إن طلعت الشمس بل
يقال آتيك إذا طلعت الشمس ولو تدل على نفي الجملة الثانية بسبب
نفي الجملة الأولى كقوله تعالى لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا

نہیں آ سکتا صرف ہل ہی کے بعد آ سکتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ ہل اور ہمزہ میں نسبت عموم
خصوص من وجہ کی ہے تہ مطلق کی ۱۲
(متعلقہ صفحہ ہذا) قولہ
فصل حروف الشرط الیٰ قولہ او مختلفتین (ت)
حروف شرط کے اِن اور لَو اور اَمّا ہے ان
سب حروف کے لئے ابتداء کلام ہے اور ان
دونوں حرفوں میں سے ہر ایک حرف داخل
ہوتا ہے دو جملوں پر اسمیہ ہوں دونوں یا
فعلیہ یا مختلف (ش) یہ جو کہا کہ دو جملوں
پر داخل ہوتا ہے خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ یہ تعمیم
اِن اور لو میں ٹھیک نہیں کیونکہ ان دونوں کا
دو جملوں اسمیہ پر داخل ہونا جائز نہیں بلکہ جملوں
فعلیہ پر داخل ہونا واجب ہے ۱۲ سکے قولہ
فاِنْ للاستقبال الیٰ قولہ الا اللہ لفسدتا۔
(ت) پس حرف اِن استقبال کے لئے ہے اگرچہ
داخل ہو ماضی پر جیسے اِن زرتنی اکرمتک اگر
تو میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا
اور لَو ماضی کے لئے ہے اگرچہ داخل ہو مضارع
پر جیسے لو تزورنی اکرمتک اگر تو میری زیارت
کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا اور لازم ہے ان دونوں
کو فعل لفظاً جیسا کہ گزرا یا تقدیراً جیسے ان انت
زائری فانا اکرمک اگر تو میری زیارت کرنے والا
ہوگا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔ اور جاننا چاہئے
کہ اِن نہیں استعمال کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں
پس نہیں کہا جائے گا آتیک ان طلعت الشمس

بلکہ کہا جائے گا آتیک اذا طلعت الشمس کیونکہ طلوع آفتاب یقینیات میں سے ہے اور لو دلالت کرتا ہے نفی جملہ ثانیہ پر بسبب نفی جملہ اولیٰ کے جیسے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا لو کان فیہما الہۃ الخ اگر ہوتے زمین و آسمان میں چند معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے تو البتہ فاسد ہو جاتے وہ دونوں یعنی زمین و آسمان (ش) اور یہ جو کہا کہ
اِن استقبال کے لئے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو تو اس پر اس مثال سے اعتراض پڑتا ہے کہ ان اکرمتنی الیوم فقد اکرمتک امس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس
میں یہ تاویل ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان اکرمتنی الیوم یکون سبباً للاخبار بذالک یا یہ کہ ان تعتقد باکرامک ایای الیوم فاعتقد باکرامی ایاک امس یعنی اگر تو اس اکرام
کا جو تو نے آج میرا کیا ہے اعتبار کرے گا تو اس اکرام کا بھی اعتبار کیجیو جو کل گذشتہ میں تیرا کر چکا ہوں اور لو کی مثال قرآن شریف میں یہ ہے کہ لو یطیعکم فی کثیر من
الامر لعنتم یعنی اگر اطاعت کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بہت سے امور میں تو البتہ تم مشقت میں پڑ جاتے اور لو کبھی ان کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے ولامۃ
مومنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم یعنی وان اعجبتکم اور کبھی بمعنی اَن ناصبہ بھی آتا ہے جیسے ودوا لو تدہن فیدہنون۔ (باقی بر صفحہ آئندہ ملاحظہ ہو)

(بقیہ صفحہ ۱۴۲) اور ان انت زائری فانا اکرمک کی اصل یہ تھی کہ ان کنت زائری فانا اکرمک جب فعل کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل منفصل ہوگئی ایسے ہی ان احد من المشرکین استجارک کی اصل ان استجارک احد تھی اور آیت لو کان فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا اس پر دلالت کرتا ہے کہ فساد زمین و آسمان نہ پایا جانا اس سبب سے ہے کہ معبود متعدد نہیں ہیں اور حرف لو اس معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اور کبھی لو کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ دوم کا ثابت کرنا اول کے وجود یا اس کے عدم کے وقت جیسے نعم العبد صہیب لو لم یخف اللہ لم یعصہ یعنی صہیب اچھا بندہ ہے اگر نہ ڈرتا اللہ سے جب بھی نافرمانی اس کی نہ کرتا مطلب یہ کہ ڈرنے کی صورت میں تو عدم نافرمانی کا

حق ہی ہے لیکن وہ عدم خوف کی صورت میں بھی نافرمانی نہیں کرتا اور جیسے لو اہنتنی لاکرمتک اگر تو میری اہانت کرے گا تو بھی تیرا اکرام کروں گا یعنی اگر تو میرا اکرام کرے گا تب تو میں تیرا اکرام کروں گا ہی۔ لیکن اگر تو میری توہین کرے گا تب بھی میں تیرا اکرام ہی کروں گا اور معنی ماضی کی مثال وہ مضارع ہے جو منفی بلم ہو اور لم کی وجہ کہ مدخول حرف شرط کا ماضی ہونا ضروری ہے یہ ہے کہ جب حرف شرط کا عمل جواب میں اس نے منع ہو گیا کہ وہ قسم کا جواب ہے تو ضروری ہوا کہ شرط کی جانب میں فعل ماضی ہوتا کہ اس میں بھی عمل نہ کر سکے اور عدم عمل میں شرط اور جواب دونوں موافق ہو جائیں واللہ اعلم ۱۲

(متعلقہ صفحہ ھذا) قولہ

واذا وقع القسم فی اول الکلام الی قولہ کما رأیت فی المثالین (ت) اور جب واقع ہوتی ہے قسم شروع کلام میں اور مقدم ہوتی ہے شرط پر تو واجب ہے یہ کہ ہو فعل وہ فعل کہ داخل ہوتا ہے اس پر حرف شرط ماضی لفظا جیسے واللہ ان اتیتنی الخ قسم خدا کی اگر آوے گا تو میرے پاس تو اکرام کروں گا میں تیرا یا ماضی معنی جیسے واللہ ان لم تاتنی الخ یعنی اگر تو میرے پاس نہیں آوے گا البتہ برا کہوں گا تجھ کو اور اس وقت ہوگا دوسرا جملہ لفظا میں جواب قسم کا نہ جزا شرط کی پس اسی وجہ سے واجب ہے اس دوسرے جملہ میں وہ بات جو واجب ہے جواب قسم میں یعنی لام وغیرہ

واذا وقع القسم فی اول الکلام وتقدم علی الشرط یجب ان یکون الفعل الذی تدخل علیہ حرف الشرط ماضیا لفظا نحو واللہ ان اتیتنی لاکرمتک او معنی نحو واللہ ان لم تأتنی لاھجرتک وحینئذ تکون الجملۃ الثانیۃ فی اللفظ جوابا للقسم لا جزاء للشرط فلذلک وجب فیہا ما وجب فی جواب القسم من اللام ونحوھا کما رأیت فی المثالین اما ان وقع القسم فی وسط الکلام جاز ان یعتبر القسم بان یکون الجواب لہ نحو ان اتیتنی واللہ لآتینک وجاز ان یلغی نحو ان تأتنی واللہ آتک واما لتفصیل ما ذکر مجملا نحو الناس سعید وشقی اما الذین سعدوا ففی الجنۃ واما الذین شقوا ففی النار

جیسا کہ دیکھا تو نے دونوں مثالوں میں (ش) اور جب کہ قسم اول کلام میں ہوا اور شرط سے پہلے آوے تو اس وقت جملہ ثانیہ لفظ کے اعتبار سے صرف قسم کا جواب ہوگا جزا شرط نہ ہوگا کیونکہ اگر وہ شرط کی جزا بھی ہو تو جواب کا مجزوم اور غیر مجزوم دونوں ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ بلحاظ جواب قسم غیر مجزوم اور بلحاظ جواب شرط مجزوم ہے البتہ معنی کے لحاظ سے جواب قسم بھی ہے اور جزاء شرط بھی یہ تو مطلب وحینئذ تکون الجملۃ الثانیۃ الی آخرہ کا ہوا اور فلذلک وجب فیہا کا مطلب یہ ہے اسی وجہ سے کہ جملہ ثانیہ لفظ کے لحاظ سے صرف جواب قسم کا ہوگا نہ جزا شرط جملہ ثانیہ میں وہ چیزیں واجب ہیں جو جواب قسم پر ضروری ہوتی ہیں جیسے لام اور نحوہا سے مراد یہ ہے کہ جب جواب قسم کا جملہ منفیہ ہو تو اس پر ما اور لا کا آنا ضروری ہے ۱۲ قولہ اما ان وقع القسم فی وسط الکلام الی قولہ لا بدلہ من فعل (ت) بہرحال اگر واقع ہو قسم درمیان کلام میں تو جائز ہے یہ کہ اعتبار کی جائے قسم بایں طور کہ ہو جواب اسی قسم کا جیسے ان اتیتنی واللہ الخ یعنی قسم خدا کی اگر آئے گا تو میرے پاس تو ضرور آؤں گا میں تیرے پاس اور جائز ہے یہ کہ قسم لغو کی جائے جیسے ان تاتنی واللہ آتک الخ یعنی اگر آئے گا تو میرے پاس تو آؤں گا میں بھی تیرے پاس اور کلمہ اما اس چیز کی تفصیل کے لئے ہے جو ذکر کی گئی ہو مجملا (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۴۳) جیسے الناس سعید الخ یعنی لوگ نیکبخت ہیں اور بدبخت بہرحال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں پس جنت میں ہیں اور بہرحال وہ لوگ جو بدبخت ہو گئے پس دوزخ میں ہیں اور واجب ہوتا ہے اما کے جواب میں فا لانا اور یہ کہ ہو اول سبب دوم کے لئے اور یہ کہ حذف کیا جائے فعل اما کا باوجودیکہ شرط ضروری ہے اس کے لئے کوئی فعل (مش) قسم کا وسط کلام میں واقع ہونا عام ہے خواہ شرط اس سے پہلے آوے یا اور پیچھے اور یہ جو کہا کہ ملغی کرنا بھی درست ہے تو اس صورت میں جواب جواب شرط ہوگا اور شرط کا فعل ماضی ہونا بھی ضروری نہ ہوگا اور اما جو تفصیل کے لئے آتا ہے اس کا مکرر آنا ضروری نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے فاما الذین فی قلوبہم زیغ الخ اور اس کے مقابلہ میں والراسخون الخ مکرر اما نہیں ہے علامہ رضی نے کہا کہ کثرت استعمال کی وجہ سے

ويجب في جوابها الفاء وان يكون الاول سببا للثاني وان يحذف فعلها مع

(فاصل ۱۲)

ان الشرط لابد له من فعل في ذلك ليكون تنبيها على ان المقصود بها

(اي وجوب حذف الفعل ۱۲ — من التفصيل ۱۲)

حكم الاسم الواقع بعدها نحو اما زيد فمنطلق تقديره مهما يكن من

(اي بانا ۱۲)

شيء فزيد منطلق فحذف الفعل والجار والمجرور واقيم اما مقامهما

(الذي هو الشرط وهو يكن ۱۲ — وهو من شيء ۱۲)

حتى بقي اما فزيد منطلق ولما لم يناسب دخول حرف الشرط على فاء

الجزاء نقلوا الفاء الى الجزء الثاني ووضعوا الجزء الاول بين اما والفاء

(النحاة ۱۲ — وهو منطلق ۱۲ — وهو زيد ۱۲)

عوضا عن الفعل المحذوف ثم ذلك الجزء الاول ان كان صالحا

(فصار اما زيد فمنطلق ۱۲)

للابتداء فهو مبتدأ كما مر والا فعامله ما يكون بعد الفاء كاما يوم

(مثاله ۱۲)

الجمعة فزيد منطلق فمنطلق عامل في يوم الجمعة على الظرفية

(اي ناصب ۱۲)

کبھی کلمہ اما کو حذف بھی کر دیتے ہیں مگر اسی جگہ کہ جہاں اس کے بعد فا یا امر یا نہی ہو اور اس کا ماقبل اس نہی وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہو اور یہ جو کہا کہ ویجب فی جوابہا الخ جواب میں فا واجب ہونے کی وجہ اور اول کے ثانی کے لئے سبب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں باتوں کے سبب اما کو کلمہ شرط کہہ سکیں گے ۱۲

عہ بسبب آنکہ جملہ ثانیہ دریں ہنگام لفظاً جواب قسم باشد نہ برائے شرط ۱۲ ۱۲

(متعلقہ صفحہ ہذا) سلہ قولہ

قولہ وذالک لیکون تنبیہا الی قولہ فہو مبتدا کما مر (ت) اور یہ یعنی وجوب حذف فعل اس لئے ہے تاکہ ہو جائے یہ تنبیہ کرنا اس بات پر کہ مقصود لفظ اما کے ساتھ اس اسم کا حکم ہے جو واقع ہے بعد اما کے جیسے اما زید فمنطلق کہ تقدیر اس کی مہما یکن من شیء فزید منطلق تھی پس حذف کر دیا فعل اور جار مجرور کو اور قائم کیا گیا اما مقام مہما کے یہاں تک کہ باقی رہا اما فزید منطلق اور جبکہ مناسب نہیں تھا داخل ہونا حرف شرط کا فا جزاء پر اس لئے نقل کر دیا فا کو جزء دوم کی طرف اور رکھدیا انہوں نے جزء اول کو اما اور فا کے درمیان اس فعل کے بدلہ میں جو محذوف ہو گیا پھر وہ جزء اول اگر ہے قابل ابتدا کے پس وہ مبتدا ہے جیسا کہ گذرا (مش) یہ جو کہا کہ جزء دوم کی طرف اس سے منطلق مراد ہے اور جزء اول سے زید مراد ہے اور اما اور فا کے درمیان زید کو رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ شرط اور جزا کے حرفوں کا بلا فصل پایا جانا نہ لازم آئے اور ثم ذلک الجزء الخ سے مراد وہ اسم ہے جو اما کے بعد واقع ہے یعنی اگر وہ مبتدا بننے کے قابل ہو اس طرح کہ ظرف نہ ہو ۱۲ سلہ قولہ والا فعامله الی قولہ على الظرفیۃ (ت) ورنہ پس عامل اس کا وہ ہے جو واقع ہے بعد فا کے جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق کہ منطلق عامل ہے لفظ یوم الجمعۃ میں ظرفیت کی بنا پر (مش) اور والا کے یہ معنی ہیں کہ اور اگر وہ جزء مبتدا بننے کے قابل نہ ہو یعنی ظرف ہو (ف) نحویوں کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ جو اسم اما کے بعد واقع ہوتا ہے کیا وہ اس کے جواب کی خبر کا جز ہوتا ہے یا نہیں پس سیبویہ کا قول تو یہ ہے کہ وہ ہر صورت میں اس کے خبر کا جز ہوتا ہے خواہ منصوب ہو یا مرفوع اور خواہ فا جزا کے بعد مانع تقدیم ہو یا نہ ہو اور مصنف کا یہی مذہب ہے اور بعض جزئیت کو مطلقاً ہر صورت میں منع کرتے ہیں یہ مبرد کا مذہب ہے اور رمانی نے تفصیل کی ہے کہ اگر وہ جائز التقدیم ہو (باقی بر صفحہ آئندہ)

فصل[۱] حرف الردع کلا وضعت لزجر المتکلم وردعہ عما یتکلم بہ

رابع عشر ۱۲ — جر الزجر والمنع ۱۲ — ای منعہ ۱۲ — المتکلم ۱۲

کقولہ تعالیٰ واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اہانن

کلا ای لا یتکلم بھذا فانہ لیس کذالک ھذا بعد الخبر وقد تجیٔ

ای وضع کلا برائے زجر ۱۲

بعد الامر ایضا کما اذا قیل لک اضرب زیدا فقلت کلا ای لا

افعل ھذا قط وقد تجیٔ بمعنی حقا کقولہ تعالیٰ کلا سوف

نفیا لاجابۃ الضرب لزید ۱۲ ونہایۃ — بتحقیق زود خواہید

تعلمون وحینئذ[۲] تکون اسما مبنیا لکونہ مشابہا لکلا حرفا وقیل

میدانست ۱۲ — ای حین اذا کانت بمعنی حقا ۱۲ — لا حرفا ۱۲ — ای تابع الکسائی قائلہ

تکون حرفا ایضا بمعنی ان لتحقیق الجملۃ نحو کلا ان الانسان لیطغی

حقا ہر آئینہ آدمی می گذرد ۱۲

بمعنی ان فصل[۳] تاء التانیث الساکنۃ تلحق الماضی لتدل علی

خامس عشر ۱۲ — دون المتحرکۃ لاختصاصہا بالاسم ۱۲ — الفعل ۱۲ — من اول الامر ۱۲

(بقیہ صفحہ ۱۴۴) توجزئیت پر ورنہ نہیں اور تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھو ۱۲ ھ بتاویل مفرد معطوف بر قول الفا
ھ اے الفعل الذی دخلت ہی علیہ ۱۲ ھ یدخل ہو علیہ ۱۲ للعہ لئلا یتوالی بین حرفی الشرط
والجزاء ۱۲ ھ وال اسمے کہ پس اما باشد ۱۲

لہ قولہ فصل حرف الردع کلا الی قولہ کلا سوف تعلمون (ت) حرف ردع (جھڑکنے کا حرف) کلا ہے جو وضع کیا گیا ہے متکلم کو ڈانٹنے کے لئے اور اس چیز سے باز رکھنے کے لئے جس کے ساتھ متکلم بات کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واما اذا الخ اور بہرحال جب مبتلا کرتا ہے اللہ اس انسان کو پس تنگ کرتا ہے اس پر اس کی روزی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی ہرگز نہیں یعنی نہ کلام کرے ایسا مطلب یہ کہ واقعہ یوں نہیں ہے یہ کلا کا زجر اور ردع کے لئے ہونا اس وقت ہے کہ جب خبر کے بعد واقع ہو اور کبھی آتا ہے لفظ کلا بعد امر کے بھی جیسا کہ جب کہا جائے تجھ سے اضرب زیدا مار زید کو تو تو کہے گا ہرگز نہیں یعنی ایسا ہرگز نہ کروں گا اور کبھی آتا ہے لفظ کلا بمعنی حقا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلا سوف تعلمون یقینا عنقریب جان لوگے (ش) واقعہ یوں نہیں اس وجہ سے کہ بہت دفعہ اللہ تعالیٰ ایسا کرتا ہے کہ کفار کا رزق وسیع کرتا ہے اور انبیاء صالحین کا رزق تنگ کرتا ہے اور یہ یاد رکھو کہ جب کلا امر کے بعد واقع ہوتا ہے تو اجابت کی نفی کے لئے آتا ہے اور جب بمعنی حقا ہوتا ہے تو مقصود مضمون جملہ کی تحقیق ہوتی ہے ۱۲ ۔ **سلہ قولہ** حینئذ تکون اسما الی قولہ بمعنی ان (ت) اور اس وقت ہوتا ہے کلا اسم جو مبنی ٹھہرایا جاتا ہے بوجہ ہونے اس کے مشابہ واسطے کلا حرفی کے اور بقول بعض ہوتا ہے کلا حرف بھی بمعنی ان تحقیق جملہ کے لئے جیسے کلا ان الانسان الخ یعنی یقینا انسان البتہ سرکشی کرتا ہے (ش) اور جب کلا اسم ہوتا ہے تو اس کو مبنی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ حرفی کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے لفظا بھی اور معنًی بھی اور بقول بعض جب کلا حقا کے معنی میں ہوتا ہے تو اس وقت بھی وہ حرف ہوتا ہے جس طرح حقا کے ہم معنی نہ ہونے کی حالت میں حرف ہوتا ہے اور یہ قول کسائی کا ہے چنانچہ کلا ان الانسان الخ میں کلا بمعنی ان ہے اور آیۃ کلا انہ کان لاٰیاتنا عنیدا میں کلا بمعنی ردع کے بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی حقا بھی ۱۲ ۔ **سلہ قولہ** فصل تاء التانیث الساکنۃ الی قولہ لرفع التقاء الساکنین (ت) تاء تانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے ماضی کو تاکہ دلالت کرے اس چیز کے مؤنث ہونے پر جس کی طرف فعل اسناد کیا گیا ہے جیسے ضربت ہند اور تم جان چکے ہو مواقع وجوب اللحاق تاء تانیث کے اور جب متصل ہو اس تاء کے کوئی ساکن بعد اس تا کے تو واجب ہوتا ہے حرکت دینا اس تاء کو کسرہ کی اس وجہ سے کہ ساکن جب حرکت دیا جاتا ہے تو حرکت دیا جاتا ہے کسرہ کی جیسے قد قامت الصلوٰۃ اور حرکت تاء تانیث کی واجب نہیں کرتی لوٹانے اس حرف کو جو حذف ہو چکا بوجہ اس کے ساکن ہونے کے پس نہیں کہا جائے گا رماۃ المرأۃ اس وجہ سے کہ اس کی یہ حرکت عارضی ہے جو واقع ہوئی ہے التقاء ساکنین کی وجہ سے (ش) ساکنہ کی قید سے تاء متحرکہ نکل گئی اس لئے کہ وہ اسم کے ساتھ خاص ہے اور ان میں فرق کرنے کے واسطے اس تاء کو ساکن بھی کر دیا ہے اور یہ بھی وجہ ہے یہ حرف ہے اور حرف میں اصل سکون ہے اور ساکنہ کے یہ معنی ہیں کہ اصل اس میں سکون ہو اگرچہ کسی عارض کے باعث متحرک ہو جائے جیسے قد قامت الصلوٰۃ کی تاء ساکن ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ) اور ماضی کے ساتھ اس کے لحوق کو اس لئے خاص کیا کہ وہ غیر ماضی کو لاحق ہی نہیں ہوتی اور ما اسند الیہ الفعل عام ہے کہ شامل ہے فاعل کو بھی اور مفعول مالم یسم فاعلہ کو بھی اور یہ جو کہا کہ مواضع وجوب الحاق گزر چکے تو ان کے گزرنے کی جگہ بحث فاعل ہے وہاں تفصیل کے ساتھ وہ جگہیں بھی بتادی ہیں کہ جہاں الحاق تا کا واجب ہے اور وہ جنہیں بھی کہ جہاں صرف جائز ہے اور جب کوئی حرف ساکن بعد تا ساکنہ کے آجائے تو اس وقت حرکت دینا اس لئے واجب ہے تاکہ التقاء ساکنین نہ لازم آئے اور کسرہ کی حرکت اس لئے پسند کی گئی ہے کہ کسرہ حرکت سکون کے ساتھ مشابہ تر ہے اس لحاظ سے کہ کسرہ قلت کی وجہ سے کالعدم ہے اور عدم حرکت کا سکون ہے اور وحرکتہا الخ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب التقاء ساکنین کے سبب ایک ساکن حذف کردیا جاچکا ہو تو اب تا کو حرکت مل جانے کی وجہ سے اس محذوف کو لوٹانا ضروری ہونا چاہئے پھر کیوں رمت کا الف بعد تحریک تا کے نہیں لوٹایا جاتا حالانکہ وہ التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کیا گیا تھا اور جواب کی تقریر ظاہر ہے ۱۲ ۱۲ ۱۲

تانیثُ ما اُسْنِدَ الیہ الفعلُ نحو ضَرَبَتْ ھِنْدٌ وقد عرفتَ مَواضعَ
فاعل باشد یا نائب آن ۱۲ تحقیق نحو آن ۱۲

وجوبِ الحاقِہا واِذا لقیہا ساکنٌ بعدَھا وَجَبَ تحریکُہا بالکسرِ
وجوز الحاقہا فی فصل الفاعل ۱۲ بالضم ۱۲

لاَنَّ السّاکنَ اذا حُرِّکَ حُرِّکَ بالکسرِ نحو قد قامتِ الصلوۃُ و

وحرکتُہا لا توجبُ ردَّ ما حُذِفَ لاجلِ سکونِہا فلا یقالُ رَماتِ
ای حرف ۱۲ بل یقال رمت المرأۃ ۱۲

المرأۃُ لاَنَّ حرکتَہا عارضیۃٌ واقعۃٌ لرفعِ التقاءِ السّاکنینِ فقولُہم
وانما لا توجب حرکتہا رد المحذوف لان آہ ۱۲

المرأتانِ رَماتا ضعیفٌ و اما الحاقُ علامۃِ التثنیۃِ وجمعِ المذکرِ
برد الف محذوف ۱۲

وجمعِ المؤنثِ فضعیفٌ فلا یقالُ قاما الزیدانِ وقاموا
اذا کان الفاعل ظاہرا ۱۲ بالحاق الف در تثنیہ ۱۲ بالحاق واو در جمع مذکر ۱۲

الزیدونَ و قُمْنَ النساءُ وبتقدیرِ الحاقٍ لا تکونُ الضمائرَ لئلا یلزمَ
بالحاق نون در جمع مؤنث ۱۲ تلک العلامات ۱۲ وے اضمار الفاعل ۱۲

الاضمارُ قبلَ الذکرِ بل علاماتٍ دالۃً علی احوالِ الفاعلِ کتاءِ التانیثِ
ای اضمار الفاعل ۱۲ تکون ۱۲ من اول الامر اذا الحقت بالفعل ۱۲ الساکنۃ ۱۲

(متعلقہ صفحہ ھذا) لہ قولہ فقولہم المرأتان الی قولہ کتاء التانیث (ت) یس قول عرب کا المرأتان رماتا ضعیف ہے اور بہرحال لاحق کرنا علامت تثنیہ اور جمع مذکر اور جمع مونث کا بس ضعیف ہے لہذا نہیں کہا جائے گا قاما الزیدان اور قاموا الزیدون اور قمن النساء اور بر تقدیر الحاق ان علامات نہ ہوں گی یہ علامات ضمیریں تاکہ اضمار قبل الذکر نہ لازم آئے بلکہ ہوں گی علامت دلالت کرنے والی احوال فاعل پر جیسے تا، تانیث ساکنہ ہوتی ہے (ش) اور علامت تثنیہ و جمع کو لوٹانا اس وجہ سے ضعیف ہے کہ صورۃً فاعل کی تکرار لازم آتی ہے اس لئے جب فاعل جب مظہر نہ ہو بلکہ مضمر ہو تو علامت کے الحاق میں ہرج نہیں ہے اور احوال فاعل سے مراد فاعل کا تثنیہ جمع مذکر مونث ہونا ہے اور یہ جو کہا کتاء التانیث اس کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح تاء تانیث ساکنہ ضمیر نہیں ہوتی ایسے ہی یہ علامات بھی ضمیریں نہیں ہوتیں اور تاء تانیث ضمیر اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ اگر یہ ضمیر ہوجائے تو فاعل مظہر ہونے کی صورت میں اس کا حذف واجب ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تاء ایک حرف ہے جو فعل ماضی کے ساتھ اس لئے لاحق کیا گیا ہے کہ تاکہ ما اسند الیہ الفعل کے مؤنث ہونے دلالت کرے ۱۲

ع‍ہ عن کونہ مثنیٰ او مجموعا مذکرا او مونثا ۱۲

بھی دیتے ہیں جیسے زید الفاضل اور یہاں تک چونکہ تعریف جامع مانع نہ تھی اس وجہ سے کہ لدن کے نون کو بھی شامل تھی تو تتبع الخ سے اس کو نکال دیا اس لئے کہ لدن کا نون تو خود حرف اخیر ہے اور تنوین کا نون بتلا دیا کہ حرف اخیر کی حرکت کا تابع ہوا کرتا ہے اور یہاں یہ کہا کہ اخیر حرف کی حرکت کا تابع ہوا کرتا ہے یہ نہ کہا کہ خود حرف ہی کا تابع ہوا کرتا ہے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ حالت وقف میں حرکت اخیر حرف کے گر جانے سے یہ نون بھی ساقط ہو جائے گا اگرچہ خود حرف اخیر باقی رہے گا۔ اور آخر الکلمۃ میں جو کلمہ ہے وہ عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً لہٰذا قائمۃ اور بصری کی تنوین بھی اس میں داخل رہے گی اس لئے کہ یہ اگرچہ حرف حقیقی کی حرکت کے تابع نہیں مگر حرف حکمی کی حرکت کے تابع ہے اس واسطے کہ تاء تانیث اور یاء نسبتی بھی حکماً حرف ہیں۔

فصل التنوین نون ساکنۃ تتبع حرکۃ اٰخر الکلمۃ لا لتاکید الفعل وھی خمسۃ اقسام الاول للتمکن وھو ما یدل علی ان الاسم متمکن فی مقتضی الاسمیۃ ای انہ منصرف نحو زید ورجل والثانی للتنکیر وھو ما یدل علی ان الاسم نکرۃ نحو صہ ای اسکت سکوتا ما فی وقت ما واما صہ بالسکون فمعناہ اسکت السکوت الاٰن والثالث للعوض وھو ما یکون عوضا عن المضاف الیہ نحو حینئذ وساعتئذ ویومئذ ای حین اذ کان کذا والرابع للمقابلۃ وھو التنوین الذی فی جمع المؤنث السالم نحو مسلمات

لہ فصل التنوین نون الی قولہ وھی خمسۃ اقسام (ت) تنوین نون ساکن ہوتا ہے جو پیچھے آتا ہے حرکت اخیر کلمے کے نہ تاکید فعل کے لئے اور وہ تنوین پانچ قسم پر ہے (تمکن) یہ جو کہا کہ تنوین نون ساکن ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے ساکن ہے ورنہ کبھی کسی عارضی وجہ سے اس کو حرکت

لہ قولہ الاول للتمکن الی قولہ نحو مسلمات (ت) پہلی قسم تمکن کی ہے اور وہ وہ تنوین ہے جو دلالت کرتی ہے اس پر کہ یہ اسم متمکن (مضبوط) ہے اسمیت کے تقاضے میں یعنی اس پر کہ یہ اسم منصرف ہے جیسے زیدٌ اور رجلٌ اور دوسری قسم وہ ہے جو تنکیر کے لئے ہے اور وہ وہ تنوین ہے جو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ یہ اسم نکرہ ہے جیسے صہٍ یعنی خاموش رہ تو کچھ خاموش رہنا کسی وقت اللہ بہرحال صہْ سکون کے ساتھ تو یہیں معنی اس کے یہ ہیں کہ خاموش کا تو خاموش رہنا اب اور تیسری قسم تنوین عوض کی ہے اور وہ وہ تنوین ہے کہ ہوتی ہے عوض مضاف الیہ کے جیسے حینئذ اور ساعتئذ اور یومئذ یعنی حین اذ کان کذا جس وقت ایسا ہوگا۔ اور چوتھی قسم مقابلہ کی تنوین ہے اور وہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے جیسے مسلمات الخ) اور تنوین تمکن کا نام تنوین صرف بھی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ یہ تنوین منصرف کو غیر منصرف سے جدا کر دیتی ہے اور رجل میں بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کہ تنوین تنکیر کی ہے حالانکہ یہ غلط ہے اس لئے کہ اگر رجل کسی خاص آدمی یا کسی معین شخص کا نام رکھ دیا جائے تو بھی اس پر یہ تنوین رہے گی حالانکہ یہ اسم نکرہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تنوین تنکیر کی نہیں بلکہ تنوین صرف ہے صحاح میں بیان کیا ہے کہ صہ کی

تنوین وصل اور وقف میں فرق کرنے کے لئے ہے تو اس کلام کا مقتضی یہ ہے کہ ایک چھٹی قسم بھی تنوین کی ہوتی ہے یعنی فارق بین الوصل والوقف اور علامہ رضی کا قول ہے کہ تنوین تنکیر مخصوص ہے اسم صوت اور اسم فعل کے ساتھ جیسے سیبویہ اور جیسے سیبویہٍ یہ مثال اسم صوت کی ہے اور صہ اسم فعل کی اور یہ جو کہا کہ صہ بالسکون کے معنی اسکت السکوت الاٰن ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکت السکوت الذی تعرفہ الاٰن تو سکوت کر وہ سکوت جس کو پہچانتا ہے اور رہا تو اب بھی اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ زمانہ حال میں کسی چیز کی طلب ناممکن ہے کیونکہ طلب محال لازم آتی ہے اس وجہ سے کہ جب تک امر اپنے امر سے فراغت نہ پائے اور مخاطب اس امر کو سمجھ نہ لے اس وقت تک مخاطب کی توجہ اس طرف نہیں ہو سکتی تو اسکت السکوت الاٰن میں ایک قسم کا تسامح ہے لہٰذا اس کے معنی یہ ہیں کہ اسکت السکوت متصلاً بالاٰن آن سے حقیقۃً حال مراد نہیں ہے (باقی بر صفحہ آئندہ ملاحظہ ہو)

غیر منصرف میں نہ پائی جاتی حالانکہ اعلام غیر منصرفہ میں موجود ہے اور نہ یہ تنوین عوض کی ہے کیونکہ معنی اس کی موافقت نہیں کرتے اور نہ یہ تنوین ترنم کی ہے کیونکہ اشعار اور مصرعوں کے اخیر میں نہیں آتی لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ تنوین مقابلہ کی ہے ۱۲ (متعلقہ صفحہ ہٰذا) **لـہ قولہ وہٰذہ الاربعۃ تختص** بالاسم الی قولہ وہند ابنۃ بکر (ت) اور یہ چاروں تنوینیں خاص ہیں اسم کے ساتھ اور پانچویں قسم ترنم کی ہے اور وہ وہ تنوین ہے جو لاحق ہوتی ہے اخیر میں اشعار اور مصرعوں کے جیسے قول شاعر کا شعر اقلی اللوم الخ کم کر تو ملامت اے ملامت کرنے والی اور کم کر تو عتاب۔ وہ کہہ تو اگر حق کو پہونچوں میں کہ بے شک حق پہونچا اور جیسے قول شاعر کا ہے یا ابتا علک الخ یعنی اے میرے باپ شاید تو پاوے رزق یا قریب ہے کہ پاوے تو رزق

۱۴۸

اور کبھی حذف کی جاتی ہے تنوین علم سے جبکہ ہو وہ علم موصوف ابن یا ابنۃ کے ساتھ دراں حال کہ ہو وہ ابن مضاف ایک دوسرے علم کے جیسے جاءنی زید بن عمرو اور جاءتنی ہند ابنۃ بکر (ش) اور یہ جو کہا کہ ہٰذہ الاقسام الاربعۃ تختص بالاسم اس سے معلوم ہوا کہ پانچویں قسم یعنی تنوین ترنم اسم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اس تنوین خامس کا نام تنوین ترنم اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس تنوین کی وجہ سے گانے میں آواز اچھی نکلتی ہے تنوین ترنم کی دو مثالیں اس وجہ سے دیں کہ پہلی مثال اس تنوین کی ہے جو اسم اور فعل دونوں پر داخل ہے اور دوسری اس کی کہ صرف فعل پر داخل ہے اور کبھی تنوین ترنم حرف پر بھی داخل ہوتی ہے اس کی مثال یہ مصرع ہے قبل لہا ان تردد الخمس بلن یعنی کیا اس کے لئے حق ہے کہ وہ خمس کو لوٹا دے اور یاد رکھو کہ تنوین ترنم محض تحسین صوت کے لئے ہوتی ہے جس طرح حروف تہجی محض ترکیب کی غرض سے موضوع ہیں اور علم سے تنوین حذف کرنے کی وجہ تخفیف ہے کیونکہ لفظ طویل ہے اور علم ثقیل ہوتا ہے اور باایں ہمہ کثیر الاستعمال ہوتا ہے اور اس حالت میں لفظ ابن کا الف بھی تخفیف کی غرض سے نہیں لکھا جاتا مگر لفظ ابنۃ سے الف کتابت سے ساقط نہیں کیا جاتا اور متن کے اس جملہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ابن جب غیر علم کی صفت ہو تو تنوین کو حذف نہ کریں گے مثلاً قام رجل ابن عمرو یا بالکل کسی کی بھی صفت نہ ہو جیسے زید ابن بکر یا جب ابن کی اضافت علم کی طرف نہ ہو تب بھی حذف نہ کریں گے جیسے قام زید ابن اخی ۱۲

وھٰذہِ الاربعۃُ تختصُّ بالاسمِ والخامسُ للترنُّمِ وھو الذی یلحق اٰخِرَ الابیات والمصاریعِ کقول الشاعر شعر

اَقِلّی اللَّومَ عاذِلُ والعِتابَنْ ۔ وقولی اِنْ اَصبْتُ لقد اَصابَنْ

وکقولہٖ ع یا اَبتا علّکَ اَوْ عَساکَنْ ۔ وقد یُحذَفُ من العَلَمِ اذا کان موصوفاً بابنٍ او ابنۃٍ مضافاً الی علمٍ اٰخرَ نحو جاءنی زیدُ بنُ عمرٍو وھندُ ابنۃُ بکرٍ فصلٌ نونُ التاکید

وھی وُضِعَتْ لتاکید الامرِ والمضارعِ اذا کان فیہ طلبٌ بازاءِ قد لتاکید الماضی وھی علی ضربین خفیفۃ ای

(بقیہ صفحہ ۱) اور حینئذ میں حین مضاف ہے کلمہ اذ کی طرف اور اذ مضاف ہے جملہ مابعد کی طرف جملہ کو حذف کر کے اذ کو تنوین دی تاکہ وہ جملہ مضاف الیہ کا عوض ہو جائے اور لفظ مسلمات میں تنوین مقابلہ کی ہے اور بعض کو جو وہم ہوگیا ہے کہ یہ تنوین تنکیر کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ اگر یہ تنوین تنکیر کی ہوتی تو اعلام

لـہ قولہ فصل نون التاکید الی قولہ لتاکید الماضی (ت) نون تاکید کا بیان اور وہ وضع کیا گیا ہے امر کی تاکید کے لئے اور مضارع کی تاکید کے لئے جب کہ اس میں کوئی طلب پائی جاتی ہو مقابلہ میں قد کے جو ماضی کی تاکید کے لئے ہے (ش) مضارع کی تاکید میں یہ قید لگائی کہ جب اس میں طلب ہو کیونکہ اس نون سے تاکید صرف اسی فعل کی کی جاتی ہے جو مطلوب ہو اور بازاء قد کا یہ مطلب کہ جس طرح قد ماضی کی تاکید کے لئے موضوع ہے ایسے ہی نون تاکید مضارع کی تاکید کے لئے موضوع ہے بشرطیکہ اس میں طلب ہو ۱۲

یعنی جو ہمیشہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے اگر نہ ہو اس کے پہلے الف جیسے اضربَنَّ یا مکسورہ ہوتا ہے اگر ہو اس کے پہلے الف جیسے اضربانِّ اور اضربنانِّ اور داخل ہوتا ہے نون تاکید کا امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض میں داخل ہونا جائز اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب ہے جیسے اِضربَنَّ اور لاتضربَنَّ اور ہل تضربَنَّ و لیتک تضربَنَّ الخ یعنی ضرور مار تو اور ہرگز نہ مار تو اور کیا ضرور مارے گا اور کاش کہ ضرور مارتا تو اور البتہ کیوں نہیں اترتا تو ہمارے پاس پس پہونچے تو بہتری کو اور کبھی داخل ہوتا ہے نون تاکید کا قسم میں بطور وجوب بوجہ واقع ہونے قسم کے اس چیز پر کہ ہوتی ہے وہ مطلوب متکلم کو اکثر (ش) نون خفیفہ ساکن اس لئے ہوتا ہے کہ وہ مبنی ہے اور اصل بنا میں سکون ہے۔ اور یہ جو کہا کہ ان کان قبلہا الف تو یہ الف عام ہے خواہ ضمیر تثنیہ کا ہو جیسے اضربان یا زائدہ ہو جیسے جمع مونث میں مثلاً اضربنان اور یہ جو کہا کہ امر میں نون تاکید کا داخل ہوتا ہے یعنی خفیفہ بھی اور ثقیلہ بھی۔ اور امر کی ہر قسم میں معلوم ہو یا مجہول حاضر ہو یا غائب اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ نون تاکید کا اخیر امر میں کیسے داخل ہو سکتا ہے جبکہ یہ معلوم ہے کہ یہ حرف حروف معانی میں سے ہے جس طرح حرف نفی اور حرف استفہام اور حرف قسم ہوتا ہے اور اس قسم کے حروف سب صدارت کلام چاہتے ہیں اس لئے چاہیے کہ امر کے شروع میں داخل ہو جواب یہ ہے کہ نون تاکید کا شروع امر میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ ابتدا بالسکون لازم آئے گا اور نون تاکید ان پانچ مواضع میں جوازاً اس لئے آتا ہے کہ ان مواضع میں طلب ہوتی ہے پس نون تاکید کے سبب اس طلب میں تاکید آ جائے گی اور ان پانچوں موقعوں میں سے امر نہی استفہام کے اندر طلب کا ہونا ظاہر ہے اور تمنی اور عرض میں اس وجہ سے طلب ہے کہ یہ بمنزلہ امر کے ہیں (ف) کبھی نون تاکید کا نفی پر بھی داخل ہوتا ہے اس وجہ سے کہ نفی بھی نہی کے مشابہ ہے اگرچہ اس میں طلب نہیں ہے مگر نفی میں نون تاکید کا آنا بہت کم ہے اور یہ جو کہا کہ لوقوعہ علی مایکون مطلوبا الخ یہ اس بات کی علت ہے کہ قسم میں نون تاکید کا داخل ہونا واجب ہے مگر یہ یاد رکھو کہ یہ وجوب صرف اس صورت میں ہے کہ جب قسم کا جواب مثبت ہو ورنہ نہیں ۱۲ ۱۲

١٤٩

سَاكِنَةٌ[1] اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبْنْ وَثَقِيْلَةٌ اَىْ مُشَدَّدَةٌ

مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَّمْ يَكُنْ قَبْلَهَا الِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ

وَمَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا الِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ

وَتَدْخُلُ فِى الْاَمْرِ وَالنَّهْىِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّىْ

اى نون التاكيد مطلقاً ۱۲ درایہ

وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِىْ كُلٍّ مِّنْهَا طَلَبًا نَحْوُ

اے دخولا جائزا ۱۲

اِضْرِبَنَّ وَلَا تَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ

وَاَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَقَدْ تَدْخُلُ فِى الْقَسَمِ

برآئینہ چرا فرود نمی آئی با ما تا برسی نیکوئی را ۱۲ 　 اے نون التاکید ۱۲

وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَا يَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا

اے دخولا واجبا ۱۲ 　 وجودہ وتحصیلہ ۱۲

[1] قولہ وہی علی ضربین خفیفۃ اى ساكنة ابدا الى قولہ للمتکلم غالبا (ت) اور وہ نون یعنی نون تاکید دو قسم پر ہے ایک خفیفہ یعنی جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اضربَنْ اور دوسری قسم ثقیلہ ہے

ـلـه فاراد وا ان لایکون اٰخر القسم خالیا عن معنی التاکید

کما لایخلوا اولهٗ منهٗ نحو واللّٰه لافعلنّ کذا

ـعـه واعلم انّهٗ یجب ضمّ ماقبلها فی جمع المذکر (غائبا کان او حاضرا ١٢)

نحو اضربُنّ لیدلّ علی الواو المحذوفة وکسر (لالتقاء الساکنین ١٢)

ماقبلها فی المخاطبة نحو اضرِبنّ لیدلّ علی

الیاء المحذوفة وفتح ماقبلها فی ماعداهما (لالتقاء الساکنین ١٢) (ای جمع المذکر والمخاطبة ١٢)

اما فی المفرد فلانهٗ لوضمّ لالتبس بجمع المذکر

ولوکسر لالتبس بالمخاطبة واما فی المثنی وجمع (ولو سکن للزم اجتماع الساکنین فتعین الفتح ١٢)

المؤنث فلانّ ماقبلها الف نحو اضرِبانّ واضرِبنانّ (ای ماقبل النون ١٢)

ـلـه قوله فارادوا ان لایکون الی قوله لافعلن کذا (ت) پس ارادہ کیا انہوں نے یہ کہ نہ ہو آخر قسم کا خالی معنی تاکید سے جیسا کہ خالی نہیں ہے اول قسم کا اس تاکید سے جیسے واللّٰہ لافعلنّ کذا قسم خدا کی البتہ ضرور کروں گا میں ایسا ١٢ ـعـه قوله واعلم انه یجب الی قوله نحو اضربانّ واضربنانّ (ت) اور جاننا چاہئے کہ شان یہ ہے کہ واجب ہوتا ہے ضمہ دینا ماقبل نون تاکید کو جمع مذکر میں جیسے اضربُنّ تاکہ دلالت کرے واؤ محذوفہ پر اور کسرہ دینا ماقبل نون تاکید کو مؤنث مخاطبہ میں جیسے اضربِنّ تاکہ دلالت کرے یاء محذوفہ پر اور فتحہ دینا ماقبل نون تاکید کو جمع مذکر اور واحد مونث مخاطبہ کے ماسوا میں بہرحال مفرد میں پس اس وجہ سے کہ شان یہ ہے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو البتہ ملتبس ہو جائے گا جمع مذکر کے ساتھ اور اگر کسرہ دیا جائے تو البتہ ملتبس ہو جائے گا مؤنث مخاطبہ کے ساتھ اور بہرحال تثنیہ اور جمع مونث میں پس اس وجہ سے کہ ماقبل نون تاکید کا الف ہوتا ہے جیسے اضربانّ اور اضربنانّ (ش) یجب ضم ماقبلها فی جمع المذکر میں جمع مذکر عام ہے غائب ہو یا حاضر اور اضربُنّ جمع مذکر میں سے واؤ اس لئے حذف ہو گیا کہ التقاء ساکنین لازم آتا تھا اور یہ التقاء ساکنین اگرچہ جائز ہے کیونکہ اس میں پہلا ساکن مدہ اور دوسرا مدغم ہے مگر یہ بھی ثقیل ہے لہٰذا تخفیف کی غرض سے واؤ کو حذف کر دیا اگر کوئی کہے کہ واؤ علامت فاعل ہے اس کو حذف کرنا کیسے جائز ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ جب ضمہ واؤ پر دلالت کرنے والا موجود ہے تو واؤ بالکل محذوف نہیں ہے ایسے ہی واحد مؤنث مخاطبہ میں بھی یا حذف ہو گئی اگرچہ یہ التقاء ساکنین ناجائز نہیں کیونکہ یہ اجتماع ساکنین علی حدہ ہے جس کا بیان اگلے صفحہ میں ہے بلکہ اس لئے حذف ہوئی تاکہ تخفیف حاصل ہو اور مفرد میں ضمہ اور کسرہ نہ دینے کی وجہ تو بتا دی اور سکون نہ دینے کی وجہ نہیں بتائی سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ساکن رکھا جاتا تو اجتماع ساکنین لازم آتا لہٰذا فتحہ متعین ہو گیا اور فتحہ کی وجہ ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ نون تاکید کا ایک مستقل کلمہ ہے جو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملا دیا گیا ہے اور عرب کی یہ عادت ہے کہ جب کسی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے ملاتے ہیں تو پہلے کلمہ کے آخر حرف کو فتحہ دے دیتے ہیں جیسے خمسۃ عشر وغیرہ اور پھر یہی وجہ ہے کہ فتحہ سب حرکتوں میں اخف ہے اور یہ جو کہا کہ تثنیہ اور جمع مؤنث میں ماقبل کو فتحہ اس لئے واجب ہے کہ ان میں نون سے پہلے الف ہوتا ہے سو اس کا یہ مطلب ہے کہ جب نون سے پہلے الف ہوتا ہے تو گویا نون سے پہلے فتحہ ہوتا ہے کیونکہ الف فتحہ کے حکم میں ہے یا یہ مطلب کہ نون سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف کا عدم ہے اس وجہ سے کہ وہ مانع قوی نہیں ہے تو اس الف سے پہلے جو فتحہ ہے گویا وہ نون کے پہلے ہے نہ الف کے اور تثنیہ میں الف کو اس لئے حذف نہیں کیا کہ واحد کے صیغہ سے التباس لازم آتا ١٢

وَزِيدَتِ الْأَلِفُ قَبْلَ النُّونِ فِي جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اجْتِمَاعِ ثَلٰثِ نُونَاتٍ نُونِ الضَّمِيرِ (لثقل اجتماع الامثال) وَنُونَا التَّاكِيدِ (المدغم والمدغم فيہ) وَنُونُ الْخَفِيفَةِ لَا تَدْخُلُ فِي (ولا حذف الالف فی التثنیۃ لاحتراز الالف من الواحد) التَّثْنِيَةِ أَصْلًا وَلَا فِي جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ (ای المذکر والمؤنث) لِأَنَّهُ (ای الشان) لَوْ حُرِّكَتِ النُّونُ لَمْ تَبْقَ خَفِيفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْأَصْلِ (علی الاصل) وَإِنْ أَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً (صیغۂ واحد مذکر حاضر) يَلْزَمُ الْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلَى غَيْرِ حَدِّهِ (ای علی غیر حد جوازہ ای الممنوع) وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ

تمت بالخیر

١ قولہ وزیدت الالف قبل النون الی قولہ وہو غیر حسن (ت) اور جمع مونث میں قبل نون کے الف زیادہ کیا گیا ہے بوجہ برا جاننے اجتماع تین نونوں کے ایک نون ضمیر کا اور دو نون تاکید کے

۰ نون خفیفہ داخل نہیں ہوتا تثنیہ میں بالکل اور نہ جمع مونث میں اس لئے کہ شان یہ ہے کہ اگر حرکت دے گا تو نون کو تو نہیں باقی رہے گا خفیفہ پس نہ رہے گا اصل پر اور اگر باقی رکھے گا تو اس نون کو ساکن تو لازم آئے گا جمع ہونا دو ساکنوں کا علی غیر حدہ اور وہ اچھا نہیں (ش) یہ جو کہا کہ ثلث نونات نون الضمیر ونونا التاکید تو اس میں نونا التاکید سے مراد نون مدغم اور مدغم فیہ ہے گویا نون ثقیلہ دو نون کے حکم میں ہے اس لئے فاصلہ کا الف لے آئے تاکہ ثقل دور ہوا اور منجملہ حروف کے الف ہی فاصلہ کے لئے اس وجہ سے پسند کیا گیا کہ وہ تمام زوائد حروف میں اخف ہے اور نون ضمیر کا حذف اس لئے نہیں کیا گیا کہ یہ نون رفع کی علامت نہیں ہے بلکہ جمع مونث کی ضمیر ہے اور نون خفیفہ تثنیہ میں بالکل نہیں آتا خواہ تثنیہ مذکر ہو یا مونث ایسے ہی جمع مونث میں بھی نہیں آتا اور ان تینوں جگہ نون خفیفہ کے نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں جگہ اگر نون خفیفہ لایا جائے تو یا وہ متحرک ہوگا یا ساکن اگر متحرک ہوگا تو وہ نون خفیف خفیفہ نہیں رہے گا کیونکہ وہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور اگر ساکن ہوگا تو دو ساکن کا جمع ہونا لازم آئے گا ایک الف دوسرا نون اور یہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ ہے جو ناجائز ہے اور الف کو حذف بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس وقت مفرد کے ساتھ التباس لازم آئیگا اور ایک اجتماع ساکنین علی حدہ ہوتا ہے وہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلا ساکن حرف مد ہو اور دوسرا مدغم اور دونوں ایک ہی کلمہ ہوں جیسے لفظ دابۃ کہ اصل میں دابِبۃ تھا پہلی با کی حرکت حذف کر کے اس کو دوسری با میں ادغام کر دیا اور اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ حروف میں مد حرکت کی مثل ہوتا ہے تو گویا پہلا ساکن متحرک ہے یا یہ کہو کہ حرف مدغم چونکہ تلفظ میں مستقل نہیں اسلئے گویا وہ مدغم کے تابع ہو کر ملفوظ ہے پس مدغم اپنی ذات کے اعتبار سے کالعدم ہوا تو کلام میں بجز ایک ساکن کے اور کچھ نہ پایا گیا اور تثنیہ اور جمع مونث میں نون خفیفہ نہ آنا یونس نحوی کے علاوہ اور نحویوں کا مذہب ہے اور خود یونس کے نزدیک یہ جائز ہے وہ نون خفیفہ کو ثقیلہ پر قیاس کر لیتے ہیں یا اس وجہ سے یہ جائز کہتے ہیں کہ الف میں مد بمنزلہ حرکت کے ہے۔ کیونکہ مد خفیف ہوتا ہے اور دلیل میں دو قرأت لاتے ہیں جس میں کی یا ساکن پڑھی گئی ہے۔ فقط خدائے بے نیاز کا بے شمار احسان ہے کہ کافیہ کی اردو شرح کے بعد اس عاجز کے قلم سے ہدایۃ النحو کی اردو شرح بھی آج بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء کو پوری کرا دی اللہ تعالیٰ اسکو تا دیا ت طلباء کے ہاتھوں میں رکھے اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اٹھاتے رہیں پھر اس کے چھاپنے والے اور یہ کمترین بھی اس کی اشاعت وتالیف کے طفیل میں نجات آخرت کے ساتھ ساتھ دنیوی ضرورت کے محتاج نہ ہیں آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ الطاہرین۔ محمد حیات عفی عنہ سنبھلی۔ مرادآباد۔ مدرسہ امدادیہ یوپی۔

هٰذِهِ الْقَصِيْدَةُ الَّتِيْ جَمَعَ فِيْهَا الشَّيْخُ ابْنُ الْحَاجِبِ الْمُؤَنَّثَاتِ السَّمَاعِيَّةَ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نفسی الفداء لسائل وافانی
بمسائل فاحت کغصن البان
اسماء تانیث بغیر علامة

هی یا فتی فی عرفهم ضربان
قد کان منها ما تؤنث ثم ما
هو فیه خیر لاختلاف معان

اما التی لابد من تانیثها
فستون منها العین والاذنان
والنفس ثم الدار ثم الدلو من

اعدادها والسن والکفان
وجهنم ثم السعیر وعقرب
والارض ثم الاست والعضدان

ثم الجحیم ونارها ثم العصی
والریح منها واللظی وبدان
والعول والفردوس والفلك التی

فی البحر تجری وهی فی القرآن
وعروض شعر والذراع وثعلب
والملح ثم القاس والورکان

والقوس ثم المنجیق وارنب
والخمر ثم البیر والخدان
وکذاك فی ذهب وتبر حکمها

ابدا وفی ضرب لکل مکان
والعین والینبوع والدرع التی
هی من حدید قط والقدمان

وکذاك فی کبد وکرش ثم فی
انثی ومنها الشمس والعقبان
وکذاك فی فرس وکاس ثم فی

سقر ومنها الحرب والثدیان
والعنکبوت تؤنث الموسی معا
ثم الیمین واصبع الانسان

والرجل منها والسراویل التی
فی الرجل کانت زینة العریان
وکذا الشمال من الاناث ومثلها

ضبع ومنها الکتف والساقان
اما التی قد کنت فیه مخیرا
هو کان سبعة عشر فی التبیان

السلم ثم القدر ثم المسك فی
لغة ومنها الحال کل اوان
والبیت منها والطریق کالثری

ویقال فی عنق کذا ولسان
وکذا السماء فی السبیل مع الضحی
ثم الصلاح مقابل الطغیان

والحکم هذا فی القفا ابدا وفی
رحم وفی السکین والسرطان
وقصیدی تبقی وها انا اکتسی

ثم الفناء وکل شیء فان
تمت

میر محمد، کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی

۱؎ هذه القصيدة الخ یہ وہ قصیدہ ہے جس کے اندر شیخ ابن حاجب نے مؤنثات سماعیہ کو جمع کیا ہے ۱۲ ۲؎ قولہ نفسی الفداء لسائل الخ (ت) میری جان قربان جائے میرے پاس آکر ایسے مسائل دریافت کرنیوالے کیلئے جو شاخ بان کی طرح مہکتے ہیں اسماء مؤنث جن میں کوئی علامت تانیث نہ ہو عرب کے عرف میں دو قسم پر ہیں ایک وہ جو مؤنث پڑھے جاتے ہیں دوسری وہ جنمیں اختیار دیا گیا ہے معنی مختلف ہونے کے باعث سو مقصود جن کو مؤنث پڑھنا ضروری ہے سو وہ ساٹھ ہیں جن کے معانی یہ ہیں آنکھ دونوں کان ذات پھر گھر پھر ڈول ان ہی ساٹھ میں سے اور دانت اور دو نعل جھیلیاں اور دوزخ پھر دوزخ اور بچھو اور زمین پھر سرین اور دو بازو پھر دوزخ اور تنگ آگ پھر لاٹھی اور ہوا ان ہی سے اور چنگاری اور دونوں ہاتھ اور عورت سفر دوں اور کشتی جو دریا میں چلتی ہے اور وہ قرآن میں مذکور ہے اور شعر کے ذین اور کلائی اور لومڑی اور نمک پھر تیر اور دونوں سوتن اور رکان پھر گوشہ اور خرگوش اور شراب پھر کنواں اور دونوں رخسار اور ایسے ہی حکم کر سونے میں اور چاندی اور سونے کی ڈھیلے میں ہمیشہ اور ہر جگہ میں اور چشمہ اور سرچشمہ اور زرہ جو لوہے کی ہوتی ہے اور دونوں قدم اور ایسا ہی حکم ہے کلیجہ اور معدہ میں پھر سانپ میں اور ان ہی سے ہے آفتاب اور دونوں ایڑیاں اور ایسے ہی گھوڑے اور پیالے میں پھر دوزخ میں اور ان ہی سے ہے جنگ اور دونوں چھاتیاں اور مکڑی اور استرہ بھی مؤنث ہوتا ہے پھر دایاں ہاتھ اور آدمی کی انگلی اور پیر بھی ان ہی سے ہے اور پاجامہ جو ٹانگوں میں پہنا جاتا ہے برہنہ کی زینت اور ایسے ہی بائیں جانب مؤنثات سے ہے اور اسی کی مانند بجو ہے اور ان ہی سے شانہ اور دونوں پنڈلیاں ہیں رہ گئے وہ جن میں تجھکو اختیار ہے وہ بیان میں سترہ ہیں صلح پھر ہانڈی پھر مشک ہے ایک لغت میں اور ان ہی سے حال ہے ہر وقت اور گھر بھی ان ہی میں سے ہے اور راستہ اور مثل کیچڑ کے اور گردن اور زبان میں بھی یوں ہی کہا جاتا ہے اور ایسے ہی آسمان اور راستہ میں مع چاشت کے پھر درستی میں جو سرکشی کے مقابل ہے اور حکم یہ ہی ہے گدی میں ہمیشہ اور رحم میں اور چھری میں اور کیکڑے میں اور میرا قصیدہ باقی رہے گا اور آگاہ رہ کہ میں فنا کا جامہ پہن لوں گا اور ہر چیز فانی ہے ۱۲ ۔